تحفۃ الاطفال

مولانا حافظ محمد اسلم زاہد

اسلام میں بچوں کی تعلیم و تربیت پر ایک بہترین
کتاب اساتذہ اور والدین کے لئے یکساں مفید

Marfat.com

Marfat.com

تحفۂ اطفال

مؤلف
محمد اسلم زاہد

شرکت الامتیاز
رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

Marfat.com

297.7
2 ن
۹۲۱۲۰

نام کتاب: ـــــــــ تحفۂ اطفال

مؤلف: ـــــــــ محمد اسلم زاہد

ناشر: ـــــــــ شرکت الامتیاز

کمپوزنگ: ـــــــــ صغیر احمد (0333-4201230)

قیمت: ـــــــــ -/190 روپے

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا
اے رب! میرے علم میں اضافہ کر۔

اردو بازار لاہور
شرکت الامتیاز

Marfat.com

فہرس

عرضِ مرتب	13
انتساب	16
اولاد عطیہ الٰہی ہے انبیاء علیہم السلام کی نیک تمنا	17
نیک اولاد کا سوال	17
تربیتِ اولاد کے فوائد	18
بچوں کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کی چند ہدایات	20
اللہ تعالیٰ بچوں کا ذکر فرماتے ہوئے!	21
سیدنا ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی دعائیں	22
اولاد کے لیے اتنی تمنائیں کیوں؟	23
اتنی بڑی ذمہ داری ہے؟	24
بچے اور ان سے محبت کے تقاضے	25
یہ انعام ربانی ہے جس پہ ہو جائے!	26
خانۂ نبوی کا واقعہ	26
زمانۂ جاہلیت کی ناپسندیدہ عادت	27
بیٹیوں کی آمد پر ناراضگی	29
بیٹی پیدا ہونے پر ناخوش ہونے والا	29
صبر کے ذریعے جنت کا حصول	32
صبر کے فوائد	32

باب نمبر 1

اولاد ملنے پر اللہ کا شکر ادا کیجئے!

مبارک باد بیٹے پر بھی اور بیٹی پر بھی	35
سب سے پہلے غسل اور خالق کا نام	36
سب سے پہلے اذان و اقامت	36
اذان و اقامت کہنے کا راز	37
غسل میں احتیاط	37
گھٹی۔ تحنیک اور صحبتِ صالحین	38
بچوں سے آنحضرت ﷺ کا پیار	39

بچے اور اس کی ماں کے متعلق چند ضروری باتیں 40
ساتویں دن کرنے کے ضروری کام 41
بچے کے بال مونڈنے کا حکم 41
رسوم کی لعنت سے پرہیز 41
جب نام رکھنے کا مسئلہ درپیش ہو 42
نام کے متعلق اہم مسائل 44
عقیقہ! خوشی کا مسنون طریقہ اور حکمت 46
عقیقہ کا مستحب وقت 47
کیا لڑکے اور لڑکی کے عقیقہ میں فرق ہے؟ 47
عقیقہ سے متعلق دیگر احکام 48
ساتویں روز عقیقے اور نام رکھنے کی حکمت 49
ذرا احتیاط رہے! 49
ختنہ اور اس کی حکمت 50
اہم گذارش 50

باب نمبر 2

تربیت پر اثر انداز ہونے والے چھ ذرائع

اسوۂ حسنہ 52
اچھے عملی نمونوں کے ذریعے تربیت 52
ابتداء اپنے سے کیجئے! 52
عادات کی تہذیب وعظ و نصیحت 54
خیر خواہی کی باتیں سنانا 55
سزا جو محدود ہو وہ بھی مؤثر رہتی ہے 56
سزائیں کیسی ہوں؟ 57
اعمال و اخلاق اور ہمنشینی کی دیکھ بھال 58
تربیت کے دو بنیادی ضابطے 60
اعتقادی تربیت 60
نفس کی پاکیزگی 60
بچے کو عبادت سے مربوط رکھنا 60
قرآن پاک سے ربط پیدا کرنا 61

Marfat.com

- اللہ کے گھروں کے ساتھ ربط 62
- ذکر اور دعاؤں سے رابطہ 63
- فکری ربط وارتباط 63
- معاشرتی امور سے تعلق کے اہم ضوابط 65
- بچے کا عالم، بزرگ و دانا شخص سے ربط و تعلق 66
- بچے کو اچھی صحبت اور نیک لوگوں سے وابستہ کرنا 66
- دین کی دعوت دینے والے علماء سے تعلق 68
- ورزش وریاضت 68
- متنبہ کرنے کے اصول 71
- ردت (یعنی مرتد ہونے) سے ڈرانا 73
- دین کی فکر کا فریضہ 76
- الحاد سے ڈرانا 78

باب نمبر 3
اساتذہ ووالدین کی ذمہ داریوں کا خلاصہ

- والدین واساتذہ کو اسلام کا حکم 81
- آیات قرآنیہ 81
- احادیث طیبہ 81
- ایمانی واخلاقی پہلو کا مفہوم 83
- بچے کے اخلاقی پہلو سے مراد 84
- جسمانی ونفسیاتی پہلو کی دیکھ بھال کا مطلب 85
- نفسیاتی پہلو کی دیکھ بھال کا مفہوم 85
- بچے کی معاشرتی اور روحانی نگرانی 87
- روحانی پہلو 87

باب نمبر 4
ایمانی، روحانی اور تعلیمی تربیت

- سب سے پہلے لا الہ الا اللہ اور نماز 89
- سات سال کی عمر ہونے پر عبادات 90
- بہت دیر کر دی 90
- تعلیم کا آغاز کہاں سے؟ 91

Marfat.com

آنحضرتؐ کی ایک بچے کو تعلیم 91
ایمان کے منافی عادات 94
جھوٹ کی عادت 94
چوری کی عادت 96
گالی گلوچ اور بدزبانی 98
بچے کورے کاغذ کی مانند ہیں 99
ایک سلیقہ مند بچے کے ایمانی روحانی کلمات 100
بے راہ روی اور آزادی کی عادت 101
ماں کا کردار 102
باوضو کھانا پکانا صحابیاتؓ کا عمل 102
توحید الٰہی کی شمعیں روشن 103
خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی والدہ کی تربیت 103
ماں بچے کی نفسیات کو کیسے سمجھے؟ 106
اخلاقی تربیت کی ذمہ داری 107
شفقت اور رحم دلی 108
چند اقوال 109
ذہنی وعقلی پختگی کی ذمہ داری 110
عقل وذہن کی پختگی 110
تعلیمی ذمہ داری اور اس کے تقاضے 111
احادیث مبارکہ 112
ابتدائی تعلیم ـــــ ماں کی گود 113
فکری ذہن سازی 114
ذہنی صحت وتندرستی 116
ضروری ہدایات طلبہ کے والدین کے لیے 117

باب نمبر 5
نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری

نفسیاتی تربیت اساتذہ ووالدین کی ذمہ داری 119
نفسیاتی امراض اور ان کا علاج 120
بے جا شرمیلا پن اور چھپنے کی عادت 120

Marfat.com

جرأت اور ادب کے دو واقعات 121
صفت حیاء اور بے جا شرم میں فرق 122
خوف! اسباب و علاج 123
ڈر بڑھنے کے اسباب و علاج 124
احساس کمتری، اسباب و علاج 126
والدین کا منفی رویہ 127
نرمی سے نصیحت اثر کرتی ہے 129
حد سے زیادہ ناز 130
اور اس مرض کا علاج 131
بچوں کے درمیان عدل و انصاف 132
جسمانی نقص والے بچے 133
داغ یتیمی کا احساس کیجئے! 135
فقر ذریعہ احساس کمتری اور علاج 136
والدین کا کردار دیکھنے کے اثرات 139
ضد اور مرضی میں میانہ روی 140
بے جا آزادی یا محدود گرفت؟ 141
بے جا سختی کے مضر اثرات 142

باب نمبر 6

نفسیات پر خاندان اور معاشرت کے اثرات

گھریلو ناچاقیوں کے اثرات 145
احساس محرومی سے بچایئے! 146
سب سے چھوٹے بچے سے پیار 147
اپنائیت اور تحفظ کا احساس دیجئے! 148
اچھے کارناموں پر تعریفی الفاظ کی اہمیت 149
اعلیٰ سوچ اور فکر کی بلندی 150
بچوں اور والدین میں اختلاف 151
جذباتی توافق اور اس کا علاج 151
معاشرتی طرز عمل میں تفریق کو پہلے سے واضح کیجئے 153
افرادِ خانہ کے کردار میں فرق کو یکسانیت میں تبدیل کریں 154

Marfat.com

- ممکنہ حد تک اپنے اختلافات اور تنازعات ختم کیجئے...... 154
- بچوں کی نشوونما کے مختلف پہلو............ 155
- اہل خانہ کے باہمی تعلقات کا بچوں کی نشوونما پر اثر...... 156
- ضرورت، عمل محرک اور اقدار کا کردار.......... 157
- گھریلو نظام میں یکجہتی پیدا کرنے کے اصول........ 161
- غربت و افلاس اور اس کا حل............ 161
- ماں باپ کے درمیان لڑائی جھگڑا بھی اولاد کی نافرمانی کا ذریعہ ہے 162
- طلاق کے نتیجے میں پیدا ہونے والا فقر و فاقہ.......... 162
- لڑکوں اور لڑکیوں کا بیکار رہنا............ 163
- بری صحبت اور برے ساتھی............ 164
- بچوں کا جنس اور جرائم پر مشتمل فلمیں دیکھنا........ 164
- بچے کے ساتھ والدین کا نامناسب برتاؤ.......... 165
- معاشرہ میں بے کاری و بے روزگاری.......... 165
- یتیم ہونا کوئی عیب نہیں ہے، اگر......... 166

باب نمبر 7

جرائم سے بچاؤ

- بچوں کو سمجھنے کی کوشش کیجئے!.......... 169
- مضطرب بچے کی عادت سے فائدہ اٹھایئے!.......... 170
- جھگڑالو بچے کو اللہ کی نافرمانی سے بچانا ہے.......... 171
- والدین و اساتذہ!.......... 171
- جھگڑنے کی وجوہات.......... 172
- لڑاکے پن کا علاج.......... 172
- بچے کو درست سمت دیجئے!.......... 173
- غصے کو درست کرنے کے لیے کچھ کامیاب تجربات.......... 174
- چور بچے کی ابھی سے فکر کیجئے!.......... 176
- بنیادی اسباب اور مجرب علاج.......... 177
- چوری سے دور رکھنے کے ذرائع.......... 178
- مجرم بچے معاشرے میں شر پھیلاتے ہیں.......... 178
- جرائم کے اسباب پر توجہ دیجئے!.......... 179

جرائم سے بچاؤ کی تدابیر 180
بھگوڑے اور آوارہ بچے 181
بھگوڑے پن کے اسباب 181
عہد بلوغت اور آوارگی کے ولولے 182
آوارہ بچوں کا نفسیاتی تجزیہ 183
آوارہ بچے کی اصلاح کے صحیح طریقے 184
دقیانوسی معلم اور پھسڈی بچے 184
پھسڈی پن کا علاج 185
جسمانی معذور بچے 186
علاج 187
جسمانی معذور بچے اور ان کی دل جوئی 188

باب نمبر 8

معاشرتی تربیت / نفسیاتی کلید کی روشنی میں

اعلیٰ نفسیاتی کلیدی اصول 191
تقویٰ 191
اخوت (آپس کا بھائی چارہ) 192
رحمت (ایک دوسرے پر مہربانی والا ذہن) 193
ایثار وقربانی 195
حسد اور بغض کی بیماری اور اس کا علاج 198
عدل وانصاف کے ذریعے علاج 200
غصہ 201
غفلت اور بے پرواہی 202
لاپرواہی کا علاج 203
اچھی عادات (تزکیۂ نفس) 204
دوسروں کو معاف رکھنا 204
جرأت وبہادری 205
محنت کی عادت 206
دوسروں کے حقوق کی ادائیگی 207
والدین کا حق 207

Marfat.com

- والدین کے ساتھ نیکی 208
- نافرمانی کیا ہے؟ (حکم کی شکلیں) (مشورہ کی شکلیں).... 209
- والدین کے آداب جو تربیت کرنے والوں کو بچوں میں پیدا کرنے چاہئیں؟ 210
- رشتے داروں کے حقوق جن کی ایک مسلم بچے سے توقع ہے 211
- پڑوسی کا حق اور پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا........ 213
- استاد کا حق........................ 214
- طالب علموں کے لیے چند ہدایات........................ 214
- آداب کا خلاصہ یہ ہے........................ 214
- ہمنشینوں کے حقوق کی رعائت........................ 216
- رفاقت ومصاحبت کے حقوق........................ 217
- ملاقات کے وقت سلام کرنا........................ 217
- بیمار پرسی........................ 217
- چھینک آنے پر اس کا جواب دینا........................ 218
- اللہ کے لیے اس سے ملاقات کرنا........................ 218
- سختی وپریشانی کے وقت مدد کرنا........................ 218
- مختلف موقع اور مناسبات میں ہدیہ........................ 219
- بڑے کا حق........................ 219
- ارشادات نبوی ﷺ........................ 219
- آنحضرت ﷺ کی عادات طیبہ سے معاشرتی آداب.. 220
- کھانے کے آداب........................ 222
- پینے کے آداب........................ 224
- سونے بیٹھنے اور سلام کے آداب........................ 225
- جنہیں سلام کرنا مکروہ ہے........................ 227
- اجازت مانگنے کے آداب........................ 227
- اجازت طلب کرنے کا طریقہ........................ 228
- لباس کے آداب........................ 229
- مجلس کے آداب........................ 230
- گفتگو کے آداب........................ 232
- مذاق کے آداب........................ 233
- مبارک باد دینے کے آداب........................ 234

Marfat.com

- عیادت کے آداب 234
- عیادت کے وقت میں کم بیٹھنا چاہیے 235
- بیمار کے اہل وعیال سے اس کا حال پوچھنا 235
- تعزیت کے آداب 235
- چھینک اور جمائی کے آداب 236
- باادب بانصیب 237

باب نمبر 9

جنسی ضروریات اوران کا شرعی حل

- دیکھنے کے احکام 239
- محارم کی طرف دیکھے کے احکام 239
- جس سے شادی کرنے کا ارادہ ہو،اس کی طرف دیکھنے کے احکام .. 240
- اجنبی عورت یعنی جن سے نکاح ہوسکتا ہےان کی طرف دیکھنے کے احکام 241
- مسلمان بچہ اور جنسی جذبات 242
- بچے کے اخلاق درست کرنے کے وسائل 243
- بالغ ہونے سے پہلے اور بعد 244
- شادی اور جنسی تعلقات 245

باب نمبر 10

جسمانی نشوونما

- جسمانی نشوونما اسلامی فریضہ 248
- سب سے پہلی خوراک "ماں کا دودھ" 249
- دودھ پلانے کی مدت 249
- ماں کے دودھ کی اہمیت 250
- نوزائیدہ بچے کو دودھ پلانا 252
- چھاتی سے دودھ کیسے پلائیں 253
- بچے کے پیٹ سے ہوا باہر نکالنا (ڈکار دلانا) 254
- بچے کو کس طرح تھامیں؟ 254
- سمجھ داری کی ضرورت ہے 254
- دودھ پلانے میں ماں کی غذا اور چند احتیاطیں 256
- اچھی صحت کے لیے کھانا 256

اضافی غذا کی ضرورت 257
بچوں کی پیدائش میں وقفہ 257
بچے کو دیگر غذائیں دینا 257
ٹھوس غذائیں 258
جب ماں گھر سے باہر کام کرتی ہو 259
ہاتھ کی مدد سے دودھ 259
دودھ کو کس طرح محفوظ کریں؟ 260
گرم بوتل کا طریقہ 260
اگر ماں کا دودھ اچھا یا پورا نہ ہو 261
کافی مقدار میں دودھ حاصل ہو 262
چند مشورے 262
دکھتی ہوئی یا چٹخی ہوئی بھٹنیاں 263
روک تھام اور علاج 263
چھاتیوں میں درد اور سوجن اور علاج 264
جڑواں بچے 264
جب بچہ بیمار ہو 264
جب ماں بیمار ہو 265
جب ماں کو دواؤں کی ضرورت ہو 266
حالت حمل میں دودھ پلانا 266
جسمانی تربیت میں مفید تدابیر 266
کھانے، پینے اور سونے میں طبی قواعد 269
متعدی امراض سے بچنا/مرض اور اس کا علاج 270
نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ 271
ریاضت، ورزش اور شہسواری 272
صحت کا اہم اصول حقیقت پسندانہ زندگی 274
بے رواہ روی اور لاابالی پن سے بچائیے 275
بچوں کی صحت کے چند اہم اصول 276
عمدہ صحت بخش غذا 276
حفاظتی ٹیکے 278
بچوں کی نشو نما اور صحت کا راستہ 278
ناقص غذائیت کا شکار بچے 279
مراجع و مصادر 280

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

عرض مرتب:

تمام تعریفیں اس ذات والا صفات ہی کی ہیں، جس نے آسمان کو ستاروں سے اور اس زمین کو معصوم و خوبصورت نونہالوں سے مزین فرمایا ہے....... اور...... درود و سلام اس نبی مکرم و محترم پر جس نے یتیموں کو گلے لگایا اور بے گناہ بچیوں کو زندہ درگور ہونے سے بچا کر ماں، بہن، بیٹی کو اس کا عظیم مقام دلایا۔

آج یہ بچوں کی پیاری پیاری ادائیں اور بچیوں پر مہربان نگاہیں ان کی عزت و ناموس پہ باپ اور بھائی کا سایہ اور ماں کے بے لوث محبت ان ہی کی تعلیمات کا صدقہ ہے۔

اولاد بچوں کی نورانی شکل میں ہو یا بچیوں کی صورت، بہر حال اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہے، اس عظیم نعمت کا شکر یہ صرف زبانی ہی نہیں بلکہ عملی طور پر ادا کرنے کا حکم ہے۔

ارشاد ہے قُوا اَنۡفُسَكُمۡ وَ اَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا۔

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ یعنی اھلیہ و اولاد کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اور آنحضرت ﷺ نے تو خود اپنے اور امت کے بچوں کو آداب زندگی سکھائے ہیں۔

اور فرمایا ہے اِنَّما بُعِثۡتُ مُعَلِّمًا۔ میں استاد بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

بچوں کی تربیت پر بہت زیادہ زور اس لیے دیا گیا ہے کہ یہ دنیا و آخرت کی نعمت ہے۔

انسان کے لیے اولاد اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِيۡنَةُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ (الکھف: ۴۶)

''مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق و) زینت ہیں۔''

بچوں سے یہ جہان روشن اور منور ہے۔ گھر میں سب کچھ ہو، قدرت خوب مہربان ہو، کسی چیز کی کمی نہ ہو، لیکن ساتھ بچے نہ ہوں تو زندگی بے رونق رہتی ہے، اللہ تعالیٰ نے جنت میں انسان کی

Marfat.com

خوشی کے لیے کیا کچھ نہیں بنایا؟

ساری آرزوئیں اور تمنائیں اور زندگی کے تشنۂ تعبیر خواب جنت ہی میں پورے ہوں گے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اتنی عظیم نعمت کو بھی اللہ خالق ارض وسماء نے بچوں سے سجایا ہے اور خود ہی ان کی خوبصورتی اور رعنائیوں کو اس انداز سے بیان فرمایا ہے:

فِيهَا غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ (سورۃ الدھر)

اس جنت میں (خوبصورت) بچے ہیں گویا کہ وہ چھپے ہوئے موتی ہیں۔

آج ہم نے ان ہی تابناک موتیوں کے حصول کے لیے اپنے "جنتی حسن" (بچوں) کو ایک اچھا انسان بنا کر اللہ تعالیٰ سے اس کی جزاء حاصل کرنی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:۔

☆ عَلِّمُوْهُمْ وَادِّبُوْهُمْ

"اپنی اولاد کو تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کرو اور انہیں آداب سکھاؤ۔"

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے:۔

☆ مُرُوْهُمْ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَعَلِّمُوْهُمُ الْخَيْرَ

"انہیں (اپنی اولاد کو) اللہ کی اطاعت کا حکم دو اور نیکی کی تعلیم دو۔"

☆ زیر نظر کتاب ان والدین اور اساتذہ کے لیے ایک خوبصورت دستاویز ہے، جو اپنے بچوں کی تربیت میں انہیں اسلام کی روشنی سے مستفید ہونا چاہتے ہیں اور قرونِ اولیٰ کے روشن خیال انسانوں والی عادات کا خوگر بنانا چاہتے ہیں۔

☆ یہ چند اوراق ھدیہ ہیں، ان بہنوں کی خدمت میں، جنہوں نے تہیہ کر رکھا ہے کہ بچوں کو پالنے میں تمام تر مشقتیں اس لیے ہیں کہ ہمارے لختِ جگر جہاں دنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائیں، وہاں ہمارے مرنے کے بعد "صدقہ جاریہ" بن کر ہماری قبروں کو منور کر دیں۔

☆ ان بھائیوں کے لیے ایک راہنما ہے، جو اپنے چھوٹے بھائیوں کو اچھا شہری باعزت مسلمان بنانا چاہتے ہیں۔

قارئین! ہم اس کاوش میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں، ہمیں آپ کی آراء کا انتظار رہے گا۔ مستفدین سے مرتب و ناشران کے والدین و اساتذہ کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے۔

آپ کا بھائی

محمد اسلم زاہد

خطیب مسجد رحمۃ للعلمین ؐ لاہور

حال وارد

سلیم منزل۔ عزیز کالونی

شاہدرہ۔ لاہور

ا۔ جنوری ۲۰۰۶ء

Marfat.com

انتساب:

اس کتاب کو

داعی فی سبیل اللہ...... حضرت فضیلۃ الشیخ

جناب ارشاد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے نام نامی سے

منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں

جن کی ادبی مجالس نے میری تحریر و تقریر کو

تزئین سے دوچار کیا

زندگی کا سلیقہ سکھایا۔

تمام مستفدین سے دعائے خاص کی التجاء ہے۔

محمد اسلم زاہد

Marfat.com

اولاد عطیہ الٰہی ہے

انبیاء علیہم السلام کی نیک تمنّا

دنیا کے عظیم ترین انسان اللہ کے رسول اور نبیوں کی مقدس جماعت ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے پیغامات اور قوانینِ انسانیت پہنچانے کے لیے منتخب فرماتے ہیں ان مقدس شخصیات نے بھی اللہ سے اولاد کا سوال کیا ہے کیونکہ اولاد اللہ کی نعمتوں میں ایک حسین اور قابل قدر نعمت ہے۔اس کی عطا پر خوشیاں اور خیر و برکت کے ساتھ استقبال۔اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے ایک بندے یا بندی کی پرورش کی توفیق بخشی۔اور یہ موقعہ فراہم فرمایا کہ آپ اپنے پیچھے اپنے دین و دنیا کا ایک جانشین چھوڑ جائیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا:

رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصَّالِحِیۡنَ۔

اے میرے پروردگار مجھے نیک اولاد نصیب فرما!(سورۂ ھود)

اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشتے ہوئے فرمایا۔

فَبشرۡنَاہُ بغُلَامٍ حَلِیۡمٍ ہم نے اسے بردبار بیٹے کی خوش خبری دی۔(سورۂ ھود)

معلوم ہوا کہ یہ نعمت ایسی ہے کہ اگر حاصل نہ ہو تو خدا کے برگزیدہ پیغمبر بھی اس کے پانے کے لیے بے تاب۔۔۔۔!

نیک اولاد کا سوال

جیسے حضرت زکریا علیہ السلام نے صالح اولاد کے لیے دعا کی:

رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِیَۃً طَیِّبَۃً اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ (آل عمران)

"میرے رب تو اپنے پاس سے مجھے پاکباز اولاد عطا فرما۔بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔"

تکمیل انسانیت کے لیے انسان کو جن صفات سے متصف ہونا ہے،ان میں سے اکثر کا تعلق

Marfat.com

پرورش اور تربیت سے ہے۔ اگر اولاد صالح ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار اور انسانیت کے لیے مفید ہو تو زندگی میں بھی، اور مرنے کے بعد بھی سراپا رحمت بن جاتی ہے۔ اور اگر یہی اولاد برعکس ہو تو زندگی میں بھی، اور مرنے کے بعد بھی فتنہ بن جاتی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

☆ یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِی اَوْلَادِکُمْ (سورۂ نساء)

اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے متعلق تمہیں نصیحت کرتا ہے۔

اولاد کا انسان کے لیے مفید ہونا بھی خود اسی پر منحصر ہے کہ اس کی تعلیم و تربیت میں، خدا کا شعور اور اس کی معرفت پختہ کی جائے۔ اس لیے دیکھا گیا ہے کہ جن گھرانوں میں اولاد کی اسلامی تربیت نہیں ہوتی، ان کی اولاد سرچڑھی، نافرمان، اور ''خودغرض'' ہوتی ہے اور اس کا خمیازہ نہ صرف زندگی میں ماں باپ اور خاندان کو بھگتنا پڑتا ہے، بلکہ ماں باپ کی رحلت کے بعد بھی اس اولاد کے خوفِ خدا سے دور اور انسانیت دشمن اعمال سوہانِ روح بنے رہتے ہیں۔ اور پھر آخرت میں تربیت اولاد کے متعلق ایک راعی اور نگہبان کے طور پر گرفت الگ سے ہوگی۔

تربیتِ اولاد کے فوائد:

پیغمبر اسلام ﷺ کا ارشاد ہے:

''باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دے سکتا ہے اس میں سب سے بہتر عطیہ اولاد کی اچھی تعلیم و تربیت ہے۔'' (مشکوٰۃ)

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ:

''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہوجاتا ہے، مگر بعض قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ ان کا اجر و ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ صدقہ جاریہ کر جائے، دوسرا یہ کہ وہ ایسا علم چھوڑ جائے، جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں، تیسرے صالح اولاد، جو باپ کے لیے دعا کرتی ہے۔'' (مشکوٰۃ)

مومن کی اپنی ذات کا جس طرح اٹھنا بیٹھنا، اوڑھنا بچھونا، مرنا جینا سب خدا تعالیٰ کی

Marfat.com

خوشنودی کے لیے ہوتا ہے، اسی طرح اس کی اولاد کے مستقبل کی تعمیر میں بھی خدا تعالیٰ کی خوشنودی ہی کارفرما ہوتی ہے۔

اولاد انسان کے بہکنے کا ایک بہت بڑا دروازہ ہے۔ عام طور پر انسان میں دنیا کی ہوس پرستی دو باتوں سے جنم لیتی ہے، ایک اپنے مشہور و معتبر ہونے کی خواہش دوسرا اپنی اولاد کے حسین مستقبل کی ہوس۔ پھر اسی ہوس گیری میں انسان اپنا تعلق بھی خدا تعالیٰ سے کمزور کر بیٹھتا ہے۔

اس لیے خدا تعالیٰ بھی اپنے فرمانبردار بندوں کو نیک اولاد کی خواہش کی تلقین کرتے ہیں اور اس کے عطا ہونے کے بعد اس کی ایسی تعلیم و تربیت کا حکم فرماتے ہیں کہ ان میں مقام عبدیت پیدا ہو جائے۔ ملت ابراہیمی کے مؤسس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام میں یہ مقام اس طرح موجود تھا کہ خدا تعالیٰ کے حضور میں قربان ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ ملت ابراہیمی کے پیروکاروں کے لیے اپنی اولاد کی تربیت کی یہ مثال انسانی فضیلت کا کامل ترین نمونہ ہے۔

بچوں کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کی چند ہدایات:

اللہ تعالیٰ نے جہاں اولاد کی محبت والدین کے لیے رحمت اور شفقت کا ذریعہ بنائی ہے وہاں اسی لحاظ سے ان بچوں کی ذمہ داری پر بھی بڑا زور دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم ﷺ کے فرامین میں اولاد کی ذمہ داری کا ذکر کثرت سے آتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کی تربیت کا فکر اور ذمہ داری اتنی عظیم ہے کہ اس کے ذریعے ایک مسلمان اپنے رب قدوس سے قریب تر ہوتا رہتا ہے اور بہت سی بھلائیاں حاصل کر لیتا ہے۔

☆ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا

مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہیں (سورۂ بنی اسرائیل)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

☆ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ (مشکوۃ)

"تم سب نگران ہو اور اپنے زیر نگرانی افراد کے بارے میں (قیامت کے دن) جواب دہ ہو۔"

جب اللہ تعالیٰ نے عظیم نعمت عنایت فرمادی ہے تو اس کی قدر کرتے ہوئے ہم انہیں موسم سرما کی سردی اور موسم گرما کی گرمی سے بچاتے ہیں؟ اور خود سردی برداشت کر لیتے ہیں لیکن اولاد کو بچانا چاہتے ہیں۔

جہنم کی آگ تو اس سے کہیں زیادہ گرم اور جلانے والی ہے۔ ان پھولوں کو اس سے بچانے کی بھی فکر ہونی چاہئے۔ فرمایا:

☆ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰۤئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ (التحریم: ٦)

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ، جس کا

Marfat.com

ایندھن لوگ اور پتھر ہیں اور اس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں۔''

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریرؒ الطبری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں کہ ''اللہ کی اطاعت میں نیک اعمال بجالاؤ اور گناہوں سے اجتناب کرو اور اپنی اولاد کو بھی احکام پر عمل کرنے کا کہو اور جن باتوں سے روکا گیا ہے ان سے باز رکھو۔ تم انہیں اس طرح ہی آگ سے بچا سکتے ہو۔''

☆ حضرت علیؓ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو نیکی سکھاؤ اور انہیں دینی ادب وتہذیب کی تعلیم سے آراستہ کرو۔ آیت ہم سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ انسان وہ کام کرے جو اسے اور اس کے اہل وعیال کو جہنم سے دور کردے۔''

اللہ تعالیٰ بچوں کا ذکر فرماتے ہوئے!

پس اللہ تعالیٰ نے اولاد کو والدین کے متعلق ہدایات دینے سے پہلے والدین کو اپنی اولاد کے بارے میں ہدایات دی ہیں۔ اور فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (سورۂ بنی اسرائیل:۳۱) ''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا۔'' پس جس شخص نے اولاد کو تعلیم وتربیت سے محروم رکھا اور اس کی اولاد بے راہ روی پر آگئی اس نے تو گویا اپنے بچوں کو زندہ قتل کر ڈالا ہے۔

مذکورہ بالا آیت سے اہل علم نے یہ بھی استدلال کیا ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی یا دیگر ذرائع سے بچوں کی پیدائش کو روکنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔ یہ صراحتاً اولاد کا قتل ہے۔ بحر حال اللہ کی معصوم مخلوق کا قتل جہالت کے ذریعہ ہو یا ادویہ اسقاط حمل کے ذریعہ کسی بھی طرح درست نہیں ہے۔ جہاں تک روزی کا تعلق اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا ہے۔ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ہم انہیں اور تمہیں روزی دیں گے (اس کی فکر نہ کرو)

سیدنا ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کی دعائیں

ماں باپ کی دعائیں اولاد کے لیے قبول ہوتی ہیں اس لیے ذخیرہ قرآن وحدیث میں بہت سی دعائیں منقول ہیں جن کے ذریعے ہمیں تلقین ہے کہ ہم بھی اپنے بچوں کے لیے دعائیں کرتے رہا کریں والدین کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی اولاد کے لیے دعا کرتے رہا کریں کہ وہ انہیں نیک وصالح بنائے، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی:

☆ وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم:۳۵)

''(اے اللہ!) مجھے اور میرے بیٹے کو بتوں کی عبادت سے محفوظ فرما۔''

اس دعاء میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام، توحید کامل اور شرک سے نفرت کا اظہار کر رہے ہیں معلوم ہوا اولاد کے عقیدے کی فکر کرنی چاہئے، جو شخص اولاد کا طالب ہو، اس کے لیے اسوۂ ابراہیمی موجود ہے، ان کے الفاظ میں دعا مانگے اور کہے:

☆ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (الصافات:۱۰۰)

''اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما۔''

اسی پر ہی بس نہیں بلکہ وہ اولاد کی صحت وسلامتی کے ساتھ، ان کے لیے اپنے پروردگار ذی وقار سے نماز کا قیام بھی مانگ رہے ہیں:

☆ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ (ابراہیم:۴۰)

''اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا۔''

وقت آیا جب اولاد ملی، اور نیک ملی پھر حضرت ابراہیم اور ان کے عظیم فرزند حضرت اسماعیل علیہما السلام نے مل کر دعا کی:

☆ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ

(البقرۃ:۱۲۸)

''اے پروردگار! ہم کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھیو اور ہماری اولاد کو بھی اپنا مطیع بناتے رہو''۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ سے دعا کرتے ہوئے عرض کیا:

Marfat.com

☆ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ

(آل عمران:۳۸)

''اے رب مجھے اپنی جناب سے اولاد صالح عطا فرما، بے شک تو دعا سننے والا (اور قبول کرنے والا) ہے۔''

اولاد کے لیے اتنی تمنائیں کیوں؟

اللہ ہم سے چاہتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اولاد کے لیے جو دعائیں کی ہیں، ہمیں بھی ان جلیل القدر انبیاء کی پیروی کرتے ہوئے اولاد کے لیے نیک دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔ کیونکہ اولاد نیک ہے تو ہماری محنتیں جو انہیں پالنے کے لیے ہورہی ہیں، وہ ہمارے کام آئیں گی۔

سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

☆ اِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ اَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَهٗ

(صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاته ج:۱۶۳۱)

جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں۔

ہاں! تین چیزیں صدقہ (جن کا ثواب اسے مرنے کے بعد بھی مسلسل ملتا رہتا ہے) ایک صدقہ جاریہ اور ذریعہ علم جس سے نفع اٹھایا جارہا ہو یا نیک اولاد جو (اس کے مرنے کے بعد نیک اعمال کرے اور) اس کے لیے دعا کرتی رہے۔

بعض اوقات اولاد انسان کے لیے مرتبہ عظیم کا ذریعہ بھی بن جاتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ بچوں کی وجہ سے ایک نیک آدمی کا ذکر اللہ نے بڑے اچھے الفاظ میں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ یَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَیَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ (الکھف:۸۲)

اور وہ جو دیوار تھی سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی (جو) شہر میں (رہتے تھے) اور اس کے نیچے ان کا خزانہ (مدفون) تھا اور ان کا باپ ایک نیک سیرت آدمی تھا۔ تو تمہارے پروردگار نے چاہا کہ وہ دونوں بچے اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور (پھر) اپنا خزانہ نکالیں۔ یہ تمہارے پروردگار کی مہربانی ہے۔"

اتنی بڑی ذمہ داری ہے؟

اولاد کو نیک یا بد بنانے میں والدین پر ہی ساری ذمہ داری ڈالی گئی ہے اس لیے ماں باپ کو اس بارے میں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ اَوْيُنَصِّرَانِهِ اَوْيُمَجِّسَانِهِ

صحیح البخاری، کتاب الجنائز، ...... الخ ح ۱۲۹۲/۱۲۹۳۔ وصحیح مسلم، کتاب القدر، باب کل مولود یولد علی الفطرۃ ح ۲۶۵۸۔

"ہر بچہ فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں، باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔"

معلوم ہوتا ہے تربیت اولاد بہت بڑی ذمہ اری ہے اسے نباہنے کے لیے مسلسل دعائیں، تدابیر اور اہم مشورے اور بلند اقدامات کرنے کی اشد ضرورت ہے، اللہ سب کو اس امتحان میں سرخرو فرمائے۔ (آمین)

بچے اوران سے محبت کے تقاضے

انسان، اُنسٌ سے ماخوذ ہے اس کے معنی ہی محبت کے ہیں، جس میں الفت کا مادہ نہ ہو وہ تو انسان کہلانے کا مستحق ہی نہیں ہے۔

یہ بات نہایت واضح ہے کہ والدین کے دلوں میں بچوں کی محبت فطری ہوتی ہے اور بچوں کی دیکھ بھال کی زحمت برداشت کرنا، ان پر رحمت وشفقت کرنا اوران کے معاملات وضروریات کا اہتمام کرنا، یہ سب چیزیں نفسیاتی طور پر والدین میں موجود اوران کے دلوں میں راسخ اوران کے احساسات وشعور میں داخل ہوتی ہیں، اگر بالفرض یہ نہ ہوتو روئے زمین پر انسان کے بچے ذلیل ہو جائیں اور جینا دوبھر ہو جائے اسی لیے قرآن کہیں بچوں کو دنیا کی زینت قرار دیتا ہے:

☆ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الکہف:۴۶)

''مال اوراولاد حیات دنیا کی رونق ہیں۔''

کہیں اللہ جل شانہٗ ایسی بڑی نعمت قرار دیتا ہے، جس کا شکر کرنا واجب ہے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَاَمْدَدْنَا كُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنَا كُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا (اسراء:٦)

''اور مال اور بیٹوں سے ہم تمہاری امداد کریں گے۔ اور ہم تمہاری جماعت بڑھا دیں گے۔''

اور یہی اولاد اگر نیکوکار اور متقیوں کے راستے پر چلنے والی ہو تو ان کو'' آنکھوں کی ٹھنڈک'' قرار دیتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان:۷۴)

''اور وہ ایسے ہیں کہ دعا کرتے رہتے ہیں، کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما!۔ اور ہم کو متقیوں کا امام بنادے۔''

اس کے علاوہ قرآن کریم میں اور بہت سی ایسی آیتیں ہیں، جو بچوں کے سلسلہ میں والدین

Marfat.com

کے جذبات واحساسات کی تصویر کشی کرتی ہیں اور ان جگر گوشوں اور دل کے ٹکڑوں کے سلسلے میں ان کے جذبات کی صداقت اور دل کی محبت سے پردہ اٹھاتی ہیں۔

یہ انعام ربانی ہے جس یہ ہو جائے

اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے دلوں کو جو قابل قدر جذبات ودیعت کیے ہیں ان میں بچوں پر رحم وشفقت، محبت والفت بھی ہے، جو بچوں کی اصلاح وتربیت اور پرورش کے سلسلے میں بڑا اثر رکھتا ہے اور عظیم نتائج کا حامل ہے۔

اسی وجہ سے شریعت مطہرہ نے مخلوق کے دلوں میں الفت ومحبت کے جذبہ کو راسخ کیا اور بڑوں کو خواہ وہ استاد وشیخ ہوں یا ماں باپ یا کسی شعبے سے تعلق رکھنے والے، سب کو ان اوصاف کے اختیار کرنے کی جانب رغبت دلائی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَیَعْرِفْ حَقَّ کَبِیْرِنَا (ابوداؤد، ترمذی)

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کے حق کو نہ پہچانے۔''

☆ نیز حضور اکرم ﷺ نے کسی موقعہ پر یوں ارشاد فرمایا:

مَنْ لَّا یَرْحَمْ لَایُرْحَمْ (الادب المفرد للبخاری)

''جو اوروں پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔''

خانۂ نبوی ﷺ کا واقعہ

نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ''الادب المفرد'' میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنے دو بچوں کو لے کر آئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو تین کھجوریں دیں، تو اس نے ہر بچے کو ایک ایک کھجور دے دی اور ایک اپنے لیے رکھ لی۔ دونوں بچوں نے اپنی کھجور کھا لی اور اپنی ماں کی جانب دیکھنے لگے۔ ماں نے اپنی والی کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور دونوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

☆ وَمَا یُعجبُکِ مِنْ ذٰلکَ لَقد رَحمَهَا اللّٰه بِرَحْمَتِهَا صَبِیَّهَا

”تمہیں اس پر تعجب کیوں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بچوں پر اس عورت کے رحم کرنے کی وجہ سے اس پر بھی رحم کیا۔“

لہذا یہ بات ذہن نشین ہونا چاہئے کہ والدین اپنے جذبۂ رحم ہی کی بنا پر اپنی ان تمام ذمہ داریوں اور فرائض کو پورا کرتے ہیں جو بچوں کی پرورش اور نگرانی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ان پر عائد کی ہیں۔ اور یہ بات بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ بچوں کی اسلامی تربیت نہ ہو تو ہم پوری طرح رحمت الٰہی کے مستحق نہیں ہو سکتے۔

زمانۂ جاہلیت کی ناپسندیدہ عادت

بعض جگہوں پر دیکھا کہ لڑکی کی پیدائش کو بار سمجھتے ہیں اور لڑکے کی پیدائش کو اچھا سمجھتے ہیں یہ زمانہ جاہلیت کی ناپسندیدہ عادت ہے بیٹا ہو یا بیٹی ہو یہ اللہ رب العزت کے اختیار میں ہے

⊙ یَهبُ لِمَن یَّشَاءُ اِنَاثًا وَیهبُ لِمَن یَّشَاءُ الذُّکُور (سورۂ شوریٰ)

”وہ جس کو چاہتا ہے بیٹا عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹی عطا کرتا ہے۔“

یہ تقسیم اللہ کی ہے اور جو انسان اللہ کی تقسیم پر راضی ہو جائے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے اس بندے پر راضی ہو جائیں گے۔ اس لیے بیٹا نعمت ہے اور بیٹی اللہ رب العزت کی رحمت ہوتی ہے، دونوں میں سے جو بھی اللہ رب العزت عطا فرما دے، انسان اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہو، لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا کہ بیٹیاں اگرچہ زیادہ وفادار ہوتی ہیں۔ اور ماں باپ کو ماڈل سپورٹ (Model Support) بیٹیوں کی طرف سے زیادہ ملتی ہے۔ وہ دکھ سکھ کی ساتھی ہوتی ہیں۔ اور خوشی و غم میں شریک ہوتی ہیں ادھر عموماً دیکھا کہ بیٹے لاپرواہ ہوتے ہیں۔

ٹھیک ہے دنیا کے چند ٹکے کما کر لے آتے ہیں۔ لیکن جتنی محبتیں بیٹیاں دیتی ہیں ماں باپ کو اتنی محبت بیٹے نہیں دیتے۔ تو بیٹوں کا اپنا مرتبہ ہوتا ہے اور یہ بھی بات ذہن میں رکھنا کہ اکثر انبیاء کرامؑ بیٹیوں کے باپ بنے ہیں۔

⊙ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں کا تزکرہ قرآن مجید میں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ دونوں آئیں۔ وَتَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ
''بڑے باحیا طریقے سے چلتی ہوئی'' (سورۂ قصص)

اللہ نے اس کے وصف حیا کی تعریفیں قرآن میں کیں۔ اب ایسی بیٹی تو اللہ کرے ہر کسی کو نصیب ہو۔

⊙ بیٹی مریم کی پاک دامنی کی تعریفیں، قرآن نے کیں اس لیے بیٹی کی پیدائش پر آزردہ نہیں ہونا چاہیے، خود نبی کریم ﷺ کو اللہ نے بیٹا تو عطا کیا مگر بچپن میں وہ جدا ہو گیا۔ (اللہ کو پیارا ہو گیا) اور بیٹیاں سلامت رہیں اور نبی کریم ﷺ نے بیٹیوں کے ساتھ زندگی گزاری۔ اس لیے جس کی بیٹیاں ہوں، وہ دل میں یہی سوچے کہ مجھے محبوب ﷺ کی زندگی سے گویا مشابہت مل گئی، اس خوشی پر اس کو چاہیے کہ اللہ کا شکر ادا کرے۔

Marfat.com

بیٹیوں کی آمد پر ناراضگی

اس کا اصل سبب ایمان کی کمزوری اور یقین کا عدم استحکام ہے۔ اس لیے کہ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے سے خوش نہیں جو اللہ نے اسے لڑکی دے کر کیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے کمزور نفوس اور ضعیف ایمان والوں سے زمانۂ جاہلیت کی ان رسوم کی جڑیں اکھاڑنے اور ان کی بیخ کنی کرنے کے لیے لڑکیوں کا خصوصی تذکرہ کیا ہے اور والدین اور تربیت کرنے والوں کو ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، ان کی دیکھ بھال اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنے کا نہایت اہتمام سے حکم دیا ہے، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور جنت کے داخلے کے مستحق بن جائیں اور ساتھ ہی بچیوں کی صحیح تربیت بھی ہو، اور وہ ایسی لڑکیاں بن جائیں، جیسی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

تربیت کرنے والوں کو چاہئے کہ ارشادات نبویہ ؐ کو اپنا رہنما بنائیں اور لڑکیوں اور لڑکوں کے درمیان عدل و مساوات سے کام لیں تاکہ اس جنت کے مستحق بن سکیں، جس کا قرآن اور احادیث طیبہ میں تذکرہ آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کو حاصل کر سکیں، جو سب سے بڑی دولت ہے۔

بیٹی پیدا ہونے پر ناخوش ہونے والا

اسلام مساوات اور عدل کی دعوت دیتا ہے اور بچوں پر رحم و شفقت کے سلسلے میں اسلام نے مرد اور عورت میں کوئی تفریق نہیں کی۔ اگر اسلامی معاشرے میں کچھ ایسے والدین نظر آتے ہیں، جو بیٹی کی آمد پر ناخوش ہوتے ہیں، اگر برداشت کر بھی لیں تو لڑکے کی بہ نسبت لڑکی سے امتیازی سلوک روا رکھتے ہیں، تو یہ محض زمانۂ جاہلیت کی عادات میں سے ایک عادت ہے جس کی کڑی دور جاہلیت سے جا ملتی ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ۗ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (النحل: ۵۸، ۵۹)

''اور ان میں سے کسی کو بیٹی کی (پیدائش کی) خبر دی جائے تو سارا دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور دل ہی دل میں گھٹتا رہے۔ اور جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے، اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے (اور سوچے) آیا اس کو بحالت ذلت لیے رہے یا اس کو (زندہ یا مار کر) مٹی میں گاڑ دے۔ خوب سن لو کہ ان کی یہ تجویز بہت ہی بری ہے۔''

معلوم ہوا کہ بیٹی کا ہونا اللہ کی اپنی دین اور عنایت ہے، اس میں کسی کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ نند طعنے دیتی ہے، کہیں دیگر خواتین اسی طرح بیٹی ہونے پر ساس اپنی بہو کو اس لیے تکلیف دیتی ہے کہ اس کے ہاں بیٹیاں ہیں اس لیے ناپسند کرتی ہے۔ سوچنا چاہئے کل اس کی اپنی بیٹی پر یہ معاملہ پیش آیا تو اس کی بیٹی کی ساس نے اس کے ساتھ اس طرح Miss behave کیا تو پھر اس کے دل پر کیا گزرے گی، یہ بھی آخر کسی کی بیٹی ہے۔ اب اس کا کیا قصور کہ اللہ نے اس کو بیٹی عطا کی۔ لہٰذا عام طور پر اس میں عورتیں ہی عورتوں پر ظلم کرتی ہیں، اللہ رب العزت سمجھ عطا فرمائے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ بِنْتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ وَضَمَّ اَصَابِعَهُ

(صحیح مسلم، کتاب البرو الصلة، باب فضل الاحسان الی البنات، ح ۲۶۳۱)

''جس شخص نے دو لڑکیوں۔ بیٹیوں۔ کی جوان ہونے تک پرورش کی، قیامت کے روز وہ میرے ساتھ اس طرح ہوگا جس طرح یہ دو انگلیاں۔'' پھر آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملایا۔

نیز فرمایا:

مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ

(صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب اتقوا النا ولو بشق تمرة ح ۱۳۵۶۔ وصحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الاحسان الی البنات ح ۲۶۲۹)

''جو شخص ان بیٹیوں کے ذریعے آزمائش میں ڈالا گیا اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہا تو یہ بیٹیاں اس کے لیے جہنم کے آگے پردہ بن جائیں گی۔''

Marfat.com

مبارک ہو، جسے اللہ تعالیٰ نے نیک بیٹیاں عنایت کی ہیں اور وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے اور اس فضل اور اجر عظیم کی خاطر صبر کرتا ہے۔ یہ رب ذوالجلال کا فضل ہے، وہ جسے چاہے اپنے فضل سے نوازتا ہے، اور اللہ تعالیٰ عظیم فضل والا ہے۔

Marfat.com

صبر کے ذریعے جنت کا حصول

اولاد خواہ بچہ ہو یا بچی عطیہ الٰہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خواتین کو بڑی تسلی دی جن کے ہاں بچی کی ولادت ہوئی ہے۔ آپ نے احادیث پاک کی روشنی میں پڑھ لی ہیں۔

ماں کو دو دکھ جو اکثر پہنچتے ہیں

۱ بچی کے پیدا ہونے پر لوگوں کا شاکیانہ رویہ

۲ اولاد کو کوئی تکلیف ہو جائے یا بچے فوت ہو جائیں

ماں کے لیے بڑے صدمے کی بات ہے، ایسے معاملات میں بھی ہمارے لیے ایک کامیابی کا راستہ ہے اور وہ ہے "صبر"۔

جو شخص تقدیر پر کامل ایمان رکھتا ہے تو مصائب کا جھیلنا، اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے اور وہ اللہ رب العالمین کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ ایسے کامل ایمان شخص کے لیے حضور اکرم ﷺ نے یہ بشارت سنائی ہے کہ جب کسی شخص کے بچے کا انتقال ہو جاتا ہے، تو اللہ جل شانہٗ فرشتوں سے پوچھتے ہیں، کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ وہ جواب میں کہتے ہیں، جی ہاں! پوچھتے ہیں، تم نے ان کے دل کے ٹکڑے کی روح قبض کر لی؟ وہ کہتے ہیں، جی ہاں! پوچھتے ہیں، میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں کہ اس نے آپ کی حمد بیان کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام "بیت الحمد" رکھ دو۔ (ریاض الصالحین)

صبر کے فوائد:

اس صبر کے بڑے فوائد ہیں۔ جن میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جنت تک پہنچانے اور دوزخ سے بچانے کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ عورتوں سے فرمایا: تم میں سے کوئی عورت نہیں جس کے تین بچے وفات پا جائیں مگر یہ کہ وہ بچے اس عورت کے لیے دوزخ سے حجاب بنیں گے۔ ایک عورت نے کہا، اور اگر دو بچے مر جائیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو

Marfat.com

بھی۔(بخاری ومسلم)

ایمان کی قوت اور جذبۂ ایمانی کی اگر بہترین مثال دیکھنی ہو تو حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم کی ازواج طاہرات کی سیرت سامنے رکھیئے جو اس بات پر کھلی دلیل ہے کہ انہوں نے بچوں کے مرنے پر کس قوت ایمانی اور رضا بالقضا اور صبر کا ثبوت دیا اس لیے ماں باپ کو چاہئے کہ اپنے ایمان میں قوت پیدا کریں اور اگر کوئی مصیبت درپیش ہو تو اس وقت یقین وایمان کے ہتھیار کو استعمال کریں اگر کسی بچے کا انتقال ہو جائے تو تنگ دل اور آزردہ خاطر نہ ہوں، بلکہ صبر کریں۔ تاکہ وہ جو سب چیزوں کا مالک اور حاکم مطلق ہے اس سے اجروثواب حاصل ہو۔

باب نمبر 1

- اولاد بیٹی ہو یا بیٹا اللہ کا عظیم عطیہ والدین کی امنگوں کا ثمر ہے۔اس پر رب مہربان کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجالانا چاہیے۔
- اذان وہ سب سے پہلے کلمات جو بچے کے کانوں میں ایمانی آواز ہے اوراس سے زندگی کی ابتداء ہے۔
- گھٹی اور تحنیک کے احکام
- پیارا سانام جو شریعت کے مطابق ہو۔
- عقیقہ اور ختنہ کے مسائل

ان تمام احکام اسلام کی تفصیلات آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں

Marfat.com

اولاد ملنے پر اللہ کا شکر ادا کیجیے!

نعمت الٰہی پر شکر ادا کرنا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی۔
حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب یحیٰ علیہ السلام کی بشارت دی گئی تو وہ بڑے متعجب ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ:

☆ كَذَالِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَايَشَآءُ (آل عمران:۴۰)

''اسی طرح اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہے۔''

اور بعد میں شکر ادا کرنے کا حکم دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ:

☆ وَاذْكُر رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ٥ (آل عمران:۴۱)

''اور یاد کیجیے اپنے رب کو بہت اور تسبیح کیجیے شام اور صبح۔''

یعنی اپنے رب کو (دل سے بھی) بکثرت یاد کیجیے (اور زبان سے بھی) تسبیح (وتقدیس) کیجیے، دن ڈھلے بھی اور رات صبح بھی۔'' (معارف القرآن: ج ۲ ص ۶۲، ۶۳)

مبارک باد بیٹے پر بھی اور بیٹی پر بھی

جاہلانہ تصورات کا اثر ہے کہ بچی کی پیدائش پر والدین کو مبارک دینے کی بجائے تعزیت کی جاتی ہے۔ ایسا آج بھی بعض علاقوں اور خاندانوں میں ہو رہا ہے۔

میرے علم میں ایک خاندان ہے جو اجتماعی طور پر بچیوں کے حق میں نہیں تھے، جس کے یہاں بیٹی کا وجود ہوتا اس سے افسوس کرتے۔

آج ان کے خاندان سے اللہ نے یہ نعمت چھین لی ہے، بیٹے ہی بیٹے ہیں، خاندان میں شادی کرنے کے لیے ان کے ہاں عورت نام کی کوئی شے نہیں ہے۔

☆ تہنیت ومبارکباد ہر بچے پر دینی چاہیے، اس میں لڑکا یا لڑکی میں تفریق نہ کرنا چاہیے لڑکی کی پیدائش پر بھی خوشی کا اظہار کرنا چاہیے۔ حضرت عمرانؓ نے اللہ تعالیٰ سے بیٹے کا سوال کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم عنایت فرما کر فرمایا:

Marfat.com

لَيۡسَ الذَّكَرُ كَالۡاُنۡثٰى کہ جولڑکا تم نے مانگا وہ اس لڑکی کی طرح نہیں ہے۔ (سورۂ آل عمران)

ہم مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے معاشرہ میں اسی سنت کو قائم کریں تا کہ آپس کے تعلقات مستحکم ہوں اور صحیح معنوں میں اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہ سکیں۔

کسی کے یہاں بچہ پیدا ہو تو اس کے مسلمان بھائی کے لیے مستحب یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی خوشی میں شریک ہو اور اس کو مبارکباد دینے میں ایسا طریق اختیار کرے جس سے اس کو مزید خوشی ہو۔ ایسا کرنا اس کے تعلقات کو مستحکم اور روابط کو مضبوط کرتا ہے۔ اگر بالفرض مبارکباد نہ دے سکے تو بہتر یہ ہے کہ اس کے اور نومولود بچے کے لیے دعا کرے۔ اللہ تعالیٰ مسلمان کی دعا مسلمان بھائی کے حق میں قبول فرماتے ہیں۔ امت اسلامیہ کی راہنمائی کے لیے قرآن کریم نے مختلف مناسبات سے بچے کی پیدائش پر مبارکباد اور خوشخبری دینے کا تذکرہ کیا ہے۔ ہم ایک کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اور ایک آیت میں ہے:

☆ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨاسۡمُهٗ يَحۡيٰى لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِيًّا۝ (مریم ۸)

''اے زکریا! ہم تم کو ایک لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں، جس کا نام یحییٰ ہے۔ ہم نے اس سے پہلے اس نام کا کوئی نہیں بنایا۔''

سب سے پہلے غسل اور خالق کا نام

بچہ بولنے لگے تو اللہ سب سے پہلے کہلانا ہے، لیکن جب وہ بول نہیں سکتا، صرف ہنستا ہے اور روتا ہے، تو اس کے دل کی صاف تختی پر ''اللہ'' کا نام رقم ہونا چاہیئے۔ اس لیے پیدائش کے بعد نہلا دھلا کر بچہ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔

سب سے پہلے اذان و اقامت:

وَعَنۡ اَبِى رَافِعٍ رضی اللّٰه عنهُ قَالَ رَأَيۡتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اَذَّنَ فِىۡ اُذُنِ

Marfat.com

الحَسَنِ بن عَلِيٍّ حِيْنَ وَلَدَتْهُ فاطِمَة بالصَّلوٰة

رواۃ الترمذی و ابوداؤد وقال الترمذی هذا حديث حسن صحيح۔ مشکوٰۃ ص ۳۶۳ بحواله ترمذی و ابوداؤد۔

چنانچہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں حسن بن علی رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے، تو آپ ﷺ نے ان کے کان میں نماز والی اذان دی۔

اذان واقامت کہنے کا راز

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تحفۃ المولود'' میں لکھتے ہیں: انسان کے کان میں سب سے پہلی آواز ایسے کلمات کی پڑے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی پر مشتمل ہو، جیسے کہ مرتے وقت کلمہ توحید کی تلقین کی جاتی ہے۔ نیز ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اذان کے کلمات سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے، نیز ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اس بچے کو شروع ہی سے اللہ اور اسلام کی طرف اور اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دی جائے۔

اذان کوئی نیک آدمی سے پڑھوائیں اگر والد، دادا، نانا وغیرہ یہ کام کر سکیں تو اچھا ہے۔ نہ کر سکیں تو انہیں سیکھ لینا چاہیے۔ آسان ہے۔۔۔۔۔!

اس لیے کہ یہی وہ فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، جس کو شیطان بدلنا چاہتا ہے۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ نے بچہ کے پیدا ہوتے ہی عقیدۂ توحید کی حفاظت کا اہتمام فرمایا ہے۔ تاکہ وہ دنیا میں اللہ کا صحیح بندہ بن کر دنیا کی فانی زندگی گزار سکے۔

غسل میں احتیاط

حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ پہلے نمک والے پانی سے غسل دیں، پھر خالص پانی سے نہلائیں اور پورا چلہ دو، تین روز بعد نمک کے پانی سے نہلائیں بچہ بہت سی جسمانی بیماریوں سے بچ جاتا ہے۔

Marfat.com

نمک کے پانی سے نہلائیں تو پانی ناک، کان، منہ میں نہ جائے۔ غسل کے بعد تیل مل دیا کریں۔

گھٹی۔ تحنیک اور صحبتِ صالحین

''نیکی تو اس کی گھٹی میں پڑی ہے۔'' یہ جملہ ہم عام استعمال کرتے ہیں گویا ''گھٹی'' کے طور پر جو چیز سب سے پہلے بچے کے منہ میں جائے اس کے اثرات تاعمر رہتے ہیں۔

نومولود بچے کے سلسلہ میں منجملہ احکام اسلامیہ کے تحنیک بھی ہے اور "تحنیک" کے معنی ہیں کھجور کو چبا کر بچے کے تالو پر لگا دینا یعنی جو کھجور چبائی گئی ہے اس کا کچھ حصہ انگلی پر رکھ کر نومولود بچے کے منہ میں داخل کر دینا آہستہ آہستہ انگلی سے اس کے منہ میں داہنے بائیں پھیرنا، تاکہ وہ چبائی ہوئی کھجور پورے منہ میں پہنچ جائے اور اگر بالفرض کھجور موجود نہ ہو تو پھر کسی بھی میٹھی چیز سے "تحنیک" کر دینا چاہیے، چاہے مصری ہو یا شیرہ یا شہد، تاکہ سنت پر عمل اور نبی کریم ﷺ کے عمل کی پیروی ہو جائے۔

بہتر یہ ہے کہ "تحنیک" کسی متقی عالم نیک و صالح بزرگ سے کرائی جائے، تاکہ بچے کو برکت حاصل ہو اور اس کے لیے نیک فال ہو۔ کسی بدعتی اور بدعقیدہ سے یہ کام نہ کروائیں۔

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا، تو میں اس کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا، اور ایک کھجور سے اس کی "تحنیک" کی اور اس کے لیے برکت کی دعا کر کے اسے میرے حوالے کر دیا۔ (بخاری، مسلم)

معلوم ہوا نیک لوگوں سے گھٹی اور تحنیک کے اثرات بھی اچھے پڑتے ہیں۔ اور بزرگوں سے اپنے بچوں کے لیے دعائیں بھی کرواتے رہنا چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ بچہ کے لیے یہ مفید ہے کہ اسے نیک آدمیوں کے پاس لے جا کر تحنیک کرائیں اور برکت کی دعا لیں۔ آج معاشرہ میں برکت اور دعائے برکت کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہی، ان باتوں کو ''ملا کی بڑ'' سمجھا جاتا ہے۔

Marfat.com

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

بچوں سے آنحضرتؐ کا پیار

حضور اقدس ﷺ رحمتہ اللعالمین تھے، سب کے لیے سراپا رحمت تھے یہاں یہ چند سطور اس لیے لکھی جارہی ہیں کہ ہم بلا امتیاز بچوں اور بچیوں سے پیار رکھیں اور بچوں کی طرف تو خاص طور سے آپ کی شفقت متوجہ رہتی تھی، خود اپنے بچوں اور اپنی صاحبزادی خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بچوں کو بھی پیار فرماتے تھے۔ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے۔

☆ایک مرتبہ حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا اپنے بچہ کو لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، بچہ کو آپ نے گود میں بٹھالیا۔اس نے آپ کے مبارک کپڑوں پر پیشاب کردیا۔ (بخاری، مسلم)۔

☆جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو مکہ والوں نے اپنے بچوں کو آپؐ کی خدمت میں لانا شروع کر دیا۔آپ ان کے لیے برکت کی دعا فرماتے، سروں پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے۔(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۴ بحوالہ ابی داؤد).

Marfat.com

بچے اور اس کی ماں کے متعلق چند ضروری باتیں

۱ چالیس دن سے پہلے پہلے بچے کی ماں کو اچھوت سمجھا جاتا ہے یہ سراسر غلط ہے۔

۲ شوہر کا زچہ کی چارپائی کے قریب آنا برا سمجھا جاتا ہے۔ یہ ظلم ہے۔

۳ خون بند ہو جائے تو غسل کر کے نماز پڑھ لینی ضروری ہے۔ چالیس دن تک کے لیے نماز چھوڑنے کو لازمی قرار دینا گناہ کبیرہ ہے اگر خون چالیس دن میں بند ہو تو چالیس دن انتظار کرے۔

۴ دن مقرر کر کے زچہ کا نہلانا بے اصل ہے۔ بلکہ خود نہائے جب چاہے غسل کرے اور خون ختم ہو جائے تو پاکی کے لیے غسل کرے۔

۵ دیگر اوقات کی طرح غسل زچہ کے وقت عورتوں کا جسم دیکھنا بالکل حرام ہے۔

۶ بچے کی پیدائش، غسل زچہ کے موقعہ پر عورتوں کا اجتماع اور گانا بجانا اور دیگر خوشی کی کوئی بھی محفل آرائی گناہ ہے۔ کیونکہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

۷ زچہ کے ہاتھ سے پکی ہوئی چیز کھانا درست ہے۔

۸ محارم کا اس کے کمرے میں جانا جائز ہے۔ کوئی حرج نہیں۔

۹ بچہ کا پیشاب ناپاک ہے خواہ ابتدائی دنوں میں کرے یا بعد میں کرے۔

۱۰ بچے کی پیدائش پر رسمی لین دین مثلاً نیوتہ وغیرہ بے اصل ہیں۔ واپسی اور بدلے کی نیت کے بغیر تحفہ تحائف دینا جائز ہے۔

Marfat.com

ساتویں دن کرنے کے ضروری کام

(۱) سر منڈانا (۲) نام رکھنا (۳) ختنہ کرنا (۴) عقیقہ کرنا۔

آئندہ صفحات میں ان سب کی تفصیلات ملاحظہ کیجئے۔

(1) بچے کے بال مونڈنے کا حکم:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش پر آنحضرت ﷺ کی زبان مبارکہ سے یہ الفاظ صادر ہوئے اپنی صاحبزادی کو فرمایا:

اِحْلِقِی رأسَهُ وَتَصدّقِی لِوَزنِ شعرِه فِضَّةً عَلَی المساکِینِ

(سنن ترمذی، کتاب الاضاحی)

''اس کا سر مونڈ دو اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی مسکینوں پر صدقہ کرو۔''

اسلام کا ہر حکم دینی و دنیاوی فوائد کا حامل ہے چنانچہ نومولود کے سلسلے میں منجملہ احکام اسلام کے ایک یہ ہے کہ اسلام نے ساتویں دن اس کے سر کے بال مونڈنے اور ان بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ اس میں دو حکمتیں ہیں۔

① صحت وطب کے لحاظ سے یہ فائدہ ہے کہ بچے کا سر مونڈنے سے اسے قوت حاصل ہوتی ہے اور سر کے مسامات کھل جاتے ہیں اور ساتھ ہی اس سے نگاہ اور سننے اور سونگھنے کی قوت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

② دوسرے یہ کہ اس کے بال کے برابر چاندی صدقہ کرتنے سے معاشرہ میں باہمی امداد کا جذبہ پیدا ہوگا اور آپس میں تعاون و ترحم کی خوشگوار فضا وجود میں آئے گی۔

رسوم کی لعنت سے پرہیز

یہ احکام جو ذکر کیے گئے اگرچہ مندوبات و مستحبات کے قبیل سے ہیں۔ لیکن ہمیں چاہیئے کہ ہم ان کو کامل طور پر اپنی اولاد، رشتے داروں و متعلقین میں رواج دیں اور خود عمل کریں اور دوسروں

Marfat.com

سے عمل کرائیں۔ اس لیے کہ آج اگر مستحبات میں تساہل سے کام لیں گے تو آگے چل کر واجب و فرض کے معاملے میں بھی سستی برتنے لگیں گے، جس کے نتیجے میں صرف نام کے مسلمان رہ جائیں گے۔ بال مونڈنا ایک مستحب کام ہے اس میں لوگوں نے کئی ایسی رسمیں ایجاد کی ہیں جن کو فرائض تک کا درجہ دیا ہوا ہے۔ مثلاً پیدائش پر ننھیال والوں کے ذمہ ددھیال والوں کو کچھ دینا دلانا لازمی سمجھا جاتا ہے جو سراسر ظلم ہے اسے کبھی ھدے کا نام دیا جاتا ہے کبھی خوشی کا موقعہ بحرحال شہرت اور فضول خرچی اور بے شمار گناہ ان رسوم میں لازم آتے ہیں جو غلط ہے اور نہ یہ صلہ رحمی میں آتا ہے۔

(2) جب نام رکھنے کا مسئلہ درپیش ہو

پہلے یا تیسرے دن یا ساتویں دن یعنی عقیقہ والے دن تک نام رکھ دینا ہی چاہئے۔

آپ ﷺ نے اس بارے میں ہدایات دیتے ہوئے فرمایا:

وُلِدَلِیَ اللَّیْلَةَ غُلَامٌ فَسَمَّیْتُهُ بِاسْمِ اَبِیْ اَبْرَاهِیْمَ

(مسلم، کتاب الفضائل باب رحمة الصبیان۔ سنن ابی داؤد، البکاء علی المیت)

آج میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے، میں نے اس کا نام اپنے باپ کے نام پر ''ابراہیم'' رکھا ہے۔

☆ اب وہ وقت آگیا ہے اپنے لخت جگر کا پیارا سا نام رکھا جائے جسے پوری عمر لیا جائے گا۔ اور یہ اس کی پہچان ہوگی اسے یہ بچہ لکھے گا اور لوگ اسے اس نام سے پکاریں گے، اس اہم گھڑی کے متعلق اسلام کے پیارے احکامات کچھ اس طرح ہیں:

☆ (الف) بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کا نام ساتویں دن رکھا جائے اور بعض حدیثوں سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ بچے کا نام پیدا ہوتے ہی رکھنا چاہئے اور بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فوراً رکھنا ضروری نہیں ہے۔ بہرحال احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نام کے معاملے میں وسعت ہے تنگی نہیں ہے۔ خواہ اس کا نام پیدا ہوتے ہی رکھ دیا جائے یا تین دن بعد، یا ساتویں دن تک خوب سوچ بچار کر رکھا جائے، جس دن اس کا عقیقہ ہو سب کی گنجائش ہے۔

☆ (ب) کون سے نام رکھنا مستحب ہے اور کون سے مکروہ؟

Marfat.com

نام رکھتے وقت والد یا گھر کے بڑے یا مربی کو چاہئے کہ بچے کے لیے ایسا نام منتخب کرے جو بامعنی، اچھا اور پیارا ہو تاکہ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق عمل ہو جائے۔

☆ انکم تُدعون یومَ القِیامَۃِ بِاسمائِکُم وَبِاَسمَاءِ اٰبائِکم فَاَحسِنُوا اَسمَائکُم (ابو داؤد)

''تم لوگوں کو قیامت میں تمہارے اور تمہارے والد کے ناموں سے پکارا جائے گا، اس لیے نام اچھا رکھا کرو۔''

☆ امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان احبَّ اسمائکم اِلَی اللّٰہ عَز وَ جَلَّ عَبدُاللّٰہِ وَعبدُالرَّحمٰنِ (مسلم)

''اللہ کو تمہارے ناموں میں سب سے زیادہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے۔''

والدین اور خاندان کے بزرگوں کو چاہئے کہ بچے کا نام ان کلمات کے ساتھ نہ رکھیں جو اللہ تعالیٰ کے خصوصی نام ہیں۔ لہٰذا، احد، صمد، خالق، رزاق، رحمٰن وغیرہ نام نہیں رکھنے چاہئیں بلکہ عبدالاحد، عبدالصمد وغیرہ نام رکھنے چاہئیں۔

اس طرح ''شہنشاہ'' نام نہیں رکھنا چاہئے۔ اس لیے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ خبیث اور قابل غضب وہ شخص ہوگا جسے ''شہنشاہ'' کہا جاتا ہے اس لیے کہ شہنشاہ (بادشاہوں کا بادشاہ) صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اسی طرح کافروں کا نام بھی نہیں رکھنا چاہئے۔ جیسا کہ پرویز، خسرو، یا ابو طالب وغیرہ۔

☆ اسی طرح ایسا نام نہیں رکھنا چاہئے جس میں نیک فالی اور یمن ہو، تاکہ اگر اس نام والے کو پکارا جائے اور وہ وہاں موجود نہ ہو تو یہ نہ کہا جائے کہ وہ نہیں ہے۔

مثلاً افلح، نافع، رباح اور یسار وغیرہ۔ چنانچہ حدیث میں صراحۃً ان ناموں کے رکھنے کی ممانعت آئی ہے۔ (مسلم، ترمذی)

اسی طرح بچوں کا نام معبودان باطلہ کے نام پر نہیں رکھنا چاہئے مثلاً عبدالعزیٰ، عبدالکعبہ،

Marfat.com

عبدالنبی وغیرہ۔ اسی طرح معروف فاسق لوگوں کے نام بھی نہیں رکھنے چاہئیں۔ اس لیے کہ اس قسم کا نام رکھنا بالاتفاق ناجائز ہے۔

نیز ایسے نام نہ رکھیں جس میں عشق و محبت کا پہلو ہو، یا گندے اور فحش جیسا کہ کلب علی یا کلب عباس۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان ممتاز شخصیت کا مالک ہو اور وہ اپنی خصوصیات اور صفات سے پہچانا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ وطریقہ نام رکھنے کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو:

ارشاد فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے نام رکھا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کو ناموں سے سب سے زیادہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے اور سب سے سچا حارث اور ہمام ہے۔ اور سب سے ناپسندیدہ قبیح ”حرب“ اور مرہ ہے۔ (کیونکہ حارث کے معنی کسب کرنے والا، ہمام ارادہ کرنے والا۔ حرب کے معنی جنگ، مرہ کے معنی کڑوا۔)

نام کے متعلق اہم مسائل:

☆ (الف) اگر ماں اور باپ کے درمیان بچے کا نام رکھنے کے سلسلے میں اختلاف ہو جائے تو ایسی صورت میں نام رکھنا باپ کا حق ہے، اس لیے کہ قرآن کریم نے تصریح کر دی ہے کہ بچہ باپ کی طرف منسوب ہوگا نہ کہ ماں کی طرف۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (الاحزاب:)

”لے پالکوں کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہی پورا انصاف ہے۔“

☆ (ب) بچے کا لقب مذموم اور ناپسندیدہ رکھنا نہ باپ کے لیے جائز ہے نہ کسی اور کے لیے۔

☆ (ج) علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ بچوں کا نام نبی کریم ﷺ کے اسم گرامی پر رکھنا درست ہے۔ مگر نبی کریم ﷺ کی کنیت ابوالقاسم کے رکھنے میں اختلاف ہے، بہتر ہے اس سے بچا جائے۔

Marfat.com

☆ (د) اپنے بچے کو پیار سے الٹے ناموں سے پکارتے ہیں اس سے بہت سختی سے منع کیا گیا ہے۔

فرمایا: وَلَا تَنَابَزُوا بِالْاَلْقَابِ الٹے نام سے (کسی کو بھی) نہ پکارو۔

تجربہ ہوا ہے کہ مائیں بھی الٹا نام رکھ لیتی ہیں، ماؤں کو احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

Marfat.com

عقیقہ! خوشی کا مسنون طریقہ اور حکمت

ساتوں دن کا مسنون عمل ''عقیقہ'' بھی ہے جس کے متعلق احادیث میں ھدایات موجود ہیں، محبوب کریم علیہ السلام نے فرمایا:

☆ اَلصَّدقَةُ تُطفِیءُ غَضَبَ الرَّبِّ (مشکوۃ)

صدقہ اللہ کے غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے۔

ایک جگہ آپ ﷺ نے صدقہ کے ذریعے بلاؤں کے ٹلنے کی نوید سنائی ہے۔ چنانچہ نفل صدقہ بطور دعوت ہر مسلمان کھا سکتا ہے۔

خوشی کے اس موقعہ پر بھی ''عقیقہ'' کے ذریعے تقسیم مال کی ترغیب دی ہے۔ اسے ''عقیقہ'' کہتے ہیں۔

☆ لغت میں عقیقہ کے معنی کاٹنے کے آتے ہیں۔

شریعت کی اصطلاح میں عقیقہ کے معنی ہیں بچے کی پیدائش کے ساتویں دن بچے کی طرف سے بکرے یا بکری کا ذبح کرنا اور اس بچے کے سر کے بال منڈانا۔

☆ آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں اسے مسنون قرار دیا گیا ہے کہ اس طرح اولاد کے مستقبل کی حریصانہ خواہشوں کے پیچھے دوڑنے کے بجائے، بندے کو ابھی اور آئندہ زندگی میں بھی تقسیم مال کی روایت پر قائم رہنا ہے۔

☆ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَعَ الغُلَامِ عَقِیقَةٌ فاهرقوا عنه دمًا واَمیطُوا عَنهُ الاَذیٰ (بخاری)

''بچے کے پیدا ہونے پر عقیقہ کرنا چاہئے۔ لہذا اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس بچے سے گندگی دور کرو۔''

☆ نیز آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنِ الغُلَامِ شَاتَانِ مکافِئتَانِ وَعَنِ الجَاریة شَاةٌ (ترمذی)

''لڑکے کی طرف سے دو برابر کے بکرے یا بکری ذبح کیے جائیں اور لڑکی کی طرف

Marfat.com

سے ایک بکرا یا بکری۔''

☆ نیز حضور اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

كُلُّ غُلَامٍ مُرْتَهِنٌ بعقيقة تذبح عَنْهُ عِنْدَ يَوْمِ سَابِعِهٖ وَيُحلَقُ رَاسُهٗ وَسُمِّيَ (ترمذی وغیرہ)

''یعنی ہر بچہ اپنے عقیقہ کا مرہون ہے، اس کی طرف سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے اور سر مونڈا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔''

مطلب یہ ہے کہ بچہ بھلائیوں اور سلامتی آفات اور زیادہ نشوونما سے رکا رہتا ہے جب تک کہ اس کی طرف سے عقیقہ نہ کر دیا جائے ان حدیثوں سے عقیقہ کا مسنون و مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ یہی حنفیہ، جمہور فقہا اور اہل علم کا مذہب ہے۔ عقیقہ سنت عمل ہے، فرض نہیں ہے۔

عقیقہ کا مستحب وقت

اگر ساتویں دن نہ کر سکیں تو پھر چودھویں دن، اور اس میں بھی نہ کر سکیں تو پھر اکیسویں دن عقیقہ کریں یہ حکم استحبابی ہے، اگر اس کے علاوہ اور کسی دن بھی کریں گے، تو عقیقہ درست ہو جائے گا۔ مگر ساتویں دن کا لحاظ کرنا بہتر ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن پیدائش ہوئی ہے اس سے پہلے والے دن کرے مثلاً جمعہ کو پیدا ہوا ہے تو جمعرات کو، جمعرات کو پیدا ہوا ہے تو بدھ کو ساتواں دن ہی بنے گا۔

کیا لڑکے اور لڑکی کے عقیقہ میں فرق ہے؟

رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا ذبح کیا جائے گا۔ یہی مذہب حضرت ابن عباس و عائشہ رضی اللہ عنہما اور اہل علم کی ایک جماعت کا ہے اور امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ لڑکے کے عقیقہ میں بھی ایک ہی بکرا ذبح کیا جائے گا جیسا کہ لڑکی کے عقیقہ میں ہوتا ہے۔ خلاصہ و تطبیق یہ ہے کہ جس کو وسعت ہو وہ لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور اگر گنجائش نہ ہو تو لڑکے

Marfat.com

کی طرف سے بھی ایک ہی کرے، اس کو اس صورت میں پورا اجر وثواب ملے گا اور یہ شخص سنت پوری کرنے والا کہلائے گا۔ واللہ اعلم۔

عقیقہ سے متعلق دیگر احکام

(الف) علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عقیقہ میں وہ جانور جائز ہیں، جو قربانی میں جائز ہیں وہ درج ذیل ہیں:

① بکرا، بھیڑ، دنبہ ایک سال کا ہونا چاہیے۔ البتہ اگر چھ ماہ کا دنبہ موٹا تازہ ہو اور سال بھر کے برابر معلوم ہوتا ہو تو ایسے چھ ماہ کے دنبے کی قربانی اور عقیقہ درست ہے۔ لیکن بکرا، بکری جب تک ایک سال کے نہ ہو جائیں ان کی قربانی وعقیقہ درست نہیں ہے۔

② قربانی اور عقیقہ کا جانور عیوب سے مبرا وسالم ہونا چاہئے۔ لہٰذا اندھے، بھینگے اور ایسے لاغر جانور جن کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو اور ایسے لنگڑے جانور کی قربانی بھی جائز نہیں ہے، جو قربان گاہ تک خود سے نہ چل سکے۔

③ گائے، بھینس کی قربانی اور عقیقہ اس وقت تک درست نہیں، جب تک کہ دو سال پورے کر کے تیسرے سال میں داخل نہ ہو چکی ہو اور اونٹ کی قربانی اس وقت تک درست نہیں، جب تک پانچ سال پورے کر کے چھٹے سال میں داخل نہ ہو چکا ہو۔

(ب) عقیقہ میں شرکت جائز نہیں ہے (مگر حنفیہ کے یہاں اگر ثواب اور قربت کی نیت ہو تو ایک جانور میں شرکت ہو سکتی ہے جیسے کسی کی نیت قربانی کی (یہ صورت تو ایام قربانی میں ہی ہو سکتی ہے۔ مگر اس کے علاوہ دنوں میں بڑے جانور میں سات بچوں کے عقیقے ہو سکتے ہیں۔) ہو اور کسی کی عقیقہ کی۔ اسی طرح ایک گائے اور ایک اونٹ میں سات بچوں کے عقیقے بھی ہو سکتے ہیں۔ عقیقہ کا ایک حصہ یا کئی حصے قربانی کے بڑے جانور میں کیے جا سکتے ہیں اور یہ سنت ہے کیونکہ قربانی فرض ہے۔ جب ایک بڑے جانور میں سات آدمی شریک ہو کر اپنا فرض ادا کر سکتے ہیں اور ہر ایک کو ایک جانور قربانی کا ہی ثواب ملتا ہے تو عقیقہ کا ثواب کیوں نہ ملے گا؟

(ج) جو حکم قربانی کے گوشت کا ہے وہی عقیقہ کے گوشت کا بھی ہے۔ لہٰذا اسے صدقہ

Marfat.com

کرنا، ہدیہ کرنا سب درست ہے۔ اگر کوئی شخص عقیقہ کی خوشی میں دعوت کرنا اور اس کا گوشت پکا کر کھلانا چاہے تو یہ بھی درست ہے۔

❁ مستحب یہ ہے کہ عقیقہ بچے کے نام سے کیا جائے، اس لیے کہ ابن منذر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆ اذبَحُوا عَلیٰ اسْمِہٖ فقُولُوا بِسْمِ اللّٰہ اللّٰھمّ لک والیک ھٰذہٖ عَقیقَۃُ فُلانٍ

’’بچے کے نام سے عقیقہ کا جانور ذبح کرو۔ لہٰذا یوں کہو، اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں۔ اے اللہ! آپ ہی کے لیے ہے اور آپ ہی کے طرف یہ لوٹ کر جائے گا، اے اللہ! یہ فلاں کی طرف سے عقیقہ ہے۔ (فلاں کی جگہ بچے کا نام لے)۔‘‘

ساتویں روز عقیقے اور نام رکھنے کی حکمت

اللہ کے بتائے ہوئے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے، اگر فوراً عقیقے کا حکم ہو تو جانور ملنے میں بھی دشواری ہو اور زچہ بچہ کی خبر گیری میں بھی پریشانی ہو سات دن میں آسانی سے جانور کا انتظام بھی ہو سکتا ہے اور نام بھی سوچا جا سکتا ہے۔

ذرا احتیاط رہے!

عقیقہ خالصتاً اسلامی حکم ہے اس میں خوشی کا سہارا لے کر ناچ گانے و دیگر خرافات سے اس کے ثواب کو ضائع نہ کرنا چاہیے!

اس موقعہ پر کسی کے ہاں کھائے ہوئے عقیقے کے کھانے کا بدلہ اتارنے کے لیے، جو حضرات عقیقہ کرتے ہیں یا برادری میں نام ونمود کے لیے ایسا کرتے ہیں، انہیں ثواب نام کی کوئی چیز ہاتھ نہیں آتی۔

❁ ❁ ❁

ختنہ اور اس کی حکمت

ختنہ فطرتِ سلیم کی اساس اور اسلام کا شعار ہے۔ یہ اس ملت حنیفہ کی تکمیل ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی جاری فرمایا۔ یہ ملت حنیفہ ہی ہے جس نے دلوں کو توحید و ایمان پر ڈھالا۔ یہی وہ ملت ہے جس نے بدن کو فطرت سلیم سے آراستہ کیا۔ جن میں ختنہ، مونچھوں کا کتروانا، ناخن ترشوانا اور بغل کے بالوں کو صاف کرنا داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

☆ ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا (النحل:۱۲۳)

''پھر ہم نے آپ ﷺ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر چلیں جو بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے۔''

ختنہ مسلمان کو دوسرے مذاہب کے متبعین سے ممتاز کرتا ہے۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا اقرار، اس کے اوامر کا بجالانا اور اس کے حکم کے سامنے گردن جھکانا متحقق ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ختنہ کے بہت سے طبی فائدے بھی ہیں۔

بیشتر اہل علم کا مسلک ہے کہ بلوغ سے پہلے ختنہ ہو جانا چاہئے، اور بہتر ہے کہ شروع ہی میں برداشت کی عمر میں ختنہ کر دیا جائے۔ جیسا کہ بیہقی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا عقیقہ و ختنہ ساتویں دن کرا دیا تھا۔

اہم گذارش

ختنے کے موقعہ پر برادری کی دعوت اور لین دین کے من گھڑت مفروضہ رسوم ہیں، جن کی وجہ سے یہ حکم اسلامی مکدر ہو کر رہ جاتا ہے۔ یاد رکھیئے! ہمارے نبی اکرم ﷺ نے اس موقعہ پر کسی دعوت اور لین دین کی رسموں کا کوئی شرعی حکم نہیں دیا ہے۔ پھر ان رسوم پر فرائض سے بھی زیادہ پابندی کرنا کس طرح درست ہے؟

ناچ گانے، دیگر خرافات سے عذابِ الٰہی کو دعوت نہ دینی چاہئے۔ بطورِ شکرانہ کچھ خیرات کر دی جائے تو مستحب ہے۔

Marfat.com

باب نمبر 2

تربیت پر اثر انداز ہونے والے چھ ذرائع

① اچھے عملی نمونے، بہترین ذریعہ تربیت ہیں

② عادات کی تہذیب سے بھی تربیت موثر ہوتی ہے

③ اعمال واخلاق تعلیم ومطالعہ اور ہم نشینی کی دیکھ بھال سے بھی یہ فریضہ ادا ہوتا ہے

④ کبھی خیر خواہی کی باتیں سنانا بھی موثر ہو جاتا ہے

⑤ سزا جب کہ محدود ہو تو وہ بھی موثر رہتی ہے

⑥ داعی اور باکمال انسانوں سے میل ملاپ بھی بچے کے عزائم اور ارادوں کو جلا بخشتا ہے۔ اس سے بچے کو عبادات۔ خانۂ خدا اور ذکرِ الٰہی تک رسائی کا راستہ آسان ہو جاتا ہے

(آئندہ اوراق میں تفصیلات ملاحظہ فرمائیں)

اسوۂ حسنہ

اچھے عملی نمونوں کے ذریعے تربیت

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ (سورۂ احزاب)

"تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں اچھا نمونہ ہے۔"

یہ طریقہ اچھے عملی نمونوں کے ذریعہ کسی چیز کو مؤثر کرنا، اللہ کی سنت ہے، بچوں کے سامنے ستر ظاہر کرنے اور بیہودہ حرکات کا مرتکب ہونے سے اسی لیے منع کیا گیا ہے کہ بچے کا دل آئینہ کی طرح ہے، اس میں ہر اچھی اور بری تصویر گھر کر جاتی ہے۔

ہم خود جھوٹ بولیں اور بچے سے سچ کی امید رکھیں بڑے تعجب کی بات ہے۔

ہم وعدہ خلافی کریں اور چاہیں کہ ہمارا بچہ (جس سے کیا ہوا وعدہ آپ نے پورا نہیں کیا) وعدہ پورا کرے یہ کیسے ممکن ہے؟

اسی طرح دیگر عبادات و اطوار میں اپنے اعمال کے متعلق یہ نہ بھولیں کے آپ بچوں کو کیسا نمونہ دے رہے ہیں۔۔۔۔۔؟

تربیت کے باب میں بچے کی اخلاقی اور معاشرتی شخصیت سازی میں بحیثیت پیشوا اسوۂ حسنہ کو نہایت مؤثر وقومی وسیلہ قرار دیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے کی نظر میں مربی ایک عظیم نمونہ ہوا کرتا ہے۔ بچہ چال چلن میں اپنے مقتداء کی پیروی کرتا ہے اور شعوری وغیر شعوری طور پر اس کی نقل اتارتا ہے۔ چنانچہ اگر مربی سچا، امانت دار، بہادر اور پاکدامن ہے تو بچہ امانت، شرافت، بہادری اور پاکدامنی پر نشوونما پائے گا اور اگر مربی جھوٹا، خائن، بزدل اور خسیس ہے تو بچہ بھی جھوٹ، خیانت، بزدلی اور خساست میں بڑھے اور پلے گا۔

ابتداء اپنے سے کیجئے!

ایک عربی شاعر اساتذہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

Marfat.com

''پہلے خود اپنے نفس سے ابتدا کر کے اسے گمراہی سے روکو۔ اگر تمہارا نفس اس سے رک گیا تو پھر تم واقعی حکیم ہو گے۔''

فَهُنَاکَ يُقْبَلُ مَا وَعَظْتَ وَيُقْتَدىٰ بِالْعِلْمِ مِنْکَ وَيَنْفَعُ التَّعْلِيمَ

''پھر تمہارے وعظ کو قبول کیا جائے گا اور تمہارے علم کی پیروی کی جائے گی اور تمہارا تعلیم دینا بھی فائدہ مند ہوگا۔''

ہمارے لیے تو رسول اللہ ﷺ ہی مقتدا اور پیشوا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اعلیٰ ترین اخلاقی و عقلی کمالات سے متصف کر کے مبعوث فرمایا، تا کہ ہمیشہ مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ و اسوۂ بنیں۔ ہم ان کی عادات اپنے بچوں میں چاہتے ہیں تو پہلے خود ان کی زندگی کو سیکھیں اور عملی نمونہ دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)

''تم لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کا عمدہ نمونہ موجود ہے۔''

اللہ جل شانہٗ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شخصیت میں اسلامی نظام وطریقے کی کامل و مکمل تصویر رکھ دی ہے تا کہ آئندہ آنے والی قوموں کے لیے آنحضرت ﷺ اپنے کمالِ اخلاق اور عظمتِ کردار میں زندہ و تابندہ نمونہ ثابت ہوں۔ نبی مکرم ﷺ کے شرف و فخر اور ہمارے مربی ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا:

☆ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا (مشکوٰۃ)

''بلاشبہ میں استاد بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

بچوں کو سیرت محمد ﷺ کا مطالعہ اور اسوۂ حسنہ کے مختلف پہلوؤں سے ضرور آگاہ کرتے رہنا چاہیے، تا کہ ان کی زندگی کی تعمیر میں ابتدا ہی سے مثالی نقش تام نمایاں ہو۔

اپنا ہر کردار صاف ستھرا رکھیے، تا کہ آپ کے بیٹے یا بیٹی کو اچھا نمونہ میسر آئے، اسی طرح بچیوں کے لیے ماؤں سے عرض کروں گا کہ صحابیات کی مبارک عادات اپنائیں، تا کہ پردہ نماز، تلاوت، شعار اسلامیہ کی مکمل تعلیم ان کے سامنے آئے اور وہ اسے اخذ کر سکے۔

عادات کی تہذیب وعظ و نصیحت

فضائلِ اعمال میں ہے کہ ایک کھجور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے منہ میں ڈالی آپ ﷺ نے ''کخ کخ'' فرما کر فوراً ہی نکلوادی تا کہ یہ بچہ ابھی سے ممنوعہ چیزوں سے پرہیز کرے۔

کیونکہ بچے کا آئینہ دل ہر اچھی اور بری عادت کو محفوظ کرتا ہے، کیونکہ شریعت اسلامیہ میں یہ طے شدہ امر ہے کہ بچہ از روئے فطرت خالص توحید، دین قیم اور ایمان باللہ پر پیدا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک ہے:

☆ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْيُنَصِّرَانِهٖ اَوْيُمَجِّسَانِهٖ (بخاری)

''ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، مگر اس کے ماں، باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔''

یہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ بچے کو ابتدائی عمر ہی سے تعلیم و تادیب کے ذریعے توحید خالص اور مکارم اخلاق اور نفسیاتی فضائل اور شریعت کے شاندار آداب کا عادی بنانا چاہئے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر بچے کو نیک و صالح ماں باپ میسر آجائیں اور وہ اس کو ایمان و اسلام کی بنیادی باتیں سکھلا دیں تو بچہ ایمان و اسلام کے عقیدے پر نشو ونما پائے گا۔

انہی بنیادی امور کی بنا پر سلف صالحین اور بچوں کے لیے اچھے مربی منتخب کیا کرتے تھے اور ان کو اچھی باتیں سکھلانے اور اعلیٰ اخلاق سے آراستہ کرنے اور بہترین صفات کا حامل بنانے کے لیے اچھی فضا مہیا کرتے تھے۔

چنانچہ امام راغب اصفہانی ؒ لکھتے ہیں کہ خلیفہ منصور نے بنی امیہ کے جیل میں قیدی لوگوں سے یہ دریافت کیا کہ قید کے دنوں میں سب سے زیادہ تکلیف آپ لوگوں کو کس چیز سے ہوئی؟ انہوں نے کہا اس سے کہ ہم اپنے بچوں کی تربیت کرنے سے محروم ہو گئے ہیں۔

بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں ابن سینا کی یہ وصیت ہے کہ بچے کے ساتھ مکتب میں ایسے بچوں کا ہونا ضروری ہے جو اچھے آداب واخلاق کے مالک ہوں، جن کی عادات پسندیدہ ومحمود ہوں

Marfat.com

اس لیے کہ بچہ بچے کو دیکھ کر ہی ادب سیکھتا ہے اور اسی سے مانوس ہوتا ہے۔

لہذا محترم والدین سے ہم توقع رکھیں گے کہ وہ ابتدا ہی سے بچے میں اچھی عادات (جن کا کچھ حصہ آداب کے باب میں آرہا ہے) بچے کی طبیعت میں سمودینے کی کوشش کریں گے۔

خیر خواہی کی باتیں سنانا

وہ اہم وسائل جو بچے کی ایمانی، معاشرتی اور اخلاقی تربیت میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی تربیت وعظ ونصیحت کے ذریعے کی جائے، اس لیے کہ بچے کو اشیا کی حقیقت سمجھانے اور اسے اچھے کاموں میں لگانے اور مکارم اخلاق سے آراستہ کرنے اور اسلام کی بنیادی مہمات سے آشنا کرانے میں وعظ ونصیحت کو بڑا دخل ہے۔ اس لیے قرآن کریم نے اسی وعظ ونصیحت کے طریقے کو اپنایا اور اس کے ذریعے نفوس سے تخاطب کیا اور بے شمار آیات میں اسے دہرایا اور مختلف مقامات پر اپنے نصائح سے رہنمائی فرمائی ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

☆ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ

بلاشبہ نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔ (قرآن کریم)

یاد رکھیئے! بچہ سات سال تک نصیحت کا اثر خادمانہ طور پر قبول کرے گا، پھر چودہ سال تک اپنی رائے بھی شامل کرے گا اس کے بعد خود نصیحت کرنا بعض اوقات کم مؤثر ہوتا ہے۔ البتہ دوسروں کے ذریعے سے مطلوبہ خیر خواہی بچے تک پہنچانا، کتاب پڑھ کر یا اسے کسی طرح مطالعہ کروا کر نصیحت پہنچانا مفید رہتا ہے۔ لیکن بچے کو جواب ''لڑکا'' بن چکا ہے اسے قطعی علم نہ ہو کہ میرے لیے یہ انتظام کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بچپن میں آنحضرتؐ کے واقعات، صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز قصے اور اللہ کے نیک بندوں کی ایمانی باتیں بچے کی ذہنی سطح پر لاکر آسان اور پیار بھرے انداز میں کہانی کا رنگ دے کر بچوں کے ذہن میں اچھی باتیں ڈالی جاسکتی ہیں۔

Marfat.com

سزا جو محدود ہو وہ بھی مؤثر رہتی ہے

اسلامی شریعت کے بہترین عادلانہ احکامات اور اس کے عظیم بنیادی قواعد اس غرض کے لیے مقرر کیے گئے ہیں تاکہ انسان کی بنیادی ضروریات کی حفاظت ہوسکے جن سے کوئی بھی انسان نہ مستغنی ہوسکتا ہے اور نہ اس کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔ بچوں کے لیے سزا کی تجویز حقیقت میں اس کے دین، اس کے نفس، اور اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے ہے۔ سختی اصل مقصود نہیں ہے ایک انتہائی مجبوری عمل ہے۔ لیکن اس کے باوجود اصل یہ ہے کہ بچے کے ساتھ نرمی اور پیار کا برتاؤ کیا جائے۔ کیونکہ صرف سزاء سے اعضاء کمزور اور بے حیائی طبیعت بن جاتی ہے۔

ماں باپ اور اولاد کے درمیان محبت اور احترام برقرار ہو تو بعض اوقات صرف ماتھے پر شکن ڈالنا بھی کافی ہوجاتا ہے۔ کبھی معمولی ڈانٹ ڈپٹ بھی کارفرما ہوجاتی ہے۔ اولاد سے قطع تعلق اور بول چال بند کردینا مفید نہیں رہتا۔ گھر سے نکال دینے میں بھی بڑے خدشات ہیں، سختی اور نرمی دونوں کا ملا جلا استعمال بڑا فن ہے، جس سے بہت سے مسائل حل ہوجاتے ہیں۔ زیادہ سزاء سے بچہ ڈھیٹ ہوجاتا ہے۔

☆ چنانچہ امام بخاریؒ اپنی کتاب ''الادب المفرد'' میں روایت کرتے ہیں کہ نرمی اختیار کرو اور سختی اور فحش گوئی سے بچو اور آجریؒ (ایک راوی) روایت کرتے ہیں کہ سکھاؤ لیکن سختی نہ کرو۔

☆ خطا کار بچے کو سزا دینے میں اس کی طبیعت کی رعایت کی جائے۔

بچے ذکاوت اور سمجھداری میں ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ لہٰذا بعض بچوں کو اصلاح و تنبیہ کے لیے ان کی طرف ترچھی اور تیز نگاہوں سے دیکھنا بھی کافی ہوتا ہے، جبکہ دوسرا بچہ سزا میں سختی اور ڈانٹ ڈپٹ کا محتاج ہوتا ہے، اور کبھی مربی کو اصلاح و نصیحت اور ڈانٹ ڈپٹ میں ناکامی کے بعد خفیف سزا کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ غرض مربی کو سزا دینے میں نہایت حکمت سے کام لینا چاہیے اور ایسی سزا دینا چاہیے جو اس کی ذکاوت اور مزاج کے موافق ہو۔

سزائیں کیسی ہوں؟

سزاء میں کھڑا کرنا، کان کھینچنا۔ اٹھنے بیٹھنے کی سزاء دینا۔ ایک دو لائنیں کاپی پر لکھ کر ان کی مشق کے لیے کہنا تا کہ خوش خطی بھی ہو اور سزاء بھی ہو۔ سکول یا مدرسہ کے کسی حصہ کی صفائی یا کسی اور مفید کام کی بھی سزا دی جا سکتی ہے۔ زیادہ سخت اور تکلیف دہ مار نہیں ہونا چاہئے، بلکہ ہلکی پھلکی معمولی چھڑی سے ہاتھ پاؤں وغیرہ پر مارنا چاہیے اور اگر بچہ چھوٹا ہو تو دو تین چھڑیوں سے زیادہ نہیں مارنا چاہیے۔

جب تک بچہ دس سال کی عمر کو نہ پہنچ جائے اسے نہیں مارنا چاہیے۔ اس حدیث کی بنا پر جو پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ مُرُوْ اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب کہ وہ سات سال کے ہو جائیں اور (نماز نہ پڑھنے پر) ان کو مارو جب کہ وہ دس سال کے ہو جائیں۔''

Marfat.com

اعمال واخلاق اور ہمنشینی کی دیکھ بھال

دیکھ بھال کے ذریعے تربیت سے مراد یہ ہے کہ بچے پر نظر رکھی جائے اور اس کے عقیدہ و اخلاق کے بنانے اور اس کی جسمانی تربیت اور حصول علم کے بارے میں برابر نگرانی رکھی جائے کہ

☆ بچے کیا پڑھتے ہیں؟

☆ کیا کھیلتے ہیں؟

☆ کیا بولتے ہیں؟

☆ کیا کیا چھپاتے ہیں؟

☆ اور کن چیزوں کا اظہار کرتے ہیں؟

اسلام نے اپنے بنیادی اصولوں کے ذریعے والدین اور مربیوں کو اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ سب کے سب زندگی کے ہر گوشے میں اپنی اولاد کی دیکھ بھال میں کسر نہ چھوڑیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْآ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (التحریم:٦)

''اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔''

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل وعیال کی تربیت کرو اور انہیں تعلیم دو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم ان کو اس چیز سے روکو جس سے اللہ نے تمہیں روکا ہے اور تم انہیں ان باتوں کا حکم دو، جن باتوں کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے، تو یہ اس طرح ان کے اور جہنم کی آگ کے درمیان آڑ اور رکاوٹ ہو جائے گی۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

☆ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ:١٣٢)

''اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے۔''

وہ احادیث جو بچوں کی دیکھ بھال کے سلسلے میں آئی ہیں بے شمار ہیں، جن میں سے بعض اسی کتاب میں جا بجا درج کی جا چکی ہیں، اس لیے اب اس موقع پر ہم صرف ایک حدیث کے نقل پر اکتفا کرتے ہیں:

ابو سلیمان مالک بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے پاس بیس رات ٹھہرے رہے۔ تو نبی کریم ﷺ کو یہ خیال ہوا کہ ہمیں اپنے گھر والوں سے ملنے کی خواہش ہوگی، لہذا ہم سے اس کے متعلق دریافت فرمایا کہ اپنے اہل وعیال میں سے کس کو پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں؟

تو ہم نے اس کی اطلاع دی، چونکہ حضور ﷺ بڑے نرم رحمدل تھے اس لیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اہل وعیال کے پاس جاؤ اور انہیں تعلیم دو اور اچھی باتوں کا حکم دو اور اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک آدمی جو بڑا ہو وہ امامت کرے۔ (ریاض الصالحین۔ مشکوٰۃ)

یہ واقعہ ہمیں دیکھ بھال کرنے کی طرف راہنمائی کر رہا ہے کہ آپ ﷺ نے ان زیر تربیت نوجوانوں کی عادات واطوار سے آنحضرت ﷺ نے اندازہ کر لیا کہ وہ گھروں کے لیے بے چین ہیں یہ اسوۂ حسنہ ہمیں بچوں پر ہر قسم کی نظر رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔

چنانچہ نگرانی اس انداز سے ہو کہ بچے کو معلوم نہ ہو کہ میں زیر نظر ہوں تو بہتر فوائد مرتب ہو سکتے ہیں۔

اب ہم نگہبانی کے مختلف پہلوؤں پر تھوڑی گفتگو کرتے ہیں جن سے تربیت کرنے والوں کے لیے زندگی کے ہر شعبے میں راہنما اصول ملیں گے۔

Marfat.com

تربیت کے دو بنیادی ضابطے

۱۔ربط وتعلق سے تربیت کے اصول

۲۔متنبہ کرنے کے اصول

ربط وتعلق سے تربیت کے اصول پانچ ہیں:

(1)۔اعتقادی تربیت

مربی پر لازم ہے کہ وہ بچے کے دل ودماغ میں مندرجہ ذیل باتیں ایمان کی پختگی کی حد تک واضح کردے: اللہ جل شانہٗ پر ایمان، فرشتوں، آسمانی کتابوں، رسولوں، فرشتوں کے سوال، آخرت کے احوال، دوبارہ زندہ کیے جانے اور حساب وکتاب، جنت ودوزخ ایسے غیبی امور پر ایمان۔ پس اگر بچے کو ایمان کا اتنا احساس ہوجائے گا تو پھر یہ احساس اسے معاشرتی برائیوں اور نفسانی وساوس اور اخلاقی خرابیوں سے روک دے گا اور وہ روحانی اور اخلاقی طور پر اعلیٰ درجے میں ہوگا۔

(2)۔نفس کی پاکیزگی

اسے ہماری شریعت میں ''تزکیۂ نفس'' کا نام دیا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں نفس کی پاکیزگی ''روحانی ارتباط'' سے مراد یہ ہے کہ بچے کی روح صاف، پاکیزہ اور روشن ہوجائے اور اس کے دل سے ایمان اور اخلاص کے چشمے پھوٹ نکلیں اور اس کا نفس پاکیزگی اور روحانیت کی فضا میں بلندی کی معراج کو پہنچ جائے۔ نفس کی پاکیزگی میں بنیادی چیز بچے میں یہ احساس پیدا کرنا کہ انسان کی زندگی ایک خاص متعین مقصد کے لیے ہے۔ اسلام نے مسلمان کو مختلف قسم کے روحانی امور سے مربوط رکھنے کے لیے ایک خاص نظام مقرر کیا ہے، تاکہ مسلمان اپنی پاکیزگی، طہارت اور تزکیہ کے فطری اور روحانی جوہر کو ہمیشہ ہمیشہ محفوظ رکھ سکیں۔ چند یہ ہیں:

(الف) بچے کو عبادت سے مربوط رکھنا

صحابہ کرامؓ مسجد نبویؐ میں کبھی آنحضرت ﷺ کی مجلس میں بچوں کو لے جاتے، تاکہ ان کا

ربط عبادات اور صحبت نبویؐ سے جڑ جائے، اس لیے سب سے پہلے بچوں کو نماز کا پابند بنایا جائے اس کے ساتھ ساتھ روزہ رکھنے کی بھی تاکید کی جائے بشرطیکہ روزہ رکھنے کی طاقت ہو اور باپ اگر صاحب حیثیت ہو تو بچے کو حج سے اور حج کے اجتماعی فلسفہ سے بھی واقف کرائے اسی طرح مال و دولت منصب و عزت اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ ان کی اجتماعی تصرف کے مقاصد سے بھی آگاہ کرائے۔

مربی محترم کو چاہیے کہ بچے کو یہ ذہن نشین کرائیں کہ اسلام میں عبادت صرف ان چاروں عبادتوں ہی میں محصور نہیں ہے بلکہ عبادات ہر ایک نیک کام میں شامل ہے، جس میں مسلمان اللہ تعالیٰ کے نظام کو اختیار کرتا ہے اور اس سے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے، اس لیے لازم ہے کہ بچے کو بچپن ہی میں خیر و شر کی بنیادی باتیں اور حلال و حرام اور حق و باطل کی نشانیاں اور علامتیں سمجھا دیں، تا کہ بچہ حلال کو اختیار کرے اور حرام سے بچے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِعْمَلُوْ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَاتَّقُوْا مَعَاصِيَ اللّٰهِ وَمُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِامْتِثَالِ الْاَوَامِرِ وَاجْتِنَابِ النَّوَاهِي فَذٰلِكَ وِقَايَةٌ لَهُمْ وَلَكُمْ مِنَ النَّارِ

(ابن جریر و ابن المنذر)

''اور اللہ کی اطاعت اختیار کرو اس کی نافرمانی سے بچو۔ اور اپنے بچوں کو اوامر کے امتثال اور نواہی سے اجتناب کا حکم کرو۔ یہ ان کے اور تمہارے لیے جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔''

(ب) قرآن پاک سے ربط پیدا کرنا

قرآن مجید مسلمانوں کے لیے زندگی کا بنیادی ضابطہ ہے۔ اس کی تلاوت اور حتی المقدور ترجمہ کی تفہیم کا بندوبست لازمی طور پر کرنا چاہیے۔

امام غزالیؒ نے ''احیاء العلوم'' میں یہ وصیت کی ہے کہ بچے کو قرآن کریم اور احادیث اور نیک لوگوں کے واقعات اور دینی احکام کی تعلیم دینا چاہیے۔

Marfat.com

(ج) اللہ کے گھروں کے ساتھ ربط

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب تم کسی کو مسجد میں زیادہ آتے جاتے دیکھو تو اس کے مؤمن ہونے کی گواہی دو۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

☆اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ

(التوبہ:۱۸)

''ہاں! اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں اور نماز کی پابندی کریں۔''

محترم والدین و اساتذہ! یاد رکھنا چاہیے کہ مسجد اسلام کی نظر میں ان اہم ستونوں میں سے ہے، جس پر تمام گزشتہ زمانوں میں مرد مسلم کی تیاری اور اسلامی معاشرے کا دارومدار رہا ہے اس لیے کہ مسجد کے بغیر نہ آپ کے بچے کی روحانی و ایمانی تربیت ہو سکتی ہے اور نہ اخلاقی و معاشرتی تعمیر، مسجد کے بغیر مسلمان کو وعظ و نصیحت اور وہ کلمۂ حق سننا نصیب نہیں ہو سکتا جس کا اثر اس کے نفس و روح پر ہوتا ہے اور جس کے اثر سے اس کے احساسات و شعور میں بیداری پیدا ہوتی ہے۔ مسجد کے بغیر عام مسلمان مشرق و مغرب کے مسلمانوں کے حالات و مصائب اور حاجات نہیں جان سکتا اور مسجد کے بغیر مسلمان کے لیے یہ قطعاً ممکن نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ مہربانی و شفقت کے ساتھ پیش آئے اور کوئی مسلمان مصیبت اور پریشانی کے وقت مسجد کے علاوہ کوئی اطمینان و سکون کی جگہ نہیں پاتا۔

لہٰذا مربی حضرات کو چاہیے کہ اللہ کے گھر سے اپنے بچوں کا رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کریں، مسجدوں میں ان کی ارواح کی تربیت اور عقلوں کی صفائی اور نفوس کی تہذیب اور ستھرائی نصیب ہو گی، تاکہ وہ اسلامی معاشرے کے افراد کے ساتھ مل کر اپنے اتحاد اور وحدت کو ثابت کر سکیں۔

ملاحظہ:۔ مسجد کو جانے کے لیے بچے کو وضو وغیرہ کروا کر اس کا لباس اور ظاہری بود و

Marfat.com

باش مسجد کے ماحول کے مطابق بنائیں گے، تو اس عمل کے اثرات بچے پر بہت اچھے رہیں گے۔ اسے سکھائیں کہ وہ مسجد میں شور نہ کرے۔ نماز میں ادھر ادھر نہ دیکھے اور مسجد میں رہنے تک مکمل آداب بھی سکھا دیں تو اس کا وہاں جانا بہت مفید رہے گا وہ وہاں سے خاص اسباق لے کر آئے گا اس کے حق میں یہ بہت ہی اچھا ہے۔

(د) ذکر اور دعاؤں سے رابطہ

☆ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (البقرۃ:۱۵۲)

''سو تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد رکھوں گا۔''

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ (بخاری)

''اس شخص کی مثال جو اللہ کو یاد کرتا ہے اور اس کی مثال جو اللہ کو یاد نہیں کرتا، زندہ اور مردہ کی سی ہے۔''

اس کے علاوہ ذکر کی فضیلت میں بے شمار حدیثیں ہیں جو معروف و مشہور ہیں۔

لہٰذا سب سے پہلے بچے کو سُبحان اللّٰہ 33 مرتبہ۔ اَلحَمدُ لِلّٰہ 33 مرتبہ۔ اَللّٰہ اَکبَرُ 34 مرتبہ۔ انگلیوں پر پڑھنا سکھائیں۔ اگر آپ یہ عمل اسے دکھا کر کریں تو وہ خود ہی سوال کرے گا۔ اسی طرح اَلحَمدُ لِلّٰہ ، اَللّٰہ اَکبَرُ موقعہ ومحل کے اعتبار سے آپ بھی بچے کو سنا کر کہیں تو اسے عادت ہو جائے گی۔ کھانے پینے کی دعائیں اسی کتاب میں کچھ مذکور ہیں انہیں یاد کرا دیا جائے تو مفید رہے گا۔ اس کے علاوہ دیگر کتب سے استفادہ کر کے سوتے جاگتے وقت کی دعائیں اور ہر کام بسم اللہ سے شروع کرنے کی عادت اسی طرح اسلام وعلیکم وغیرہ اسلامی الفاظ سکھائیں۔

(3) فکری ربط وارتباط

بچے کو کوئی بھی تکلیف ہوئی ماں نے کہا:

❶ یہ دانت درد مسواک نہ کرنے کی وجہ سے ہوا۔

❷ یہ حادثہ دعاءِ سفر نہ پڑھنے کی وجہ سے ہوا۔

❸ فلاں جگہ کے کافر مسلمانوں کو پریشان کر رہے ہیں، اللہ ہمارے بھائیوں کی مدد کرے گا۔ اسی طرح فکری طور پر بچے کو خدا اور بندگان خدا سے ہم آہنگ کیا جا سکتا ہے۔

فکری ربط کے سلسلے میں اظہار خیال کے لیے مندرجہ ذیل حقائق کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے:

① اسلام کا ابدی اور ہر جگہ اور ہر زمانہ کے لیے صلاحیت رکھنے والا نظام، جس سے معلوم ہو کہ تہذیب حقیقی تو صرف ''اسلام'' ہے۔

② پہلے زمانے کے لوگ عزت کی چوٹی پر اس لیے پہنچے کہ انہوں نے دین اسلام اور قرآن کریم کے نظام کو اپنی زندگی کے ہر شعبے میں نافذ کیا۔

③ (ریاض الصالحین۔ مشکوٰۃ) ان سازشوں کو بے نقاب کرنے والے اصحاب دعوت و جہاد کی ان لوگوں کے خلاف کوششیں جو دشمنان اسلام ہمارے دین کے خلاف کرتے رہتے ہیں، جن کا مقصود صرف یہ ہے کہ اسلام کا نام ونشان مٹا دیا جائے اور مسلمان خاندانوں میں آزادی و بے راہ روی کو عام کر دیا جائے۔

④ ہمیشہ یہ بات یاد دلاتے رہنا کہ مسلمان بغیر اسلامی نظام کو اپنائے اپنے کھوئے ہوئے مقام کو حاصل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ

''ہم وہ قوم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام کے ذریعے عزت دی ہے۔''

⑤ یہ بات یاد دلاتے رہنا کہ ہماری یہ پسماندگی اس لیے ہے کہ ہم ''اسلام'' سے دور ہو گئے ہیں اور اسلامی نظام کے مطابق اپنے معاملات کا فیصلہ نہیں کرتے۔

⑥ یہ یاد دلانا کہ دشمن خواہ کتنے ہی منصوبے کیوں نہ بنالیں، مگر خوش انجامی مسلمانوں ہی کے لیے ہوگی۔ اس سلسلے میں اچھے اعمال کے اخروی نتیجے بھی سنائے جائیں

⑦ حق و باطل کی کشمکش میں حق کا ساتھ دینا۔ مسلمانوں کے اپنے قومی اور وطنی حقوق کی جنگ میں ان کا ساتھ دینا۔ اور جہاں مسلمان مصائب میں ہوں ان کے لیے اپنی جان و مال قربانی

کے لیے تیار رکھنا۔ اور بچوں کے سامنے صحابہ کرامؓ کی قربانیوں اور ایثار کے تذکرے کرنا۔

اگر آپ نے بچوں کی یہ اسلامی ذہن سازی کر دی تو آپ سمجھ لیں کہ فکری طور پر بچوں کا اسلام سے ربط ہو جائے گا اور اسلام کی پیش کردہ شریعت کے سوا وہ کسی فکر کو دستور و نظام نہ سمجھیں گے اور نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی کو امام و مقتدی نہیں بنائیں گے اور کبھی ملحدانہ پروپیگنڈوں اور غلط عقائد سے متاثر نہ ہوں گے۔ ان سے متاثر ہونے کے بجائے وہ اپنے حقیقی دین پر کاربند رہیں گے اور اس عارضی زندگی اور آخرت کی ابدی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں سے مالا مال رہیں گے۔

بغیر کتاب پڑھے گھر سے یہ اسباق جن بچوں کو ملتے ہیں، وہ خدانخواستہ جاہل بھی رہ جائیں تو اپنی فکری بلندی کی وجہ سے تعلیم یافتہ لوگوں سے آگے ہوتے ہیں۔

(4) معاشرتی امور سے تعلق کے اہم ضوابط

عظیم لوگوں کی سوانحات میں ہے کہ اچھے انسانوں سے ان کے ربط نے انہیں چند نشستوں میں وہ دیا ہے جو بڑے خواندہ لوگ بہت جستجو اور تحقیق کے بعد حاصل نہ کر پائے ہیں، اس لیے معاشرے کے اہل لوگوں سے ربط ''بڑی نعمت'' ہے۔ بچے کے معاشرے سے ارتباط سے مراد یہ ہے کہ مربی یہ کوشش کرے کہ بچہ جب کسی قدر باشعور ہو جائے تو اس کا تعلق و رابطہ ایسے صاف ستھرے معاشرے سے پیدا کر دے، جس سے بچہ اپنے نفس کا تزکیہ اور قلب کی طہارت اور ایمان میں مضبوطی اور عقل کے لیے علمِ نافع اور کردار کے لیے اخلاق فاضلہ اور جسم کے لیے قوت وصحت اور فکر کے لیے اسلامی سوجھ بوجھ اور جہاد کے لیے دعوتِ صادق اور روح کے لیے ربانی نور اور دین کے لیے ایمانی جذبہ وحرارت حاصل کر سکے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا صالح معاشرہ ہے، جس سے بچہ عمدہ صفات حاصل کر سکے؟ تو میرا خیال یہ ہے کہ اگر تین قسم کے رابطے اور تعلق پیدا کر دیئے جائیں، تو یہ چیز حاصل ہو سکتی ہے۔

[۱] بچے کا عالم و بزرگ سے رابطہ۔ [۲] بچے کا اچھی صحبت سے واسطہ۔ [۳] بچے کا دعوت و تبلیغ کے داعیوں سے تعلق۔

Marfat.com

① بچے کا عالم، بزرگ ودانا شخص سے ربط و تعلق

اگر بچے کا تعلق کسی ایسے نیک، صالح مخلص عالم، بزرگ ودانا شخص سے قائم کر دیا جائے جو اسلام کی حقیقت سے باخبر اور اس کے لیے حمیت وغیرت رکھنے والا اور اس کی خاطر جہاد کرنے والا اور اس کے حدود واحکام کو نافذ کرنے والا اور اس کے احکام پر عمل کرنے والا اور منہیات سے روکنے والا اور حق بات کہنے میں کسی کی ملامت کی پروانہ کرنے والا، تو ایسا بچہ ایمانی اور اخلاقی اعتبار سے کامل اور علمی لحاظ سے پختہ ثابت ہوگا۔

② بچے کو اچھی صحبت اور نیک لوگوں سے وابستہ کرنا

بچے کی ایمانی واخلاقی تعمیر کے اہم عوامل میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کو شروع ہی سے نیک اور صالح لوگوں کی صحبت مہیا کی جائے تاکہ بچہ ان سے وہ شاندار روحانیت، نافع علم اور عمدہ اخلاق حاصل کر سکے جس سے اس کی نیک اور بلند کردار شخصیت اجاگر ہو۔

لہٰذا مربی کو چاہیے کہ اپنے بچے کے لیے ایسے دوستوں کو تلاش کرے، جنہوں نے باکمال اساتذہ کی خدمت میں رہ کر تربیت حاصل کی ہو، ایسی صورت میں بچے کی شخصیت میں اعلیٰ ترین کمال پیدا ہوگا۔

گھر کی صحبت: نیز مربی کا فریضہ ہے کہ ان لوگوں سے باخبر رہے، جن سے بچہ ملتا جلتا اور ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے خواہ وہ اس کے بھائی بہن ہوں یا دوسرے عزیز، رشتہ دار، اس لیے کہ بچے کا بڑا بھائی یا بڑی بہن خیر وشر میں دوسری تمام اولاد کے لیے ایک نمونہ اور مثال بنتے ہیں۔ اس لیے ماں باپ بچہ یا بچی کو اگر بالکل آزاد اور بے لگام چھوڑ دیں گے تو ایسے بھائی یا بہن کا دیگر بچوں کے اخلاق پر بھی برا اثر پڑے گا اور پھر مربی اور باپ کے لیے بچے کو سیدھے راستے پر لگانا بہت مشکل ہو جائے گا۔

محلے کی صحبت: اسی طرح مربی صاحبان کو چاہیے کہ اپنے بچے کا محلے کے شریف اور نیک بچوں سے رابطہ قائم کریں اور ساتھ ساتھ ہمیشہ کڑی نگرانی رکھیں تاکہ بچہ نیک صالح بندوں کی فہرست میں شمار ہو۔

Marfat.com

مسجد کی صحبت: نیز مربی کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ نظر رکھے کہ بچہ مسجد کے کیسے لوگوں سے میل جول رکھتا ہے؟ نیز اس کو مسجد آنے جانے کی عادت ڈالنے کی ترغیت دیتے رہنا چاہئے، تا کہ نماز کے اوقات میں وہ مسجد کا رخ کرے اور قرآن کریم کے حلقۂ درس اور دینی تعلیم کی مجالس میں شرکت کرے اور مربی کو کوشش کرنا چاہیے کہ بچہ مسجد سے تعلق رکھنے والے نیک ساتھیوں سے تعلق و رابطہ رکھے تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکباز مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو سکے۔

اسکول یا مدرسے کی صحبت: اسی طرح مدرسے، اسکول یا کارخانے کے ساتھیوں پر نظر رکھنا چاہیے، اس لیے کہ یہ جگہیں عام طور پر دوسروں سے ملنے جلنے کی ہیں، اس لیے مربی کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچے کو ہر گمراہ کن ماحول سے بچانے کے لیے پوری جدوجہد کرے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب اس کو مدرسے میں سمجھدار، نیک وصالح اساتذہ وطلبہ کی رفاقت وصحبت مہیا کی جائے۔ جہاں یہ ممکن نہ ہو بچے کو اس ادرے سے بچانا چاہیے۔

لڑکیوں کا خیال: آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عورت میں جذباتی مزاج رکھا گیا ہے اور وہ برانگیختہ کرنے والی چیزوں سے بہت جلد متاثر ہو جاتی ہے اور جدید تمدن کے فتنے اور دنیا کی زیب وزینت کے مظاہر کی طرف چل پڑتی ہے، اس لیے وہ حق سے بہت جلد دور ہو جاتی ہے اور ماحول کے رنگ میں رنگ جاتی ہے، اور خواہشات کی رو میں بہہ جاتی ہے، اور فضا کے ساتھ ساتھ چلنے لگتی ہے، اس میں نہ دین کی طرف سے کوئی رکاوٹ ہوتی ہے اور نہ ضمیر کی طرف سے کوئی مانع، نہ عقل کی پختگی ہوتی ہے اور نہ انجام پر نظر۔

اس لیے آپ کا فریضہ ہے کہ آپ لڑکوں سے زیادہ لڑکیوں کا خیال رکھیں، انہیں بڑے بچوں سے دور رکھیں، بستر تو آٹھ سال کی عمر میں بھی الگ ہونا چاہیے تا کہ ان کا ایمان متزلزل اور اخلاق خراب نہ ہوں، اور وہ بے حیائی، آوارگی کی تباہ کن گھاٹیوں میں قدم نہ رکھیں، شرعی پردہ اور نماز، تلاوت اور باحیاء زندگی کی طرف راغب ہوں، جس کی وجہ سے وہ عزیز ترین اسلام وشرافت کے قریب ترین ہوتی چلی جائیں۔

اس لیے اے تربیت والو! اسلام آپ پر لازم کرتا ہے کہ آپ اپنی بیٹی کے لیے اپنے گھر اور

Marfat.com

مدرسے میں اچھا ماحول اور صحیح فضا مہیا کریں، تاکہ آپ اسے لغزش سے محفوظ رکھ سکیں اور انحراف سے بچالیں۔۔۔۔۔۔!

چنانچہ معروف نفسیاتی راہنما ابن سینا نے بچے کی تربیت کے سلسلے میں درج ذیل وصیت کی ہے کہ ''بچے کے ساتھ اس کے مکتب و مدرسہ میں ایسے بچے ہوں جن کے اخلاق و آداب اچھے ہوں، اس لیے کہ بچہ بچے سے بہت زیادہ اخذ کرتا اور سیکھتا ہے۔''

اس لیے آپ ایسے سکولز و مدارس سے بچے کو دور رکھیں جہاں اخلاقی پہلوؤں پر زور نہ دیا جاتا ہو، اور کلاسیں اساتذہ سے زیادہ تر خالی رہتی ہوں، چھوٹے بڑے بچوں میں امتیاز نہ رکھا جاتا ہو۔ اساتذہ کا معیار تعلیم و اخلاق اچھا نہ ہو۔

③ دین کی دعوت دینے والے علماء سے تعلق

نماز روزہ اور دیگر چند ضروری عبادات کا نام دین ہرگز نہیں ہے اور دین بطور مکمل ضابطۂ حیات ہر فرد ملت میں جب ہی پختہ ہوگا، جبکہ وہ آنحضرت ﷺ کے نظام حیات کا داعی ہو، ورنہ ایمانیات میں پختگی ایک خواب ہے۔ اس مقصد کے لیے دین کے سچے داعیوں سے ربط بہت ضروری ہے، اس لیے بچے کی ایمانی و اخلاقی تکمیل کے بنیادی عوامل میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا تعلق دین کی دعوت دینے والوں سے قائم کر دیا جائے، تاکہ بچے کے اندر دعوت الی اللہ اور حق کے بارے میں جرأت اور صبر کرنے کی روح پیدا ہو۔ اس مقصد کے لیے والدین کبھی کبھی اپنے نونہال کو ان کی محافل میں لے جائیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول ؐ کی طرف داعی ہیں۔

④ ورزش و ریاضت

لاہور میں ایک دوست کے ہاں جانا ہوا، کچھ تعجب ہوا کہ یہ ''گھر'' سکول میں کب سے تبدیل ہوا۔ صاحب خانہ سے ملاقات ہوئی گھر وسیع اور انتہائی سادہ تھا سادہ سے آفس میں جب گفتگو کا سلسلہ آگے بڑھا تو انہوں نے بتایا کہ بچیاں تعلیم سے فارغ ہوئیں تو انہیں مصروف رکھنے کے لیے یہ سکول بنایا ہے۔

Marfat.com

معاشرے کے افراد کی جسمانی تربیت اور صحت کو برقرار رکھنے کے لیے اسلام نے جن اہم اور نفع بخش وسائل کو مقرر کیا ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ موقعے کی مناسبت اور حالات کے مطابق فارغ وقت کو تعلیم، خدمت خلق اور جہاد کے کاموں، فوجی مشقوں اور ورزش وغیرہ میں مصروف کردیا جائے۔

اس کی وجہ یہ کہ اسلام نے اپنے شاندار بنیادی اصولوں اور اعلیٰ ترین تعلیمات کے ذریعے ایک ہی وقت میں جسم کی تربیت اور روح کی اصلاح کا پورے طور پر خیال رکھا ہے۔

اس لیے بچہ جب سے عقل اور سمجھ کی عمر کو پہنچے اسی وقت سے اس کی صحت اور جسم دونوں کا خیال رکھنا چاہئے، بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس کے فارغ اوقات کو ایسے مشاغل میں مصروف کردیا جائے، جن سے اس کو جسمانی صحت حاصل ہو اور اعضاء میں قوت پیدا ہو، اور اس کا سارا بدن چست اور چاق و چوبند رہے، اور یہ تین وجہ سے ضروری ہے:

(۱) بچے کے بہت سے فارغ اوقات کو مشغول کرنے کے لیے۔

(۲) اس کو بہت سی بیماریوں اور امراض سے بچانے کے لیے۔

(۳) بچپن ہی سے اسے ورزش اور جہاد کے کاموں کی مشق کرانے اور عادی بنانے کے لیے۔

اسلام ہی اللہ کا وہ ابدی دین ہے جو عزت وقوت اور جہاد کے وسائل کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

☆ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (الانفال:٦٠)

''اور ان کافروں کے لیے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار سے اور پہلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو کہ اس کے ذریعے سے تم رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں۔''

☆ اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ (مسلم)

''طاقتور مومن بہتر ہے اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے، کمزور مومن سے۔''

امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے حکام کو لکھا تھا کہ:

''اللہ کی حمد و ثنا کے بعد (میں یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ) اپنے بچوں کو تیراندازی، تیرنا اور شہسواری سکھاؤ۔''

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، رسول اکرم ﷺ نے دوڑنے میں مجھ سے مقابلہ کیا تو میں آپ ﷺ سے بڑھ گئی، کچھ عرصے کے بعد میرا جسم ذرا بھاری ہو گیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے پھر مقابلہ کیا اور آپ ﷺ مجھ سے آگے بڑھ گئے اور فرمایا یہ اس دن کا بدلہ ہے۔ (احمد، ابوداؤد)

اور محمد بن علی بن رکانہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رکانہ سے کشتی لڑی اور آپ ﷺ نے ان کو پچھاڑ دیا۔ (ابوداؤد)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ''عضباء'' نامی ایک اونٹنی تھی جس سے کوئی آگے نہ بڑھ سکتا تھا۔ ایک اعرابی (بدو) اپنی ایک نوجوان اونٹنی پر سوار ہو کر آیا اور اس ''عضباء'' سے آگے بڑھ گیا تو اس سے مسلمانوں کو سخت تکلیف ہوئی اور انہوں نے کہا ''عضباء'' تو پیچھے رہ گئی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

☆ اِنَّ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَا يَرْفَعَ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهٗ

(احمد و بخاری)

''اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ دنیا کی جس چیز کو بلندی عطا فرماتے ہیں تو اسے پستی بھی دیتے ہیں۔''

ان احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے ورزش پر مبنی کھیلوں اور جہاد میں معاون ورزش اور مشقوں مثلاً کشتی، دوڑنا، تیراندازی، شہسواری وغیرہ کو اس لیے جائز قرار دیا ہے کہ مسلم قوم عزت اور فتح و نصرت و سیادت کے اسباب کو اختیار کرے اور انفرادی و اجتماعی طور پر قوت و بہادری اور جہاد کے اسباب کی تربیت حاصل کرے۔

لیکن ایسے کھیل جن میں حیاء سوز مناظر ہوں عورتوں کی بے پردگی یا وقت کا ضیاع ہو اور

Marfat.com

ورزش نہ ہو وہ مقصدیت سے ہٹے ہوئے کھیل ہیں ان سے اپنے بچوں اور بچیوں کو دور رکھنا چاہئے!

متنبہ کرنے کے اصول

محترم والدین و اساتذہ! قرب قیامت ہے، گمراہی اور فتنے کثرت سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ بچوں کو ان سے بچپن ہی سے ڈرائیں کہ بے دینی کتنا بڑا ظلم ہے، جو انسان خود ہی اپنے اوپر کر لیتا ہے، دین کے نام پر تو دنیا بے شمار تحریکیں چل رہی، ان میں اللہ اور اس کے رسول کا نام قدر مشترک ہے بلکہ گمراہ تنظیمیں زیادہ شدو مد سے ان مقدس ناموں کو استعمال کرتی ہیں اس لیے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے دوسری طرف جھوٹ غیبت بدگمانی اور بے شمار برائیاں ایسی عام ہو رہی ہیں کہ ان کو برائی سمجھا ہی نہیں جا رہا، اس لیے ہم ربط و ارتباط کے ذریعے تربیت پر تفصیل سے روشنی ڈال چکے تو اب بچے کی تربیت کے بنیادی قاعدوں میں سے دوسرے قاعدے پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں وہ ہے متنبہ اور چوکنا کرنے کا طریقہ اس طریقہ کو چند اجزاء پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1 بچے کو ہمیشہ متنبہ اور خبردار کرتے رہنا، یہ عمل اس کے دل میں شر اور فساد کی کراہیت کو بٹھا دیتا ہے اور اس کے نفس میں زیغ و ضلال کی نفرت پیدا کر دیتا ہے۔

2 زیغ و ضلال، الحاد و آزادی اور بے راہ روی کو کھول کر بیان کر دینا، مربی کے لیے تربیت کی ذمہ داری عزم و پختگی کو بڑھا دیتا ہے اور بچے کو شر سے دور رہنے اور باطل سے کنارہ کش ہونے کی تعلیم دینے اور راہنمائی کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

ان دو حقائق کو بیان کرنے کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں، تاکہ اس کے ہر پہلو پر اچھی طرح روشنی ڈال سکیں۔ (اللہ ہی مددگار ہے، اسی پر اعتماد اور بھروسہ ہے۔)

اگر ہم اللہ کی کتاب اور نبی کریم ﷺ کی سنت کو غور سے پڑھیں تو ہمیں محسوس ہوگا کہ شر سے بچانے اور باطل کو بیان کرنے کا اسلوب قرآن کریم کی بہت سی آیات اور بے شمار احادیث میں بالکل عیاں ہے، والدین و اساتذہ کو سہولت کے پیشِ نظر ان آیات و احادیث کا کچھ حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

شرک سے اجتناب کے لیے فرمایا:

Marfat.com

☆ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًاo (بنی اسرائیل:۲۲)

''اللہ (برحق) کے ساتھ کوئی اور معبود مت تجویز کر (یعنی شرک مت کر) ورنہ تو بدحال، بے یارومددگار ہوکر بیٹھ رہے گا۔''

بچوں کو قتل سے بچانے کے لیے فرمایا:

☆ وَلَا تَقْتُلُوْآ اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ط اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (بنی اسرائیل:۳۱)

''اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشے سے قتل مت کرو (کیوں کہ) ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی، بے شک ان کو قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔''

بے حیائی سے دور رہنے کی تلقین یوں کی ہے:

☆ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًاo (بنی اسرائیل:۳۲)

''اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو۔ بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی (کی بات) اور بری راہ ہے۔''

حدیث طیبہ میں دس سال کی عمر میں آج کل تو آٹھ سال کی عمر کے بچوں کے بستر الگ الگ کر دینے کی ہدایت حیاء کو برقرار رکھنے کے لیے ہے۔

اس کے علاوہ بہت سی آیات ہیں جو عقیدہ میں زیغ وکجی اور اخلاق میں فساد، خرابی اور اعمال میں کوتاہی وخامی سے منع کرتی اور ڈراتی ہیں۔

☆ نبی کریم ﷺ جھوٹ کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

اِيَّاكُمْ وَالْكِذْبَ فَاِنَّ الْكِذْبَ مُجَانِبٌ لِّلْاِيْمَانِ (مسند احمد، ترمذی)

''تم جھوٹ سے بچو۔ اس لیے کہ جھوٹ ایمان کی ضد ہے۔''

اِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ فَاِنَّهُ يُنْفِقُ ثُمَّ يَمْحَقُ (مسلم)

''تم خرید وفروخت میں زیادہ قسم کھانے سے بچو۔ اس لیے کہ اس سے (اگرچہ) سودا تو خوب بکتا ہے، لیکن برکت ختم ہوجاتی ہے۔''

بدگمانی کو جھوٹ کے ساتھ مشابہت یوں دی ہے:

☆ اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ (بخاری)

Marfat.com

''تم بدگمانی سے بچو۔اس لیے کہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔''
ہنسی کی کثرت کیا گل کھلاتی ہے؟ فرمایا:

☆ وَاِیَّاکُمْ وَکَثْرَةَ الضِّحْکِ فَاِنَّهٗ یُمِیْتُ الْقَلْبَ وَیُذْهِبُ بِنُوْرِ اَهْلِ الْجَنَّةِ (سنن ابن ماجہ)

''تم زیادہ ہنسنے سے بچو، اس لیے کہ وہ دل کو مردہ کر دیتا ہے اور اہل جنت کے نور کو ختم کر دیتا ہے۔''

غیر مسلموں کی مشابہت سے بچنے کی تاکیدیوں کی ہے:

☆ اِیَّاکُمْ وَزِیَّ الْاَعَاجِمِ (صحیح ابن حبان)

''تم عجمیوں کا لباس پہننے سے بچو۔''

اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث ہیں جو برائی، شر اور فساد سے ڈراتی ہیں اور ہماری راہنمائی کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کی تربیت اولاد سے بڑھ کر کی ہے۔ ایسی احادیث کی کتابوں میں بکثرت مذکور ہیں۔

☆ لیجئے اب ہم مربیوں کے سامنے ڈرانے اور متنبہ کرنے کے سلسلے میں وہ اہم مسائل ذکر کیے دیتے ہیں جو بچے میں شعور پیدا کریں اور اس کے ذہن کو صاف کریں، اور عقیدے کو مضبوط کریں اور اس کے اخلاق و کردار کو سنواریں۔

(1) ردت (یعنی مرتد ہونے) سے ڈرانا

دینِ اسلام پر ایمان سب سے بڑی دولت ہے، اس کا تحفظ جس طرح اپنے لیے ضروری ہے اسی طرح اپنے بچوں کو ایمانیات پر کاربند رکھنا والدین کی ذمہ داری ہے۔ اس ضروری امر میں کوتاہی اولاد کو مرتد کر سکتی ہے۔ ردت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنے اس دین کو چھوڑ دے، جو اللہ نے اس کے لیے پسند کیا ہے اور اس کے بجائے کوئی اور مذہب و عقیدہ اختیار کر لے، جو دینِ اسلام کے خلاف ہو۔ مثلاً

① ارتداد کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ کی حاکمیت کے مقابل غیر اللہ کی اطاعت و

Marfat.com

حاکمیت کو ترجیح دی جائے اور اس کے تحت فیصلہ کیا جائے۔ارشاد الٰہی ہے:

☆ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ○

(المائدہ:۴۴)

''اور جو کوئی اس کے موافق حکم نہ کرے جو کہ اللہ نے اتارا، سو وہی لوگ کافر ہیں۔''

② ''ارتداد'' کے مظاہر میں سے اسلام کے کسی فریضے کو ناپسند کرنا بھی ہے۔

③ مثلاً کوئی کہنے والا یہ کہے کہ میں روزے کو اس لیے نہ پسند کرتا ہوں کہ اس سے امت اقتصادی لحاظ سے پسماندہ ہو جاتی ہے۔

④ کوئی شخص یہ کہے کہ میں عورت کے لیے حجاب و پردہ کو اس لیے اچھا نہیں سمجھتا کہ یہ پسماندگی کی علامت ہے۔

⑤ کوئی شخص یہ کہے کہ میں اسلام کے مالیاتی نظام کو اس لیے برا سمجھتا ہوں کہ اس میں سود وغیرہ حرام ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

☆ ...... وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ط (محمد:۷،۹)

''اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لیے بربادی ہے اور (اللہ) ان کے اعمال کالعدم کر دے گا۔یہ اس سبب سے کہ انہوں نے اللہ کے اتارے ہوئے احکام کو ناگوار جانا۔اس لیے ان کے اعمال کو اکارت کر دیا۔''

اب ہم چند علامات لکھتے ہیں جن سے اس موذی مرض کی پہچان ہو جائے:

① ارتداد کی علامت میں سے یہ بھی ہے کہ دین کی کسی بات کا مذاق اڑایا جائے یا اسلام کے شعائر میں سے کسی شعار نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، مسجد، قرآن کریم وغیرہ کی تنقیص کی جائے۔

② ارتداد کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ ان چیزوں کو حلال کہا جائے، جنہیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور ان چیزوں کو حرام سمجھا جائے، جنہیں اللہ نے حلال کیا ہے۔

③ ارتداد کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے، کہ آپ کا بچہ یہ سمجھے کہ اسلام کے کچھ حصہ پر ایمان

Marfat.com

لایا جائے اور کچھ کا انکار کر دیا جائے، مثلاً یہ کہ کوئی شخص یہ ایمان رکھے کہ اسلام عبادات پر مشتمل دین ہے اور اس سے انکار کرے کہ اسلام نظام وقانون والا دین ہے یا یہ مان لے کہ اسلام روحانی، اخلاقی اور تربیتی نظام تو پیش کرتا ہے، لیکن اسلام کے دوسرے نظام کا انکار کرے، مثلاً سیاسی، اقتصادی، معاشرتی یا اجتماعی نظام کو فرسودہ جانے۔

④ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات پر یقین بڑا ضروری ہے، ارتداد کے مظاہر میں سے صرف قرآن کریم پر ایمان لانا اور سنت نبویہ کا انکار بھی ہے۔ جیسے کہ وہ قادیانی فرقہ جس کی کاشت انگریزوں نے ہندوستان میں کی تھی، جس کا مقصد شریعت اسلامیہ کی بیخ کنی اور رسول اکرم ﷺ کی نبوت میں شک پیدا کرنا تھا۔

⑤ ارتداد کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے افعال میں سے کسی ایک کا مذاق اڑایا جائے یا اس پر نکیر کی جائے۔ جیسے کہ کافر لوگ جو رسول اکرم ﷺ کے زیادہ شادیاں کرنے پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بیک وقت نو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے شادی کر رکھی تھی۔

⑥ اسی طرح ارتداد کے مظاہر میں سے قبر کا طواف یا سجدہ و نیاز یا رسول مبارک ﷺ کو عالم الغیب، حاضر و ناظر یا نور من نور اللہ کہنا اور ان کی بشریت اور انسانیت کا انکار کرنا بھی ہے یا جنت، دوزخ، فرشتے اور جنات کا انکار کرنا۔

⑦ اللہ کی پہچان بچوں کے دلوں میں پیدا کرنا اہم ذمہ داری ہے، کیونکہ ارتداد کے نمونوں میں سے اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت کا حاصل نہ کرنا بھی ہے۔ مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ اپنی بعض مخلوق میں حلول کر جاتے ہیں مثلاً تعزیہ تابوت، پیر زندہ یا مردہ یا کسی قبر اور قبے میں آ جاتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کو کسی ایسی صفت کے ساتھ متصف کرنا جو اس کی عظمت وجلال کے منافی ہو، تو ایسا شخص کافر اور دین اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ

Marfat.com

''اس کو آنکھیں نہیں پا سکتیں، وہ آنکھوں کو پا سکتا ہے اور نہایت لطیف اور خبر دار ہے۔''

اور فرمایا:

☆ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَىْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (الشوریٰ:۱۱)

''کوئی چیز اس کے مثل نہیں اور وہی (ہر بات کا) سننے والا ہے (ہر چیز کا) دیکھنے والا ہے۔''

⑧ اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ تین خداؤں میں سے ایک خدا اللہ بھی ہے، تو وہ بھی دین سے دور ہے۔ اللہ تعالیٰ خبر دار کر رہا ہے:

☆ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (مائدہ:۷۳)

''بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے۔''

⑨ اور جو شخص اللہ جل شانہ کی طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے وہ بھی گمراہ اور کافر ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو کسی ایسی صفت سے متصف کرتا ہے، جو اس کی شان کے لائق نہ ہو، تو وہ بھی گمراہ اور کافر ہے۔

☆ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَاءُ (مائدہ:۱۸۰)

''بے شک اللہ نے سنی ان لوگوں کی بات جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔''

اس کے علاوہ بے دین ہونے کے اور دوسرے مظاہر و علامات بھی ہیں، جو ان کے حامل و مرتکب افراد کو اسلام سے نکال دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

دین کی فکر کا فریضہ

خود نبی کریم ﷺ نے اس زمانے سے ڈرایا ہے جس میں دین سے نکل جانا عام ہوگا ایسی صورت میں مسلمانوں کو اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ اعمال صالحہ کی طرف سبقت کریں اور ایمان کے محفوظ قلعے میں پناہ لیں، تاکہ وہ بھی اور ان کی اولاد بھی کفر وارتداد میں ڈالنے والی چیزوں سے متاثر نہ ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''نیک اعمال کی طرف سبقت لے جاؤ اور جلدی کرو، اس لیے کہ عنقریب بہت سے

فتنے سیاہ رات کے ٹکڑوں کی طرح آئیں گے، جن میں ایک شخص شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا اور ایک شخص صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا۔ اپنے دین کو دنیا کے تھوڑے سے سامان کے عوض بیچ دے گا۔'' (طبرانی وابن ماجہ)

ایسے زمانے میں اپنے اور اپنی اولاد کے ایمان کو محفوظ رکھنے کے لیے یہ قرآنی دعاء ہر نماز میں ضرور پڑھ لینی چاہیے:

رَبَّنَا لاَ تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْهَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ (آل عمران:۷)

اس دعا کے ساتھ یہ دوا بھی ضروری ہے کہ مذکورہ بالا آیات کے مفہوم کو گھر میں بچے کے سامنے بار بار دہرایا جاتا رہے تا کہ اس پر کسی غیر دینی فکر کا اثر نہ ہو۔

Marfat.com

الحاد سے ڈرانا

بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ہماری یہ زندگی صرف کھانے، پینے اور اوڑھنے پہننے کے لیے ہے اس کا کسی کو حساب نہیں دینا اسے الحاد کہتے ہیں۔ الحاد سے مراد اللہ کی ذات کا انکار کرنا اور ان شریعتوں کا انکار کرنا ہے جنہیں اللہ کے رسول لے کر آئیں ہیں۔ الحاد بھی ارتداد کی ایک قسم ہے بلکہ یہ تو اس سے بھی بدتر اور بری چیز ہے۔ کیونکہ ملحد کے ہاں خدا کا تصور نہیں ہے۔

الحاد اگر چہ ارتداد کے مفہوم ہی میں داخل ہے لیکن یہ معاشرے اور افراد کے حق میں ارتداد کی دوسری اقسام یہودیت یا عیسائیت شیعیت یا مرزائیت کے اختیار کرنے یا برہمن بننے سے زیادہ برا اور خطرناک ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ الحاد ملحد کے دل سے مسئولیت کا احساس ختم کر دیتا ہے اور اس کو اس بات پر آمادہ کر دیتا ہے کہ اس بے مقصد زندگی میں حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرے جس میں نہ آخرت کے ثواب کی امید ہو اور نہ اسے اس دن کے عذاب اور گرفت کا ڈر ہو، جس دن تمام لوگ احکم الحاکمین کے دربار میں کھڑے ہوں گے۔

قرآن کریم نے اس فاسق و فاجر کمینی جماعت کا درج ذیل آیت میں ذکر فرمایا ہے:

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَىٰ وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝ (الجاثیۃ: ۲۴)

''اور یہ (بعثت کے منکر) لوگ یہ کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیوی زندگی کے اور کوئی حیات نہیں ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو صرف زمانے (کی گردش) سے موت آجاتی ہے۔ اور ان لوگوں کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں۔ محض اٹکل سے ہانک رہے ہیں۔''

اس لیے اے مربی محترم! جب آپ نے یہ حقائق جان لیے، تو اب آپ کا فریضہ ہے کہ آپ خوب اچھی طرح سے اس بات کی کوشش کریں کہ آپ اپنے بچے کو ارتداد کے خون خوار پنجوں سے اور الحاد کے داموں سے بچائیں، تاکہ آپ کا بچہ راسخ ایمان اور مضبوط اسلام والا بنے اور شاندار استقامت پر قائم ہو اور ایسے لوگوں میں سے ہو جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے نعمت ایمان اور کرامت

اسلام سے قیامت تک کے لیے نواز دیا ہے۔اسی میں بے شک اس کی بھلائی ہے اور آپ کی بھی۔
اس لیے کہ اگر اسے اپنے اعمال وافعال کا جواب دینا ہے تو آپ سے بھی آپ کی اس ذمہ داری
کے بارے میں سوال ہوگا جو اس کی تربیت کے سلسلے میں آپ پر اللہ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ
کے فرمان کی روشنی میں عائد ہوتی ہے۔

Marfat.com

باب نمبر 3

اساتذہ ووالدین کی ذمہ داریوں کا خلاصہ

تربیت کرنے والوں اساتذہ ووالدین کی ذمہ داریوں کو سات طرح تقسیم کیا جا سکتا ہے جس سے بچے کی زندگی کے تمام مسائل حل ہوں جس سے بچہ انسانوں میں رہنا سیکھ جائے۔

① ایمانی واخلاقی تربیت کی ذمہ داری
② نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری
③ نفسیات پر خاندان اور معاشرت کے اثرات
④ جرائم اور ان سے بچنے کی تدابیر
⑤ معاشرتی تربیت کی ذمہ داری
⑥ جنسی تربیت کی ذمہ داری
⑦ جسمانی نشوونما

Marfat.com

والدین واساتذہ کو اسلام کا حکم

وہ ذمہ داریاں جن کا اسلام نے بہت اہتمام کیا ہے اور لوگوں کو ان کی ترغیب بڑی شدومد کے ساتھ دی ہے ان میں سے مربیوں کے ذمے ان لوگوں کی تعلیم وتربیت بھی ہے جن کی کفالت ان کے سپرد ہے، اس لیے کہ بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اس فریضہ میں کوتاہی سے ڈراتی ہیں۔ تاکہ ہر مربی کو (خواہ وہ استاد ہو یا والد وسرپرست، انہیں) اپنی امانت کی عظمت اور مسئولیت کی نزاکت اور اہمیت معلوم ہو جائے۔

آیات قرآنیہ

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات ملاحظہ ہوں:

نماز کے متعلق فرمایا:

① وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ:۱۳۲)

''اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے۔''

ہر غیر شرعی کام سے بچنے کا فریضہ:

② يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم:۶)

''اے ایمان والو! تم خود کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔''

ذمہ داریوں کا احساس دلانے کے متعلق فرمایا:

③ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الحجر:۹۲،۹۳)

''آپ ﷺ کے پروردگار کی قسم، ہم ان سب سے ان کے اعمال کی ضرور باز پرس کریں گے۔''

احادیثِ طیبہ

اس حوالے سے چند احادیث بھی درج ذیل ہیں:

① اَلرَّجُلُ رَاعٍ فِي اَهْلِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ (بخاری ومسلم)

''مرد اپنے گھر کا رکھوالا ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔''

② مَانَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا افضَلَ مِن اَدَبٍ حَسَنٍ (ترمذی)

''کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے بہتر عطیہ و ہدیہ نہیں دیا۔''

③ عَلِّمُوا اَولَادَکُم وَاَھلِیکُم الخَیر وَاَدِّبُوھُم (رواہ عبدالرزاق)

''اپنی اولاد اور گھر والوں کو خیر سکھلاؤ اور باادب بناؤ۔''

چنانچہ قرآن کریم کی ان آیات اور نبی کریم ﷺ کے ان ارشادات کی راہنمائی کے بموجب ہر دور میں تربیت کرنے والوں نے بچوں کی تعلیم و تربیت کا خوب اہتمام کیا ہے اور ان کے انحراف اور کج روی کو دور کرنے کا خیال رکھا ہے۔ بلکہ اس مقصد عالی کے لیے ایسے اساتذہ و معلمین کا انتخاب کیا ہے جو علم و ادب کے لحاظ سے بلند و ارفع ہوں۔ تاکہ وہ بچوں کو صحیح عقائد اور اعلیٰ اخلاق سکھلائیں اور اسلام کے اس فریضے کو بحسن و خوبی ادا کرسکیں۔

اب ہم اس باب میں ان ساتوں ذمہ داریوں میں سے ہر ایک کے مختلف پہلوؤں پر انشاء اللہ اجمالی طور پر مفصل روشنی ڈالیں گے۔ اور اس کے بعد ہر ذمہ داری پر الگ الگ ابواب میں حتی الامکان تفصیلی گفتگو کریں گے۔

Marfat.com

ایمانی واخلاقی پہلو کا مفہوم

وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے شعور اور اس کی فرمانبرداری کے لیے توحید کے بنیادی اصول کو بچے کے اندر راسخ کرنے کے سلسلے میں اساتذہ و والدین اپنی اہم ذمہ داری کو پوری کریں تاکہ بچہ لایعنی اور بے مقصد زندگی کے تصور سے بچ سکے اور الحادی تعلیمات اور خطرناک لادینی نظریات و افکار سے محفوظ رہ سکے۔ نیز مربی کو اس پر بھی نظر رکھنی چاہیے کہ بچہ کون سی کتابیں اور رسالے مطالعہ کرتا ہے۔ پس اگر من گھڑت چڑیلوں پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے، جن میں زیغ و ضلال، الحاد و یگانگی وغیرہ کی گمراہی کا سامان ہے تو پھر اپنے زیر تربیت بچوں کو اس سے دور رکھیں اور اس کے ضرر سے ان کو آگاہ کریں۔

نیز مربی کو چاہیے کہ اس بات کا بھی خیال رکھے کہ بچہ کس قسم کے ساتھیوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے اور کن جماعتوں اور پارٹیوں سے تعلق رکھتا ہے۔ پس اگر ان میں بے دینی اور الحاد و یگانگی کا مرض ہے تو بچے کو ان سے دور رکھنے کی نہایت سمجھداری کے ساتھ سعی کرنی چاہیے۔ کیونکہ بچے کے لیے اس کے دوست بڑے ہی محبوب ہوتے ہیں۔ ان سے دور کرنا اسے بہت شاق گزرتا ہے۔

نیز انہیں ابتدائے شعور سے نماز میں خشوع، خضوع اور قرآن پاک کی تلاوت سے متاثر ہونے کا عادی بنایا جائے۔

نیز ہر مربی کو نماز روزے کی پابندی پر شروع ہی سے نگاہ رکھنی چاہیے۔ نیز اگر وسعت ہو تو چاہیے کہ حج کے لیے بھی ساتھ لے جائے تاکہ حج کے مناسک سیکھ لے، اسی طرح والدین کو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا عادی بنائیں۔ مثلاً اس کے جیب خرچ میں سے اسے راہ خدا میں دینے کی ترغیب میں اپنے عطیات دینے کے ساتھ ہی اسے بھی کچھ حصہ ڈالنے کا مشورہ دیں گے تو بہتر رہے گا۔

اسی طرح مربی کو چاہیے کہ دعاؤں کی پابندی کے پہلو پر نظر رکھے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ بچے کو وہ اہم دعائیں یاد کرادی جائیں جو صبح و شام سونے جاگنے، کھانے پینے، گھر میں داخل ہونے اور نکلنے وغیرہ کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔

Marfat.com

بلاشبہ اگر ہر مربی بچوں کو یہ دعائیں سکھلا دے گا اور وقت پر پڑھنے کی ترغیب دے گا تو بچے میں اللہ تعالیٰ کا خوف بڑھے گا اور اس کے قلب میں تقویٰ جاگزیں ہوگا اور مراقبہ ومحاسبہ کی عادت پڑے گی، ایسی صورت میں بچے کے حالات درست اور اس کے اقوال وافعال صحیح ہو جائیں گے، پھر وہ بچہ پاکیزگی اور صفائی میں روئے زمین پر چلنے والے فرشتے کے مانند سمجھا جائے گا۔

بچے کے اخلاقی پہلو سے مراد

باہر سے کسی نے آواز دی یا بیل کا بٹن دبایا والد اس دوست سے ملنا نہیں چاہ رہا تھا اس نے بچے کو کہہ دیا کہ باہر کھڑے انکل کو کہہ دو کہ ''ابو گھر پر نہیں ہیں۔''

کیا ایسا باپ اپنے بیٹے کو کبھی سچ کی تلقین کرے تو بچہ اثر لے گا؟

ایک فریضہ یہ ہے کہ مربی بچے میں سچ بولنے کی عادت پر نظر رکھے یعنی اگر وہ دیکھے کہ بچہ وعدہ خلافی کرتا ہے یا بات چیت میں جھوٹ سے کام لیتا ہے، تو اس کو چاہیے کہ بچہ جیسے ہی جھوٹ بولے اسی وقت اس کی اصلاح کرے۔ اسی طرح مربی کو امانت داری کے وصف کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ پس اگر چہ معمولی چوری بھی کرے تو مربی کی ذمہ داری ہے کہ فوراً اس کی طرف توجہ کرے اور اس مرض کا علاج کرے۔

نیز مربی کو چاہیے کہ بچہ اگر گالی بکتا ہے اور زبان سے برے کلمات نکالتا ہے تو حکمت ودانائی سے اس کی اس عادت کا علاج کرے، اس کے سامنے با اخلاق بچوں کے اوصاف بیان کرے تاکہ وہ اچھے اخلاق وصفات کی طرف مائل ہو۔ مربی بچے کے اٹھنے بیٹھنے اور طور واطوار کی نگرانی رکھے اور اس میں کہیں بھی خامی کی نشاندہی ہوتی ہو تو اس کی اصلاح کرے۔

Marfat.com

جسمانی ونفسیاتی پہلو کی دیکھ بھال کا مطلب

وہ یہ ہے کہ اساتذہ ووالدین کھانے پینے اور سونے جاگنے میں حفظان صحت کے ان اصولوں کا خیال رکھیں۔ اساتذہ مدرسہ واسکول میں ایسی چیزوں سے منع کریں اس ذمہ داری میں اساتذہ کا حصہ زیادہ ہے ان کی بات کا اثر ہوتا ہے والدین کی تلقین کو بچہ بخل پر محمول کر لیتا ہے، جن کا اسلام نے حکم دیا ہے۔ کھانے کے سلسلے میں مربی کو چاہیے کہ وہ بچے کو بدہضمی سے بچائے اور ضرورت سے زیادہ کھانے پینے سے روکے اور پہلا کھانا ہضم ہونے سے پہلے دوبارہ کھانا نہ کھانے دے۔ اور اسے دو یا تین سانس میں پانی پینے کی تعلیم دے اور برتن میں سانس لینے سے روکے۔ اور کھڑے ہوکر اور بائیں ہاتھ سے پانی پینے سے روکے۔ سونے کے سلسلہ میں بچے کو داہنی کروٹ پر لیٹنے کا حکم دے اور کھانا کھا کر فوراً سونے سے منع کرے۔ غرض مربی کو ان تمام چیزوں پر نظر رکھنی چاہیے جو صحت کو برباد کرنے والی ہیں، نیز مربی کو چاہیے کہ بچے میں جب کسی بیماری کا اثر یا علامت ظاہر ہو تو علاج کے لیے کسی ماہر طبیب کی طرف رجوع کرے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

یَاعِبَادَ اللّٰہِ تَدَاوَ وافَاِنَّ اللّٰہ عَز و جَل لم یضَع داءَ الاَّ وضَعَ لَہٗ شِفَاء'' (احمد)

''اے اللہ کے بندو! علاج کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کے لیے دوا اور شفا بھی نازل فرمائی۔''

پس اگر اسلامی طریقے پر بچے کا علاج ہوگا تو بچہ بہت سے امراض سے بچ جائے گا اور وہ پیش آنے والے بہت سے خطرات وامراض سے چھٹکارہ حاصل کرلے گا۔

بچوں کی بیماریوں اور ان کے علاج پر ہم اگلے صفحات میں اہم مجربات لکھیں گے

نفسیاتی پہلو کی دیکھ بھال کا مفہوم

یہ ایک اہم فریضہ ہے جو حساس والدین ہی سرانجام دے سکتے ہیں نفسیاتی نقطہ نظر سے نگرانی

Marfat.com

سے مراد یہ ہے کہ مربی بچے میں بے جا شرمندگی کی عادت پر نظر رکھے۔ لہذا اگر وہ دیکھے کہ بچہ یکسوئی، تنہائی کا اور مجلسوں سے دوری کا خواہاں ہے تو اسے چاہیے کہ وہ بچے میں جرأت پیدا کرے اور لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی اسے تلقین کرے اور اس میں سمجھ بوجھ اور فکری و معاشرتی پختگی کو بڑھائے، اسی طرح بچے میں ڈر اور خوف کی عادت پر نظر رکھے، اگر یہ محسوس ہو کہ بچے میں بزدلی، خوف اور حادثات کے سامنے شکست خوردہ بننے اور مشکلات سے بھاگنے کی عادت ہے، تو مربی کو چاہیے کہ بچے میں خود اعتمادی پیدا کرے اور شجاعت کا پہلو اجاگر کرے تاکہ دنیوی زندگی کی مشکلات و آفات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کر سکے۔

ماں پر خصوصی طور سے یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ بچے کو سائے، تاریکی یا جن بھوت، چڑیل اور خوفناک مخلوق سے نہ ڈرائے، تاکہ بچہ ڈر اور خوف کا عادی نہ بن جائے۔

اسی طرح مربی پر لازم ہے کہ بچے میں احساس کمتری کی بیماری پر نظر رکھے، اگر بچے میں اس کا اثر معلوم ہو تو سبب معلوم کر کے اس کا علاج کرے۔

بچے میں غصے کی عادت پر بھی نظر رکھے، اگر بچے کو معمولی معمولی سی بات پر ناراض ہوتا دیکھے تو اس کا سبب معلوم کر کے اس کا ازالہ کرے اور اس عادت کے ختم کرنے کی سعی کرے۔

تاکہ اس میں تحمل اور برداشت کا مادہ پیدا ہو جو آگے عملی اور دوسرے انسانوں سے مربوط زندگی میں اس کے کام آئے۔

Marfat.com

بچے کی معاشرتی اور روحانی نگرانی

بچے کو صرف کھلا، پلا اور پڑھا دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ بچوں کی تعلیم وتربیت کا اہم پہلو یہ بھی ہے کہ لوگوں سے اس کے تعلقات خوشگوار ہوں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مربی بچے میں یہ بات بھی بغور دیکھے کہ وہ دوسروں کے حقوق ادا کر رہا ہے یا نہیں؟ اگر محسوس ہو کہ بچہ اپنے والد، والدہ، بہن، بھائیوں، رشتے داروں یا اساتذہ یا بڑوں کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ بچے کے سامنے اس کوتاہی و تقصیر کا انجام اور اس حرکت کے نتائج بیان کرے اس کا بہترین حل یہ ہے کہ والد اپنے والدین کے حقوق کی ادائیگی اور ادب کرنے میں کوتاہی نہ کرے اور یہ سب کچھ اپنے بچوں کو دکھائے یہ عملی نمونہ بے حد مؤثر ہے تاکہ بچہ اپنے رویے میں تبدیلی کی طرف مائل ہو سکے اور یہ حقیقت ہے کہ اگر ان باتوں پر مکمل نظر رکھی جائے، تو بچہ ایک ایسا ہوشیار، سمجھدار، باادب، بااخلاق شخص بن جائے گا، جو دنیوی زندگی میں ہر شخص کے حق کو بلا کسی کمی وکوتاہی کے ادا کرنے والا ہوگا۔

روحانی پہلو

اس کا مطلب یہ ہے کہ مربی بچے میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کے پہلو پر نظر رکھے اور اس کو ہمیشہ یہ بتلاتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور اس کی باتیں سن رہا ہے اور اس کا ظاہر و باطن جانتا ہے اور آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے بھید سے آگاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْر (القرآن)

''وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور سینوں میں چھپی باتوں کو جانتا ہے۔

نیز مربی کو خشوع وخضوع اور تقویٰ الی اللہ کے پہلو کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی کو سمجھنے کے لیے بچے کی چشم بصیرت کھول دے جو چھوٹے بڑے، جاندار غیر جاندار، اگنے والے درختوں، خوشبودار پھولوں اور عجیب وغریب قسم کی کروڑوں اربوں مخلوق کو محیط ہے۔ آئندہ ابواب میں ان تمام ذمہ داریوں کو تفصیل سے لکھا جا رہا ہے۔

Marfat.com

باب نمبر 4

ایمانی، اخلاقی اور تعلیمی تربیت

❁ اخلاقی وایمانی تربیت سے مقصود یہ ہے کہ جب سے بچے میں شعور اور سمجھ بوجھ پیدا ہو، اسی وقت سے اس کو ایمان کی بنیادی باتیں اور اصول سمجھانے چاہییں اور اسے ارکانِ اسلام کا عادی بنانا چاہیے۔

❁ جب وہ کچھ بڑا ہو جائے تو اسے شریعت مطہرہ کے بنیادی اصولوں کی تعلیم دی جائے ابتداء ہی سے اہلِ ایمان کے کارناموں اور ان کی شخصیت سے الفت، ان کی زندگیوں سے سبق آموزی۔ نماز اور روزہ سے پیار، حج اور زکوٰۃ وغیرہ ارکان اسلامی کا تعارف

❁ یہ کوشش کہ میرا بچہ اچھے اہل ایمان میں شمار ہو جائے۔ ذہنی اور عقلی پختگی کی ذمہ داری بھی والدین، اساتذہ خصوصاً ایک ماں پر آتی ہے۔

❁ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے اہم ارشادات اور وصایا آئندہ صفحات میں لکھے جاتے ہیں۔

Marfat.com

سب سے پہلے لا الہ الا اللہ اور نماز

پیدائش کے بعد فوراً اذان واقامت کے کلمات یہ اساس ہے اس اہم ذمہ داری کی جو ماں باپ پر آنے والی ہے اور وہ بچے کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعارف اور عظیم ذات سے محبت کا بیج جو اس کے دل کی کھیتی میں ڈال دیا جاتا ہے، پھر حتی الامکان اس کی آبیاری ہوتی رہتی ہے۔

حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

افتحوا علیٰ صِبیانِکم اوّل کَلمَۃِ بلاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (مستدرک حاکم)

''اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سکھاؤ۔''

اس کا راز یہ ہے کہ بچے کے کان میں سب سے پہلے کلمۂ توحید کی آواز پڑے، جو شعارِ اسلام ہے۔ جیسا کہ نومولود بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مستحب ہے۔ شیطانی اثرات سے تحفظ اور دینی جذبات کے لیے، اسلام نے تو بچے کی آمد سے پہلے ہی سے فکرمند کیا ہے کہ جب ''خاص لحات'' قریب ہوں تو یہ دعا مانگ لو:

اَللّٰھُمَّ جَنِّبنَا الشِّیطٰن وَجَنِّبِ الشَّیُطَانَ مَارَزَقْتَنَا (کتاب الاذکار)

''اے اللہ! ہمیں شیطان سے بچا اور جو آپ ہمیں (اولاد) عنایت فرمائیں اسے بھی شیطان سے بچالے۔''

دورانِ حمل احتیاطی تدابیر کے بعد جب بچہ دنیا میں آجائے تو اس کے سامنے قبیح حرکات سے بچا جائے اور اسے باوضو دودھ پلایا جائے۔

جب تک بچہ بولنے کے قابل نہ ہو جائے اس کے کانوں میں اچھی باتیں قرآن کریم کی تلاوت صلحاء سے دعائیں کرانا، ان کی خدمت میں لے جانا اور اسے پاک رکھنے کے ذریعے اس کی تربیت کرتی رہیں۔

جب بولنے لگے تو اچھے کلمات، کلمہ طیبہ اور ابتدائی مکتبی تعلیم کا اہتمام کریں، سات سال کا ہو جائے تو اس وقت تک اسے وضو، اذان، نماز اور اس کا طریقہ یاد ہو جانا چاہیے۔

Marfat.com

سات سال کی عمر ہونے پر عبادات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مُروا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ وَھُمْ اَبْنَاءُ سَبعِ سِنِیْنَ وَاضْرِ بُوْھُمْ عَلَیْھَا وَھُمْ اَبْنَاءُ عَشَرٍ وَفرِّقُوا بَینَھُم فِیْ الْمَضَاجِعِ (حاکم، ابوداؤد)

''اپنی اولاد کو سات سال عمر ہونے پر نماز کا حکم کرو۔ اور نماز نہ پڑھنے پر ان کو سزا دو، جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو ان کے بستر الگ الگ کر دو۔''

روزے کو بھی اس پر قیاس کرنا چاہیے۔ لہذا جب بچہ روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے تو روزے کی عادت ڈالنے کے لیے روزہ بھی رکھوانا چاہیے بچے میں طاقت نہ ہو تو انتظار کرنا چاہیے پھر مناسب عمر پر روزہ رکھوانا چاہیے۔ لیکن پہلی افطاری کی دعوت، رسم ہے اس سے بچنا چاہیے اور اسی طرح اللہ کے راستے (جہاد و دعوت) میں خرچ کرنے کی بھی عادت بچوں میں پیدا کرنی چاہیے۔

نیز بستر الگ کرنے کے حکم سے معلوم ہوا کہ تمام برائیوں سے بچانے کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ بچے عفت و پارسائی کی خصلت کے ساتھ جوان ہوں اور پھر اسی پر عمر بسر کریں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَا تَمُوْ تُنَّ اِلَّا وَ نتُم مُسْلِمُونَ (القرآن)

''تم حالت اسلام پر ہی مرنا۔''

بہت دیر کر دی

استاذ مکرم پروفیسر مولانا محمد یوسف خان صاحب سے ایک صاحب نے کہا ''آج میں نے بیٹے کو نماز نہ پڑھنے پر مارا تو اس نے میری بے عزتی کر دی اور بہت برا بھلا کہا۔ بتاؤ کیا کروں؟''

حضرت نے پوچھا لڑکا کتنی عمر کا ہے۔ جی 20 سال کا۔۔۔ فرمایا! بھئی بہت دیر کر دی دس سال سے پہلے کا کام دس سال بعد کیا۔

بہر حال شریعت نے جو حدود مقرر کی ہیں ان کی پاسداری پر بھی کامیابی کا دارومدار ہے۔

Marfat.com

تعلیم کا آغاز کہاں سے؟

بچہ جسمانی اور عقلی اعتبار سے تعلیم و تعلم کے لائق ہو جائے تو اس کی تعلیم کی ابتداء قرآن کریم سے کرنی چاہیے، تا کہ ایمان اور اس کی صفات اس کے نفس میں راسخ ہو جائیں۔ اس لیے بہت ضروری ہے کہ تربیت کرنے والے حضرات ان بنیادی ہدایات کے مطابق اپنے بچوں کی تربیت کریں تا کہ بچوں کے عقائد درست خطوط پر قائم ہوں اور ان کا کردار خیر و خوبی کا موقع بن سکے۔

یہ ایمانی تربیت ہے جسے ہم نے بیان کیا اور اس پر کسی قدر روشنی ڈالی۔ یہ وہ تربیت ہے جس کے لیے مغرب کے علمائے تربیت و اخلاق بھی نہایت شدت سے اصرار کرتے ہیں۔ اور سب سے پہلے اپنی مذہبی کتابوں پر زور دیتے ہیں۔ تا کہ اپنے معاشرہ کو بے دینی، جرائم اور گندے اخلاق اور بے حیائی کے کاموں سے نجات دلا سکیں۔

فلسفی کانٹ نے بھی اپنے افکار میں وہی بیان کیا ہے جو اسلام کے دیئے ہوئے اصول ہیں: کہ تین قسم کے اعتقاد پیدا کیے بغیر اخلاق وجود میں نہیں آ سکتے۔ (۱) خدا کے وجود کا اعتقاد۔ (۲) روح کے ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا اعتقاد۔ (۳) مرنے کے بعد حساب و کتاب کا اعتقاد۔ اسلام میں قرآن کریم کی تعلیمات سے ہی ممکن ہے کہ یہ عقائد پیدا ہوں۔

آنحضرت ﷺ کی ایک بچے کو تعلیم

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک روز نبی کریم ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا غُلامُ انّى اُعلّمُک كَلمَاتٍ اِحفَظِ اللّٰه يَحفَظْک احفظ اللّٰه تَجِدْه تُجاهَک اِذا سَألتَ فَاسئَلِ اللّٰهَ وَاِذا اسۡتَعَنتَ فَاسۡتَعِنۡ بِاللّٰهِ وَاعۡلَمۡ ان الامة لَوِ اجۡتَمعَت عَلىٰ اَن يَّنفعُوک بِشَیءٍ لَن يَّنفَعُوک اِلَّا بشَیءٍ قَد كَتبَهُ اللّٰهُ لَک وَان اجۡتَمعُوا عَلیٰ ان يَّضُرّوک بِشَیءٍ لم يضُرّوک اِلا بشَیءٍ قَد كَتبَهُ اللّٰه عَليک رُفِعَتِ الا قلامُ وَجُفّتِ

الصُّحُف (ترمذی)

''صاحبزادے! میں تمہیں چند باتیں بتلاتا ہوں، یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا۔تم حقوق اللہ کا خیال رکھو، اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے۔اور جب مانگو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو۔اور جب مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرو۔اور اس بات کو جان لو کہ اگر تمام مخلوق بھی تمہیں کچھ فائدہ پہنچانا چاہے تو تمہیں صرف وہی فائدہ پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر سب مل کر بھی تمہیں کچھ نقصان پہنچانا چاہیں تو تمہیں اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں، جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔بس جو کچھ تیرے لیے لکھا گیا ہے اس کے بعد قلم اٹھا لیے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔''

☆ایک اور روایت میں آیا ہے:

اِحفظِ اللّٰہ تَجدْہ اَمَامَکَ تعرف اللّٰہ فِی الرخَاء یَعرفُکَ فِی الشّدۃِ وَاعْلَم اَن مَا اَخطَاکَ لَمْ یَکن لِیُصیبَکَ وَمَا اصابکَ لم یکُن لیخطئکَ وَاعْلَمْ اَن النَّصرَ مَعَ الصّبرِ وَاَنَّ الفرجَ مَعَ الْکربِ وَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (ترمذی)

''اللہ تعالیٰ کے حقوق کا خیال رکھو اس کو اپنے سامنے پاؤ گے۔خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو، اللہ تعالیٰ تمہیں تنگی اور پریشانی میں یاد رکھے گا۔اور تم یہ یاد رکھو کہ جو چیز تم تک نہیں پہنچی وہ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔اور جو چیز تمہیں پہنچ گئی تم اس سے قطعاً بچ نہیں سکتے تھے۔اور تم جان لو کہ کامیابی صبر کے ساتھ ہوتی ہے۔اور فراخی وکشادگی تکلیف وکرب کے بعد ہوتی ہے اور تنگی کے ساتھ آسانی ہوا کرتی ہے۔''

اسی طرح ایک اور روایت میں آیا ہے:

وَلَا مَنْجا اِلَّا اَلَیکَ اٰمنتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ (بخاری، مسلم)

''اے اللہ! میں نے اپنا نفس و جان آپ کے سپرد کر دیے اور اپنا چہرہ آپ کی طرف کر

Marfat.com

دیا اور اپنا معاملہ آپ کے حوالے کیا اور اپنی پشت آپ کے سامنے جھکا دی۔ آپ سے امید و رغبت اور آپ کے خوف اور ڈر کے ساتھ۔ آپ کے سوا نہ کوئی پناہ گاہ ہے اور نہ کوئی نجات کی جگہ۔ میں آپ کی اس کتاب پر ایمان لایا، جسے آپ نے نازل کیا اور اس نبیؐ پر جسے آپ نے بھیجا۔''

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان کلمات کو تم اپنی آخری گفتگو بنالو۔

ان احادیث طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس بچے کے ننھے سے دل پر اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور شرک سے نفرت اور اپنے خالق و مالک کا تعارف بس جاتا ہے اس کی زندگی کی بنیاد اچھی ہو جاتی ہے۔ یہ اوپر والی نصیحتیں اللہ کے محبوب نبی علیہ السلام کی ہیں جو آپ نے ایک ایک بچے (حضرت عبداللہ بن عباسؓ) کو ارشاد فرمائیں۔

محبت الٰہی کا بیج بچے کے دل میں ڈال دیا جاتا ہے جو مسلسل آبیاری کے ساتھ بارآور ہوتا ہے اور اگر کسی وجہ سے اس کی نگہداشت نہ بھی ہو سکے تو یہ بیج کبھی نہ کبھی رنگ لاتا ہے۔ ایک دن نماز عصر کے بعد میں اپنے جائے نماز پر ہی بیٹھا تھا کہ ایک صاحب جنہیں نماز شروع کیے بہت کم عرصہ ہوا تھا قریب آئے اور بولے کہ زکوٰۃ کسے کہتے ہیں۔ جب اسے زکوٰۃ کا نصاب بتایا تو وہ کہنے لگا کہ مجھے بس اتنا یاد ہے میری والدہ نے بچپن میں بتایا تھا، جس مال سے زکوٰۃ دے دی جائے اس میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ اور مال اور کاروبار محفوظ ہو جاتا ہے۔ آج جب میں نیا کاروبار شروع کرنے لگا ہوں تو چاہتا ہوں کہ مال کی زکوٰۃ پہلے ہی نکال دوں!

دیکھئے! والدہ کی ایک بات بچپن میں بتائی ہوئی تھی، آخر وہ رنگ لائی اور اس کے بیٹے کو زکوٰۃ کی توفیق ہوگئی۔ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں، جو احقر نے خود سنے ہیں۔

اسی طرح ایمانیات ہیں ابتداء سے ایک تصور دل میں آ جاتا ہے جو کبھی نہ کبھی ضرور رنگ لاتا ہے۔

Marfat.com

ایمان کے منافی عادات

بچپن سے جو عظیم گناہ انجانے میں شروع ہو جاتے ہیں اور انسانی زندگی کو کھوکھلا کر دیتے ہیں پوری عمر کے روگ اور ابتدائی زندگی سے سرایت کر جاتے ہیں ان سے بچانا اور بچے کی دیکھ بھال رکھنا والدین کی اولین ذمہ داریوں میں سے ہے۔ وہ قبیح عادات اور ناشائستہ حرکات یہ ہیں:

- جھوٹ بولنے کی عادت
- چوری کی خصلت
- گالی گلوچ کی سرشت
- بے راہ روی کی عادت

1۔ جھوٹ کی عادت

اسلام کی نظر میں سب سے بری خصلت جھوٹ ہے۔ چنانچہ جھوٹ کی برائی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اسلام نے اس کو نفاق کی خصلتوں میں سے شمار کیا ہے۔

جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَربَع'' من کُنَّ فِیہِ کَانَ مُنَا فِقًا خَالِصاً وَمَنُ کَانَ فِیُہ خَصُلَۃ'' منھُنَّ کَان فِیہ خَصُلَۃ' مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَھَا اِذَا ائتُمِنَ خَانَ وَاذَا حَدث کَذبَ وَاذا عَاھَد غدرَ وَاذَا خَاصَمَ فَجَرَ (بخاری و مسلم)

''جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا۔ اور جس میں ان میں ایک بات ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی۔ جب تک کہ اس کو چھوڑ نہ دے۔ (منافق وہ ہے) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ اور جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرے۔''

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے جھوٹ کی قباحت و مذمت کا پتا چلتا

Marfat.com

ہے۔ یہاں تک کہ مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

اس عادتِ بد کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ والدین اور دیگر مربی حضرات سچ بولنے کو اپنا شعار بنالیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے سچے بندے کو بہت ہی پسند ہیں فرماتے ہیں:

☆ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ''اور تم سچوں کے ساتھ رہو!'' (القرآن)

اگر ہم خود سچ نہ بولیں گے تو ہمیں اپنی اولاد یا طلبہ سے ہرگز یہ امید نہ رکھنی چاہیے کہ وہ سچ بات کہیں اور جھوٹ سے بچیں۔ بچے کا جھوٹ چھڑانے کے لیے بڑی حکمت عملی سے کام لینا پڑتا ہے۔ اس مقصد کے لیے ذہن میں رکھیے کہ کبھی بھی اپنے بچوں کو بے جا ظالمانہ دھمکی نہ دیں کئی عورتیں بچوں کو دھمکاتی ہیں:

''گھر سے نکال دوں گی۔'' ''میں ابھی بھوت کو بلالوں گی۔'' ''میں فلاں فلاں کو بلالوں گی۔''

اس قسم کے ڈر بچے کو نہ بتائیں اس لیے کہ بھوت کو بلاتی تو ہے نہیں۔

گھر سے نکالتی تو ہے نہیں، تو بچے ابتدا سے متاثر ہوتے ہیں۔ بعد میں اپنی امی کو جھوٹا سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ آپ اس کو ڈرا رہی ہیں۔ وہ دل ہی دل میں آپ کو جھوٹا سمجھ رہا ہے، جب ایک بات میں آپ کو جھوٹا سمجھا تو ہر بات میں آپ کے بارے شک میں پڑ جائے گا۔ امی تو جھوٹ بھی بولتی ہیں اس طرح گویا آپ نے بچے کو جھوٹ بولنے میں مدد دی۔

اسی طرح بچے سے کوئی جھوٹا وعدہ نہ کریں۔ ایسا وعدہ کریں جس کو آپ پورا کر سکیں۔ ورنہ بچہ جھوٹ بولنے کا عادی بن جائے گا اور اس کا گناہ آپ کو ہوگا۔ اس لیے اگر بچے کو ڈرانا بھی ہو تو اللہ سے ڈرائیں کہ بیٹا اللہ ناراض ہوتے ہیں۔ اس چیز سے اللہ ناراض ہوتے ہیں۔ بس ایک اللہ کا خوف اس کے دل میں بیٹھایئے کسی اور کا خوف دل میں بٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ اللہ کا خوف ایک ایسی نعمت ہے، دل میں بیٹھ گیا تو اس اللہ کے خوف کی وجہ سے شریعت کی جو بات بھی ہے بچہ اس پر عمل کرتا چلا جائے گا۔

جھوٹ چھڑانے کے لیے اگلے صفحات میں ایک مضمون ملاحظہ کیجیے!

چوری کی عادت

☆ آنحضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ (مشکوٰۃ)

جو تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ دے (اسے اختیار کر) جس میں ذرا بھی شک اور تردد نہ ہو۔"

اسلام اپنے ماننے الوں میں ایسی صفات پیدا کرنا چاہتا ہے کہ وہ نہ صرف برائی سے بچیں بلکہ گناہ اور حرام کے راستے اور واسطے سے بھی گریز کریں، چنانچہ جہاں چوری سے روکا ہے، وہاں شک والی چیز سے بھی منع فرمایا ہے کہ چوری تو یقینی حرام ہے کیونکہ وہ کسی کا حق ہے، شک والی چیز سے پرہیز کرنے والا شخص چوری اور حرام چیز سے لامحالہ بچے گا اور چوری کی عادت بداکثر بچپنے کی بے احتیاطی کے وجہ سے پڑتی ہے۔

☆ ایک شرعی عدالت نے ایک چور پر چوری کی سزا نافذ کرنے کا حکم دے دیا اور جب سزا پر عملدرآمد کا وقت آیا تو اس نے لوگوں سے باآواز بلند کہا:

"میرا ہاتھ کاٹنے سے پہلے میری والدہ کی زبان کاٹ دو۔ اس لیے کہ میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ اپنے پڑوسی کے یہاں سے ایک انڈے کی چوری کی تھی تو میری والدہ نے مجھے نہ تنبیہ کی اور نہ ہی مجھے یہ حکم دیا کہ انڈا پڑوسی کو واپس کردوں، بلکہ وہ ہنسنے لگی اور اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اب میرا بیٹا پورا آدمی بن گیا ہے۔ میری ماں کے پاس جرم پر چھپانے والی زبان نہ ہوتی تو آج میں معاشرے میں چور نہ بنتا۔"

چوری کی عادت جھوٹ کی عادت سے کم خطرناک نہیں ہے بلکہ جسے سچ بولنے کی عادت ہو وہ چوری سے بھی بچ جاتا ہے اور چوری کی عادت ان پسماندہ علاقوں میں زیادہ عام ہے جنہوں نے اپنے آپ کو اسلامی اخلاق سے آراستہ نہیں کیا ہے اور جو ایمانی تربیت سے صحیح طور پر فیضیاب نہیں ہوئے ہیں۔ اور یہ بدیہی امر ہے کہ اگر بچپن سے بچے میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین پیدا نہ ہوا اور امانت داری اور ادائے حقوق کا خیال نہ ہو تو بلاشبہ بچہ آہستہ آہستہ

Marfat.com

دھوکے بازی، چوری اور خیانت اور دوسروں کا مال ناحق کھانے کا عادی بن جائے گا، بلکہ وہ ایسا بدبخت اور مجرم ثابت ہوگا، جس سے معاشرہ پناہ مانگے گا اور اس کے برے کاموں سے لوگ امان چاہیں گے۔

اس لیے والدین اور مربی حضرات کا فرض ہے کہ بچوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا تصور پیدا کریں اور یہ عقیدہ ان کے نفوس میں راسخ کریں اور ان میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کریں اور خیانت اور چوری کے برے نتائج سے آگاہ کریں۔

یہ بات نہایت تکلیف دہ اور افسوسناک ہے کہ بہت سے ماں باپ اپنے بچوں کے پاس جو سازوسامان کاغذ، پن، پنسل، شاپنر اور روپیہ پیسہ ہے اس کی صحیح نگرانی نہیں کرتے اور اولاد کے صرف یہ کہنے سے کہ انہیں راستہ میں پڑا مل گیا ہے یا کسی ساتھی نے دے دیا ہے، اس کو تسلیم کر لیتے ہیں اور ان کی جھوٹی بات مان لیتے ہیں۔ تو فطری بات ہے کہ بچہ جب دیکھے گا کہ اس کا نگران اور مربی تحقیق سے کام نہیں لیتا تو بچہ مجرمانہ زندگی کے لیے آئندہ ایسی ہی توجہات کو اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔

لہٰذا ماں باپ اور تربیت کرنے والوں پر لازم ہے کہ اولاد کی ایمانی تربیت کا خاص خیال رکھیں۔ یعنی اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے اور قیامت کے دن حساب کتاب کے عقیدے کو مضبوط کرنے کی سعی کریں۔ اس لیے کہ قانون اس سے قطعاً عاجز ہے کہ لوگوں کو انفرادی طور پر خیانت اور دھوکے بازی سے باز رکھے۔ صرف درست عقائد ہی انسان کو بدی کے راستے سے روک سکتے ہیں۔

بچوں میں اس بری عادت کی روک تھام کے لیے مفید مشورے اگلے صفحات میں آرہے ہیں۔

والدین و اساتذہ پر اس وقت بہت سی ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں جب بچہ بولنے لگتا ہے۔ باادب گفتگو بڑوں کو خوش کر دینے والے کلمات، مثلاً: اَلسَّلَامُ عَلَیکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰه۔ نظریں جھکا کر بات کرنا۔ ہر بڑے چھوٹے سے بات کرنے اور دیگر معاملات میں وہ صفات پیدا کریں جو آپ چاہتے ہیں کہ دیگر لوگوں کے بچے آپ کے ساتھ اخلاق کا برتاؤ کریں۔

Marfat.com

گالی گلوچ اور بدزبانی

ایک مسلمان بچے کی زبان شائستہ اور باادب ہونی چاہیے۔ حتیٰ کہ جب اسے کسی سے اختلاف ہو جائے تو بھی اسے اپنے جذبات کا اظہار اس طرح کرنا چاہیے کہ اس کا قول تہذیب سے آراستہ رہے اور گالی سے دور۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱] سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ (بخاری و مسلم)

''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔''

[۲] نیز ارشاد فرمایا کہ نہیں گراتیں لوگوں کو جہنم میں چہرے کے بل مگر وہ باتیں جو وہ اپنی زبان سے نکالتے ہیں۔ (سنن اربعہ، مسند احمد)

[۳] نیز ارشاد فرمایا: مومن نہ طعنہ دینے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا نہ فحش گو گندی اور بیہودہ باتیں کرنے والا۔ (جامع ترمذی)

گالی گلوچ اور فحش گوئی ان قبیح ترین عادتوں میں سے ہے جو بچوں میں عام طور سے جلد رائج ہو جاتی ہیں، اس کا سبب دو بنیادی باتیں ہیں:

۱ برا نمونہ: جب بچہ یا بچی ماں باپ کی زبان سے گالی گلوچ سنیں گے تو لازمی طور سے وہ بھی ان کلمات کی نقل اتاریں گے اور بری باتیں اور جھوٹ ہی ان کے منہ سے نکلیں گے۔

۲ بری صحبت: بچہ جب گلیوں میں اور سڑکوں پر آزاد چھوڑ دیا جائے گا اور برے ساتھیوں کے ساتھ رہے تو ظاہر بات ہے کہ ایسا بچہ ان غلط قسم کے لوگوں سے لعن طعن، گالی گلوچ اور گندی زبان ہی سنے گا۔ اس لیے ماں باپ اور تربیت کرنے والوں پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کے لیے نہایت پیار بھرا، میٹھا انداز، شائستہ زبان، پیار سے اور اچھے الفاظ سے بہترین نمونہ پیش کریں اور ساتھ ہی لازم ہے کہ گلیوں میں اور سڑکوں پر کھیلنے اور گندے لوگوں کی صحبت اور بدترین ساتھیوں کی رفاقت سے بچائیں تاکہ وہ ان لوگوں کی کجی اور انحراف سے متاثر ہو، اور ان کی عادت اپنے اندر پیدا نہ کرے۔ نیز ان حضرات کا یہ بھی فریضہ ہے کہ بچوں کو زبان کی آفات و نتائج بد سے (جو

Marfat.com

انسانی شخصیت کو نقصان پہنچاتے اور اس کے وقار کو مجروح کرتے ہیں،) آگاہ کریں اور ان کے سامنے ان کے نتائج کو کھول کر بیان کریں۔

نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وہ احادیث بتلائیں اور سکھائیں جو گالی گلوچ اور فحش گوئی سے منع کرتی ہیں۔

یہ بھی ذہن میں رکھنا کہ بچوں کو ادب کے ساتھ بولنا سکھائیں بعض بچے ''تو اور تم'' کہہ کر بات کرتے ہیں۔ ان کو سمجھائیں کہ بیٹا ''آپ کہنے سے محبت بڑھتی ہے۔ لہذا چھوٹوں کو بھی ''آپ'' کہو، بڑوں کو بھی ''آپ'' کہو، ہاں! بچہ کہہ دے تو اس کو سمجھائیں زیادہ محبت ہے، اس طرح چھوٹی چھوٹی باتیں بچہ گود میں سیکھتا ہے اور پھر وہ اسے یاد رہتی ہیں یاد رکھنا۔ کہ بچپن کی باتیں انسان کو بچپن میں بھی نہیں بھولا کرتیں ساری زندگی یاد رہتی ہیں اس لیے بچوں کی تربیت اچھی کریں۔ یہ تو طے شدہ بات ہے۔ کہ جو گھاس جنگلوں میں پیدا ہو وہ باغ کی گھاس کی طرح نہیں ہوتی کہ جنگلوں کی گھاس میں کوئی خوبصورتی نہیں ہوتی ترتیب نہیں ہوتی اور باغ کے گھاس کے اندر تو خوبصورت اور جمال ہوتا ہے۔ اسی طرح ان پڑھ ماں کے بچے جو پلے ہوئے ہوں۔ وہ جنگلوں کے گھاس کی مانند ہوتے ہیں۔ اور جو پڑھی لکھی نیک صاحب سلیقہ ماں کے پلے ہوئے بچے ہوں وہ باغ کی گھاس کی مانند ہیں تو ماں کو چاہیے کہ بچوں کی تربیت پر زیادہ توجہ دے۔ اور اس پر زور دے کہ وہ باادب گفتگو کرے۔

بچے کورے کاغذ کی مانند ہیں

ابھی آپ کا منایا آپ کی لخت جگر چند دن کے ہیں ان کے دل کورے کاغذ کی مانند ہوتے ہیں ان پر خوبصورت پھول بوٹے بنانا یا الٹی سیدھی لکیریں لگانا یہ سب ''ماں'' کا کام ہے اگر ماں نے اچھی پرورش کی تو سب پھول بوٹے بن گئے اور اگر اس کو تربیت کا پتہ ہی نہیں تو پھر اس نے الٹی سیدھی لکیریں لگا دیں۔ اور گویا ان بچوں کو بگاڑنے میں اس کی معاون بن گئی۔ پرورش سے مراد یہی نہیں ہوتا کہ بچے کا جسم بڑا کرنا ہوتا ہے بلکہ پرورش سے مراد یہ ہے کہ جس طرح جسم بڑھے ساتھ دل کی صفات بھی بڑھیں۔ دماغی Capebilities بھی کھل کر سامنے آئیں۔ تو جو

Marfat.com

اچھی مائیں ہوتی ہیں وہ فقط بچے کے جسم کو بڑا نہیں کرتیں، اس کے اخلاق کو بھی بڑا کرتی ہیں، اس کے دماغ کو بھی بڑا کرتی ہیں۔ اور اس کے اندر ایسی سوچ ڈال دیتی ہیں کہ چھوٹی عمر میں ہی اس کی دماغی صلاحیتیں کھل کر سامنے آجاتی ہیں۔ یہ دل دماغ کی صلاحیتوں کو کھولنا یہ بھی ماں کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ کئی مائیں تو اتنی اچھی بچوں کی پرورش کرتی ہیں ان کے بچوں کو دیکھ کر دعائیں دینے کو جی چاہتا ہے۔ اور ان کے بچوں، بچیوں کی پیاری گفتگو کانوں میں رس گھولتی ہیں۔

ایک سلیقہ مند بچے کے ایمانی روحانی کلمات

ہمارے ایک دوست کسی عالم کے گھر گئے انہوں نے اپنے ایک بیٹے کو جن کی عمر آٹھ یا نو سال تھی ان کی خدمت میں لگا دیا۔ وہی ان کا بڑا بیٹا تھا وہ بچہ اتنا سلیقہ مند تھا کہ جب اس مہمان کے سامنے دستر خوان لگاتا برتنوں کے کھٹکنے کی آواز نہ آتی۔ اتنے پیار سے وہ برتن رکھتا اور اٹھاتا، اتنے سلیقے سے کام کرتا کہ ہمارے وہ دوست اتنے متاثر ہوئے، جب وہ نہانے کے لیے جاتے باہر نکلتے تو ان کے جوتے پالش ہیں، ان کے کپڑے استری ہیں، ہر چیز ان کی موقع بموقع تیار ہوتی وہ حیران ہوتے کہ چھوٹے سے بچے کو خدمت کا ایسا ڈھنگ کس نے سکھایا، چنانچہ ان کا جی چاہا کہ میں بچے سے بات کروں۔ لیکن بچہ ان کے پاس آتا اور جو ضرورت کی چیز ہوتی وہ رکھتا اور فوراً واپس چلا جاتا فالتو کچھ دیر بھی ان کے پاس نہیں بیٹھتا تھا۔ انہوں نے سوچا کہ اب اگر آیا تو میں اس سے پوچھوں گا کہ ماں باپ نے اس کی تربیت کیسے کی؟

وہ فرماتے ہیں کہ جب بچہ اگلی مرتبہ میرے پاس آیا اور اپنا کام کر کے جانے لگا تو میں نے اسے روکتے ہوئے کہا کہ بچہ تم سب سے بڑے ہو مقصد میرا پوچھنے کا یہ تھا کہ اولاد میں یہی پہلا بیٹا تھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ بچے تم سب سے بڑے ہو تو جیسے میں نے پوچھا وہ بچہ اتنا پیارا تھا مؤدب تھا، وہ میری بات سن کر تھوڑا سا شرما گیا۔ پیچھے ہٹا اور کہنے لگا انکل سچی بات تو یہ ہے کہ اللہ سب سے بڑے ہیں، ہاں بہن بھائیوں میں میری عمر زیادہ ہے۔ وہ کہنے لگے مجھے شرم کی وجہ سے رونا آگیا کہ عمر میں میں اتنا بڑا ہوں اور میں اس نقطے تک نہ پہنچ سکا اور اس بچے کی سوچ کتنی اچھی ہے اس نے Point Pickup کرلیا میرا فقرہ تھا کہ تم سب سے بڑے ہو بچہ جواب دیتا ہے کہ

انکل اللہ سب سے بڑے ہیں۔ہاں بہن بھائیوں میں عمر میری زیادہ ہے۔

☆چنانچہ دیکھ لیجئے کہ بچہ جب پیارے اور اچھے الفاظ بولتا ہے، تو کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے اور جب وہ لعن طعن، گالی گلوچ کرتا ہے تو کس قدر افسوس ہوتا ہے۔لہٰذا تربیت کرنے والوں کو اس کا بے حد خیال رکھنا چاہیے۔تاکہ بچہ باادب طریقے سے گفتگو کرنے کا عادی ہو، اس لیے کہ ایسی صورت میں ایسا بچہ بلاشبہ گھر کا ایک پھول اور لوگوں میں ممتاز حیثیت کا مالک ہوگا۔

بے راہ روی اور آزادی کی عادت

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے اَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ اَسْوَا قُھَا۔(مشکوٰۃ)

''شہروں میں سب سے بدترین جگہیں ان کے بازار ہیں۔''

گھر سے باہر اگر کسی شرعی یا انتظامی ضرورت سے نکلنا تو جائز ہے لیکن بچوں کا یوں بے ضرورت پھرنا درست نہیں انہیں زیادہ وقت والدین کی سرپرستی میں ہی گزارنا چاہئے!

اس بیسویں صدی میں جو بدترین چیز مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں میں پھیل گئی ہے وہ بے حیائی اور آزادی ہے۔چنانچہ آپ بہت سے قریب البلوغ اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو دیکھیں گے کہ وہ اندھی تقلید کے پیچھے بری طرح پڑے ہوئے ہیں اور گمراہی اور آزادی کے سیلاب میں بہے جا رہے ہیں۔اس لیے بہتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا مقصد حیات ہی صرف یہ ہے کہ وہ ظاہر کے لحاظ سے ہیرو بن جائیں۔ان کی چال میں لڑکھڑاہٹ اور گفتگو میں فحاشی اور بے حجابی جھلکتی ہوگی اور وہ کسی ایسی آوارہ اور گری پڑی لڑکی کی تلاش میں سرگرداں ہوں گے، جس کے قدموں پر اپنی مردانگی ذبح کر ڈالیں اور اس کی دوستی حاصل کرنے میں اپنی شخصیت کو قتل کر ڈالیں۔اس طرح ایک فساد سے دوسرے فساد کی جانب اور ایک بے حیائی سے دوسری بے حیائی کی طرف چلتے رہتے ہیں اور آخر کار ایک ایسے گڑھے میں گر جاتے ہیں جو ان کی تباہی و بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔العیاذ باللہ۔

Marfat.com

ماں کا کردار

زمانہ حمل سے لے کر بچے کی ولادت اور جوانی شادی بیاہ تک تمام امور میں ماں کا کردار بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ آئندہ چند سطور میں ہم کتاب وسنت کی روشنی میں ان باتوں کا ذکر کرتے ہیں جو ہر ماں کے لیے آسان بھی ہیں اور باعث برکت بھی۔

بچوں کے لیے جب کھانا پکایا کریں تو کوشش کیا کریں کہ باوضو کھانا پکائیں۔ اگر وضو رکھنے میں مشکل ہو تو کم از کم زبان سے سبحان اللہ پڑھ لیا کریں۔ الحمد للہ پڑھ لیا کریں۔ اللہ اکبر پڑھ لیا کریں۔ لا الہ الا اللہ کا ورد کیا کریں۔ ان الفاظ کا ورد تو عورت ہر حال میں کر سکتی ہے۔ اسی طرح جب کم سن بچے کو دودھ پلائیں تو انہیں وضوء کر کے ذکر کرتے ہوئے دودھ پلائیں وضو اور ذکر کے اثرات ضرور ہوتے ہیں۔ جسم پاک ہو پھر بھی کر سکتی ہیں نہیں پاک پھر بھی ان کو پڑھ سکتی ہیں۔ فقط قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا گیا اور ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا۔ باقی اس قسم کے اذکار زبان سے کیے جا سکتے ہیں۔ تو کھانا پکاتے ہوئے اگر آپ اللہ کا ذکر کریں گی۔ اس کی برکتیں ہوں گی اور اگر پاکی کے ایام ہیں اور آپ کو کچھ سورتیں یاد ہیں تو ان سورتوں کو پڑھیے تاکہ قرآن پڑھنے کی برکتیں آپ کے کھانے میں آجائیں یہ صحابیات کا عمل بھی ہے۔

باوضو کھانا پکانا صحابیاتؓ کا عمل

ایک صحابیہؓ نے تنور میں روٹیاں لگوائیں، جب پک کر تیار ہو گئیں تو فرمانے لگیں، لے بہن! میرا تو کھانا بھی تیار ہو گیا اور میرے تین پارے کی تلاوت بھی مکمل ہو گئی۔ معلوم ہوا جتنی دیر میں یہ روٹیاں لگاتیں تھیں۔ یہ زبان سے اللہ کا قرآن پڑھتی رہتی تھیں۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد ہوں، تو وہی پڑھ لیجئے۔ سورۂ اخلاص تو ہر مسلمان بندے کو یاد ہوتی ہے۔ فقط یہی پڑھتی رہیں تو یہ بھی کافی ہے اور اگر سورتیں بھی نہیں پڑھ سکتیں پاکی کی حالت نہیں تو ذکر کرلیں۔

سُبحَانَ اللّٰہِ اَلحَمدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکبَرُ یہ کلمات پڑھنے میں بہت آسان ہیں۔

كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى

Marfat.com

الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ (بخاری شریف)

بخاری شریف کی آخری حدیث یہی ہے کہ یہ دو کلمے ایسے ہیں کہ پڑھنے میں بہت ہلکے ہیں اور اللہ رب العزت کو بڑے محبوب ہیں لیکن ''میزان'' کے اندر بڑے بھاری ہیں۔

توحید الٰہی کی شمعیں روشن

ایک اور بڑا اہم نقطہ ہے کہ بچے کے دل میں بچپن سے ہی ایمان کو مضبوط کیجئے توحید کا تصور مضبوط کر دیجئے۔ بچے کے دل میں اللہ سے توکل پیدا کر دیجئے۔ یہ ماں کے اختیار میں ہوتا ہے وہ ایسی تربیت کرے کہ بچے کے دل میں ڈر بھی اللہ رب العزت کا ہو امیدیں ہوں تو اللہ سے ہوں، محبت ہو، تو اللہ کی ہو، توحید اس کے ذہن میں رچ بس جائے اور وہ انسان، وہ بچہ اللہ سے والہانہ محبت کرنے والا بن جائے۔ ہمارے پہلے وقت کی اچھی مائیں ان باتوں کا بہت زیادہ خیال رکھتیں تھیں۔ (گذشتہ صفحات میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث آپ نے پڑھ لی)

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی والدہ کی تربیت

انڈیا میں ایک بزرگ گزرے ہیں جو مغل بادشاہوں کے پیر کہلاتے ہیں۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ۔ قطب مینار کے پاس ہی ان کی قبر ہے جہاں یہ لیٹے ہوئے آرام فرما رہے ہیں۔ ان کے بارے میں آتا ہے کہ ان کا نام تو تھا قطب الدین لیکن ان کے ساتھ ''کاکی'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ کاکی ہندی کا لفظ ہے کاکی ہندی میں روٹی کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ ان کے نام کے ساتھ کیسے لگا؟ یہ بھی دلچسپ واقعہ ہے:

جب ان کی پیدائش ہوئی ذرا سمجھ بوجھ والے ہو گئے ماں باپ بیٹھ کر سوچنے لگے کہ ہم بچے کی کس طرح اچھی تربیت کریں تاکہ ہمارا بچہ اللہ رب العزت سے محبت کرنے والا بن جائے۔ بیوی کہنے لگی کہ میرے ذہن میں ایک بات ہے میں کل سے اس پر عمل کروں گی جس کی وجہ سے میرا بیٹا اللہ سے محبت کرنے والا بن جائے گا۔ خاوند نے کہا بہت اچھا چنانچہ اگلے دن جب بیٹا مدرسے میں گیا تو پیچھے ماں نے اس کی روٹی بنا دی اور closet کے اندر کہیں پر چھپا دی۔ جب بچہ آیا

Marfat.com

کہنے لگا ''امی مجھے بھوک لگی ہے۔ مجھے روٹی دیں'' تو ماں نے کہا بیٹا روٹی ہمیں بھی اللہ تعالیٰ دیتے ہیں آپ کو بھی اللہ تعالیٰ دیں گے آپ اللہ تعالیٰ سے مانگ لیجئے۔ بیٹے نے پوچھا امی میں کیسے مانگوں؟ فرمایا: کہ بیٹے مصلیٰ بچھا دو اور اس پر بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاؤ اور اپنے اللہ سے دعا مانگو۔ چنانچہ بچے نے مصلیٰ بچھایا دونوں ہاتھ اٹھا لیے اور دعا مانگنے لگا۔

اے اللہ! میں ابھی مدرسے سے آیا ہوں تھکا ہوا ہوں اور مجھے بھوک لگی ہوئی ہے اور مجھے پیاس بھی لگی ہوئی ہے، اللہ! مجھے روٹی بھی دے دیجئے، پانی بھی دے دیجئے۔

اے اللہ مجھے جلدی سے دے دیجئے۔

یہ دعا مانگنے کے بعد بیٹے نے پوچھا کہ امی اب میں کیا کروں تو ماں نے کہا کہ بیٹے اللہ نے تیرا رزق بھیج دیا ہوگا تو کمرے کے اندر تلاش کر، تجھے مل جائے گا۔ چنانچہ مصلیٰ سے اٹھ کر کمرے میں آیا ادھر ادھر دیکھا ماں نے کچھ Guide کیا، چنانچہ جب اس نے closet کھول کر دیکھا اس میں گرم گرم کھانا پکا ہوا پڑا تھا، وہ بڑا خوش ہو گیا، پھر کھانا کھاتے ہوئے پوچھنے لگا۔ امی روز اللہ تعالیٰ دیتے ہیں۔

ماں نے کہا ہاں بیٹے، روز اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں، اب یہ روز کی عادت بن گئی۔ بچہ مدرسہ سے آتا اور آ کر مصلیٰ پر بیٹھ کر دعا مانگتا ماں نے کھانا تیار رکھا ہوتا وہ کھانا بچے کو مل جاتا، بچہ کھانا کھا لیتا۔ جب کئی دن گزر گئے۔ ماں نے محسوس کرنا شروع کر دیا کہ بچہ اللہ تعالیٰ کے متعلق زیادہ سوال پوچھنے لگا۔

امی ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ کھانا دیتے ہیں، امی! اللہ تعالیٰ کتنے اچھے ہیں، امی اللہ تعالیٰ ہر روز کھانا دیتے ہیں۔ اللہ رب العزت سے محبت خوب بیٹھنے لگ گئی ماں بھی بڑی خوش تھی بچے کی تربیت اچھی ہو رہی ہے اور یہ سلسلہ کئی مہینے ایسے چلتا رہا۔

بالآخر ایک دن ایسا آیا ماں کو کسی تقریب میں رشتے داروں کے گھر جانا پڑا۔ بیچاری وقت کا خیال نہ رکھ سکی جب اسے یاد آیا کہ وقت تو بچے کے واپس آنے کا ہو چکا تھا، ماں گھبرائی میرا بیٹا سکول سے واپس گھر آ گیا ہوگا اگر اس کو کھانا نہ ملا تو میری تو ساری محنت ضائع ہو جائے گی۔ اب

Marfat.com

آنکھوں میں سے آنسو آ گئے۔ برقعہ پہنا قدم تیزی سے اٹھا رہی ہے آنکھوں میں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے ہیں۔ اللہ سے فریاد کرتی جا رہی ہے میرے مولا میں نے ایک چھوٹی سی ترکیب بنائی تھی، میرے بیٹے کے دل میں تیری محبت بیٹھ جائے اللہ مجھ سے غلطی ہوئی میں وقت کا خیال نہ رکھ سکی۔ کھانا پکا کر نہیں رکھ آئی۔ اللہ میرے بیٹے کا یقین نہ ٹوٹے اللہ میری محنت ضائع نہ کر دینا روتی ہوئی ماں بلا آخر جب گھر پہنچی تو کیا دیکھتی ہے، بچہ بستر کے اوپر آرام کی نیند سویا ہوا ہے، ماں نے غنیمت سمجھا اور جلدی سے کچن میں جا کر کھانا بنا دیا اور پھر اسے کمرے میں چھپا دیا۔ پھر اپنے بیٹے کے پاس آئی، آ کر اس کے رخسار کا بوسہ لیا۔ بچہ جاگ گیا ماں نے سینے سے لگا لیا، میرے بیٹے تمہیں آئے ہوئے کتنی دیر ہو گئی۔ تمہیں بہت بھوک لگی ہو گی، بہت پیاس لگی ہو گی۔ بیٹا اٹھو اللہ سے رزق مانگ لو۔ بیٹا ہشاش بشاش اٹھ کر بیٹھ گیا امی مجھے بھوک نہیں لگی، پیاس نہیں لگی۔

ماں نے پوچھا ''بیٹا کیوں؟ بیٹا کہنے لگا'' امی جب میں مدرسے سے گھر آیا تھا میں نے مصلیٰ بچھایا اور میں نے ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا مانگی اللہ! بھوکا ہوں پیاسا ہوں مجھے کھانا دے دیجئے'' اور اللہ! آج تو امی بھی گھر پر نہیں ہیں، میں نے یہ دعا مانگ کر امی کمرے میں جا کر دیکھا، امی! مجھے کمرے میں ایک روٹی پڑی ہوئی ملی۔ میں نے اسے کھا لیا لیکن امی جو مزہ مجھے اس روٹی میں آیا وہ مزہ مجھے پہلے کبھی بھی نہیں آیا، ماں نے بچے کو پھر سینے سے لگایا، اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ تو نے میری لاج رکھ لی۔ اس لیے اس کا نام کاکی پڑ گیا۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ یہ بچہ بڑا ہو کر اتنا بڑا شیخ بن گیا کہ وقت کے بڑے بڑے مغل بادشاہ ان کے مرید بنے۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ ان سے بیعت ہوئے اور ان کے ہاتھوں پر توبہ تائب ہوئے۔ سبحان اللہ جب بچے کی ماں یوں تربیت کرتی ہے تو پھر اللہ رب العزت بھی اس بچے کو روشنی کا مینار بنا دیا کرتے ہیں۔ آپ بھی اپنے بچوں کو بچپن ہی سے اولیاء اللہ والی صفات سکھائیں، تا کہ بچے بچپن ہی سے ان صفتوں کو اپنے اندر پیدا کر لیں۔

(تربیت اولاد، روایت حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ)

ماں بچے کی نفسیات کو کیسے سمجھے؟

روتے ہوئے بچے کو مسکرانے پر آمادہ کر لینا یہ ماں کا بڑا فن ہوتا ہے۔ اس راز کو ماں سمجھتی ہے۔ اس راز کو ماں ہی جانتی ہے۔ اس موقع پر میں کون سی بات کروں کہ یہ بچہ ابھی روتا ہوا ہنسنے لگ جائے گا، ہم نے بچوں کو دیکھا کہ ایک سیکنڈ میں ان کی آنکھوں میں آنسو آ رہے ہیں اور دوسرے سیکنڈ میں وہ مسکرا کر کوئی بات کر رہے ہیں۔ یہ بچوں کا رونا ہنسنا ایسا ہی ہوتا ہے اس لیے بچے کو کس طرح ہنسانا ہے روتے ہوئے بچے نے کس طرح مسکرانا ہے آپ اس بات کو اچھی طرح Study کریں کہ یہ بچہ کس بات پر مسکراتا ہے تو اس لیے جب آپ کو پتہ چل جائے گا تو آپ ایسی بات کر دیں گی روتا ہوا بچہ ہنستے ہوئے آپ کو ملنا شروع کر دے گا۔ یہ بھی بات ذہن میں رکھئے۔ اگر آپ کا بچہ کوئی گناہ کر رہا ہے کوئی چوری کر رہا ہے یا کوئی اور بات کر رہا ہے اور آپ عین اس موقع پر پہنچ گئیں تو بچے کو رنگے ہاتھوں کبھی نہ پکڑیں۔ دیکھی ان دیکھی کر دیں۔ یوں بن جائیں جیسے آپ نے دیکھا ہی نہیں۔ بچہ خاموش ہو جائے گا، دب جائے گا، لیکن وہ Insult محسوس نہیں کرے گا کہ مجھے تو پکڑ لیا گیا اس طرح ان کے ذہن میں حیا ختم ہو جائے گی وہ کہے گا امی نے تو دیکھ ہی لیا تو اس حیا کو باقی رہنے دیں، پھر پیار پیار سے بات کر کے اس کو سمجھائیں اس گناہ کے بارے میں تو بچہ خود معافی مانگ لے گا۔ Commitment کر لے گا۔ کہ امی میں ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ والدین کا یہ فرض ہے کہ وہ جان لیں کہ بچہ آوارہ کیوں پھرتا ہے، تاکہ اس مسئلے کا بہتر حل کیا جا سکے، اس مسئلے کا حل اگلے صفحات میں پڑھیئے!

Marfat.com

اخلاقی تربیت کی ذمہ داری

مربیِ انسانیت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

☆ اَحْسَنُکُمْ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا: تم میں بہتر وہ ہیں، جن کے اخلاق اچھے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

والدین واساتذہ بچوں کے متعلق یہی چاہتے ہیں کہ ان کے اخلاق اچھے ہوں، جن سے ان بچوں کا واسطہ ہو، انہیں بہتر انداز میں اپنے قول وفعل پیش کرسکیں۔

☆ حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ اخلاق وآداب کی جامع تعریف یہ ہے کہ انسان کے کسی قول یا فعل سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے اس کو اخلاق اور اسی کو ادب کہتے ہیں۔ مزید بہتر اچھے اخلاق کی تعریف یہ ہے کہ ہاتھ اور زبان سے لوگوں کو راحت پہنچے۔

اخلاقی تربیت سے ہماری مراد تمام اخلاقی بنیادی باتوں اور کردار اور وجدان سے متعلق فضائل کا وہ مجموعہ ہے جنہیں حاصل کرنا اور بچے کو سکھانا ضروری ہے، تاکہ جب وہ مکلّف ہو اور جوان ہو اور زندگی کے گہرے سمندر میں قدم رکھے تو یہ تمام فضائل وکمالات اس میں موجود ہوں۔ چنانچہ بچپن میں جب نوعمری ہی سے ایمان باللہ پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس سے مدد مانگنے اور اس کے سامنے گردن جھکانے کا عادی ہوگا، تو ہر فضیلت اور ہر شریفانہ اخلاق کو اختیار کرنے کا اس میں فطری ملکہ اور وجدانی شعور واحساس پیدا ہوگا، اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بہت سے دیندار والدین اور بہت سے مرشدوں، پیروں اور تربیت کرنے والوں کا اپنے شاگردوں، مریدوں اور اولاد کے سلسلے میں یہ عملی تجربہ کامیاب رہا ہے۔

چنانچہ یہ تجربہ ومشاہدہ سلف صالحین کی سیرت اور حقیقت وواقعہ کی دنیا میں صحیح ثابت ہو چکا ہے اور جب بچے کی تربیت اسلامی عقائد سے بعید اور دینی توجہات سے عاری ہوگی اور اللہ تعالیٰ سے تعلق نہ ہوگا تو بلاشبہ بچہ فسق وفجور کی روش پر پروان چڑھے گا اور الحاد وگمراہی میں بڑھے اور پلے گا۔ پس اگر اس کا مزاج جامد ہوگا تو دنیاوی زندگی میں بے وقوفوں اور غافلوں کی طرح رہے گا۔ زندہ ہوگا، لیکن مردوں کی طرح رہے گا، کسی کو نہ اس کی زندگی کی خبر ہوگی اور نہ ہی اس کے مرنے سے کوئی خلا پیدا ہوگا۔

Marfat.com

شفقت اور رحمدلی

سختی اور مار پیٹ سے کہیں بہتر ہے کہ دلی محبت اور پیار سے بچے میں اچھی عادات پیدا کی جائیں، اسلام نے عالی ظرفی، بلند اخلاقی اور شفقت اور رحم دلی کے سلسلہ میں جو رہنمائی کی ہے اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

☆اِنَّ اللّٰهَ يَأمُرُكُمْ بِالْعَدلِ وَالاحْسانِ وَاِيتاءِ ذِى الْقُربٰى (سورۂ نحل)

''اللہ حکم دیتا ہے انصاف اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں کو دینے کا۔''

☆ نیز ارشاد باری ہے:

وَالكٰظِمِينَ الغَيْظَ وَالعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ المُحْسِنِينَ ٥

(سورۂ آل عمران)

''اور وہ لوگ جو غصہ کو دبا لیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

☆ ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے:

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا (القرآن)

''اور سب لوگوں سے نیک بات کہو۔''

اولاد کی تربیت کے لیے وہ اصول اور ضابطے ہی مفید رہتے ہیں جن کی راہنمائی اللہ اور اس کے رسول نے کی ہے اپنی مرضی کے مطابق کوئی مفروضہ قائم نہ کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

☆ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللّٰهِ (القصص: ٥٠)

''اور ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو۔ بدون اس کے کہ منجانب اللہ کوئی دلیل (اس کے پاس) ہو۔''

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمانی تربیت ہی آزاد اور ہر قسم کے منحرف مزاج لوگوں کی اصلاح

Marfat.com

کرتی ہے، اس کے بغیر نہ کسی قسم کی اصلاح ممکن ہے نہ استقرار وسکون کی توقع۔

ایمان و اخلاق کے درمیان اسی مضبوط ربط و تعلق اور عقیدہ و عمل کے درمیان اس عظیم و مستحکم رابطہ کی وجہ سے مغرب کے علمائے تربیت اور ذمہ دارانِ اصلاح معاشرہ اور ان کے علاوہ دوسری بہت سی قوموں کے مصلحین اس جانب متنبہ اور متوجہ ہو گئے ہیں اور اس سلسلے میں اپنی قوم اور معاشرے کی رہنمائی کر رہے ہیں انہوں نے اپنا نقطۂ نظر اور رائے یہ ظاہر کی ہے کہ دین کے بغیر نہ تو معاشرے میں مکمل استقرار پایا جا سکتا ہے اور نہ ایمان کے بغیر افراد کی اصلاح ہو سکتی ہے اور نہ ان کے اخلاق درست ہو سکتے ہیں۔

چند اقوال:

اس سلسلے میں ایک مسلمان کے لیے نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ کے اقوال ہی کافی ہیں درج ذیل اقوال غیر مسلم دانشوروں کے بھی لکھے جا رہے ہیں کہ وہ بھی بغیر مذہبی ذہنیت کے تربیت کو نامکمل سمجھتے ہیں گویا مذہب کے بغیر انسان مہذب نہیں ہو سکتا ہے۔

① گوئٹے نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ایمان اور عقائد کے بغیر انسان کی زندگی میں اخلاق اور اصلاح کا کوئی کام کارآمد نہیں ہو سکتا۔

② ہندوستان کے مشہور قومی لیڈر گاندھی کہتے ہیں کہ دین اور اچھے اخلاق یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا، یہ دونوں اصل میں اکائی ہیں۔ دین اخلاق کے لیے روح کی مانند ہے اور اخلاق روح کے لیے فضا کی طرح ہے۔ بالفاظ دیگر دین، اخلاق کو اس طرح غذا پہنچاتا ہے جیسا کہ پانی کھیتی کو غذا پہنچاتا ہے اور نشوونما کرتا ہے۔

③ برطانوی جج مسٹر ڈینگ لکھتے ہیں! کہ دین کے بغیر اخلاق کا وجود ناممکن ہے اور اخلاق کے بغیر کسی قانون کا مفید پایا جانا ناممکن ہے۔ (خواتین کا اسلامی انسائیکلوپیڈیا)۔

Marfat.com

ذہنی و عقلی پختگی کی ذمہ داری

سیدنا لقمان علیہ السلام نے اپنے لخت جگر کو زندگی کے نشیب و فراز سمجھانے کے لیے جو ارشادات فرمائے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ دی ہے۔ درحقیقت وہ تمام نصیحتیں عقلی پختگی کے لیے کافی و وافی ہیں۔ اساتذہ و والدین کو قرآن کریم سے سورۂ لقمان کی وہ نصیحتیں ضرور سامنے رکھنی چاہئیں۔ ہم جب ان باتوں کو پڑھتے ہیں تو.........

وہ سب سے پہلے تمام مخلوق سے کچھ نہ ہونے اور اللہ کی ذات سے ہی سب کچھ ہونے کا یقین اپنے بیٹے کے دل میں بٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ نہیں چاہتے کہ ایمان وظلم وشرک ایک جگہ اکٹھے ہوں پھر اللہ کے شکر کے بعد والدین کا شکر گذار رہنے والی نصیحت کا اللہ نے خود اضافہ فرما دیا ہے۔ زندگی کی شاہراہ پر چلتے ہوئے کسی رہبر کی ضرورت پڑے تو اسی نیک آدمی کے پیچھے چلنا ہے جس نے اپنا رخ اللہ کی طرف کر رکھا ہے، پھر نماز۔ صبر۔ خندہ پیشانی کا حکم دیتے ہیں اس کے بعد بلند آوازی اور تکبرانہ قول و فعل اور متکبروں والی چال سے روکتے ہیں۔

عقل و ذہن کی پختگی

ذہنی اور عقلی تربیت سے مراد یہ ہے کہ علوم شرعیہ اور علمی اور عصری تہذیب و ثقافت اور فکری و نفسیاتی سوجھ بوجھ پر مبنی ایسی نفع بخش چیزوں سے بچے کے ذہن کو آہستہ آہستہ تیار کیا جائے جو بچے کے شعور میں پختگی پیدا کریں اور اسے معاشرتی، علمی اور ثقافتی لحاظ سے کارآمد اور بہتر آدمی بنائیں۔

اہمیت کے لحاظ سے یہ ذمہ داری ایمانی، اخلاقی اور جسمانی تربیت کی ذمہ داریوں سے کچھ کم اہمیت کی حامل نہیں ہے۔ لہذا بچوں کی تربیت کے سلسلے میں والدین پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہیں ان کے مختلف مراحل کو بیان کرنا ضروری ہے، تاکہ تربیت کرنے والے، ان پر مرحلہ وار چلتے رہیں۔ عقلی تربیت کے حوالے سے مندرجہ ذیل امور بے حد اہم ہیں:

1. تعلیمی ذمہ داری
2. فکری ذہن سازی کی ذمہ داری

Marfat.com

❸ ذہنی تندرستی کی ذمہ داری

تعلیمی ذمہ داری اور اس کے تقاضے

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کی نظر میں یہ ذمہ داری نہایت اہم و نازک ہے، اس لیے کہ اسلام نے والدین اور مربیوں پر بچوں کی تعلیم اور انہیں صحیح ادراک کے قابل بنانے کے حوالے سے بڑا زور دیا ہے۔ تاریخی اعتبار سے ہر شخص کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے، جو آیات نازل ہوئی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ○ (العلق: ۱ تا ۵)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) آپ (پر جو) قرآن (نازل ہوا کرے گا) اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے (یعنی جب پڑھے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر پڑھا کیجئے) جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے (جو چاہتا ہے عطا فرماتا اور) ایسا ہے جس نے (لکھے پڑھوں کو) قلم سے تعلیم دی (اور عموماً) انسان کو (دوسرے ذرائع سے) ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔"

اور یہ اس لیے فرمایا تاکہ علم اور پڑھنے پڑھانے کی حقیقت و عظمت اور بڑائی کا اظہار ہو اور یہ بتلا دیا جائے کہ فکر و عقل کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ اور ساتھ ہی علم و ثقافت کے دروازے کو مکمل طور سے کھولنا مقصود تھا۔

قرآنی آیات اور احادیث نبویہ ﷺ بکثرت ہیں، جو تحصیل و فضیلتِ علم کی ترغیب دیتی اور علماء کی قدر و منزلت کی بلندی کو بیان کرتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (زمر: ۹)

"آپ کہیے، کیا علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں؟"

ایک اور جگہ اپنے نبی کو اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

Marfat.com

وَقُل رَّبِّ زِدْنِی عِلْمًا (طٰہٰ:۱۱۴)

''اور آپ یہ دعا کیجئے کہ''اے میرے رب! میرا علم بڑھا دیجئے۔''

احادیث مبارکہ

احادیث نبویؐ میں سے چند حدیثیں یہ ہیں:

(۱) مَنْ سَلَکَ طَرِیقًا یلْتَمِسُ فِیه عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِیقًا اِلَی الجنةِ (مسلم)

''جو شخص کسی ایسے راستے پر چلے جس پر علم (دین) کو تلاش کر رہا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں۔''

(۲) من خَرجَ فِی طَلَبِ العِلْمِ فَهُوَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَرْجِعَ (ترمذی)

''جو شخص طلب علم کے لیے نکلتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ واپس نہ آ جائے۔''

(۳) فَضْلُ العالم عَلَی العَابِد کَفَضْلِی عَلٰی ادنَاکُم اِنَّ اللّٰه وَمَلٰئِکَتَه وَاَهْلُ السَّمٰوٰت وَالاَرْضِ حَتَّی النَّمْلَةَ فی جُحْرِهَا وحَتَّی الحُوتَ لَیُصَلُّونَ عَلٰی مَعَلِمِ النّاس الخیر (ترمذی)

''عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری (فضیلت) تم میں سے معمولی آدمی پر۔ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین والے حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں پانی میں لوگوں کو خیر سکھانے والے کے لیے دعا کرتی ہیں۔''

قرآن کریم کی اس رہنمائی اور نبی کریم ﷺ کے ان ارشادات کی روشنی میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان کے بعد کے مسلمان علوم قرآنیہ کے پڑھنے اور ان سے عبرت حاصل کرنے میں لگ گئے اور انہوں نے ہر علم نافع کے سیکھنے کو فرض یا واجب قرار دیا اور عالم میں موجود دوسری قوموں کے تمدن و ثقافت سے فائدہ اٹھایا اور اس میں جدت پیدا کی اور اس کو اپنا تابع بنا کر ممتاز اسلامی سانچے میں ڈھال لیا۔

Marfat.com

پھر صدیوں تک سارا جہان ان کے علوم سے خوشہ چینی کرتا اور مستفید ہوتا رہا اور مشرق و مغرب میں مادی ترقی کو جو اس دورِ جدید میں چمک دمک اور شان و شوکت نصیب ہوئی ہے، وہ صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے صقلیہ اور اندلس اور دیگر صلیبی جنگوں کی بدولت مسلمانوں کے علوم اور ان کے ثقافت سے فائدہ اٹھایا اور یقیناً بجا طور پر گم کردہ راہ عالم پر پریشان انسانیت کے لیے اسلامی سلطنت ایک استاد و معلم اور امام کی حیثیت رکھتی تھی۔

مربیانِ مکرم! آپ بھی اپنے بچوں میں یہ جوہر پیدا کرنا چاہتے ہیں اور یقیناً ہر مسلمان والد اور والدہ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میری اولاد دوسروں کی راہنما بن جائے۔ تو اس مقصد کے حصول کے لیے اپنے پیارے بیٹے کو اور اپنی لاڈلی بیٹی کو علم دین ضرور سکھائیں، جو مرنے کے بعد بھی آپ کے اور ان کے کام آئے۔

ابتدائی تعلیم ۔۔۔۔ ماں کی گود

- اگر آپ نے اپنے بچے کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کی عادت ڈال دی ہے
- وہ پیارے پیارے بول بولتا ہے اور ہر کام میں بسم اللہ کہہ لیتا ہے
- دودھ پینے یا کسی بھی چیز کے کھانے کے بعد الحمد للہ کہنا اس کی عادت ہوگئی ہے
- اذان کے کلمات مسجد کے میناروں سے بلند ہوتے ہی وہ خاموش ہو جاتا ہے اور اذان کا جواب دیتا ہے
- اسے ہاتھ پاؤں کپڑے اور جسم نظیف رکھنے کی عادت ہے
- ہاتھ منہ دھونے کے نام سے آپ نے اسے وضو سے آشنا کر دیا ہے
- چیزوں کو توڑتا نہیں، بلکہ سلیقے سے ان کی جگہ رکھ دیتا ہے
- نماز کے وقت وہ آپ کے ساتھ کھڑے ہو کر نمازیوں والی عادات اپناتا ہے

تو آپ نے اس کی ''گھٹی'' میں اچھا انسان بننے کی خوراک رکھ دی ہے۔

Marfat.com

فکری ذہن سازی

آج ذرائع ابلاغ اور دیگر ذرائع سے اسلام کی ابدی منفعت بخش تعلیمات کو ''دقیانوسیت'' اور ''بنیاد پرستی'' جیسے القاب کو نفرت کے طور پر استعمال کر کے نئی نسل کو اللہ اور اس کے رسول ؐ سے دور کیا جارہا ہے جو والدین غافل نہیں ہیں وہ اپنے بچوں کو ان نعروں سے متاثر نہیں ہونے دیتے وہ سمجھتے ہیں کہ دین اسلام نے بچوں کے سلسلے میں والدین اور مربیوں پر جو نہایت عظیم ذمہ داری ڈالی ہے وہ یہ کہ بچوں کو بچپن سے ہی فکری و ذہنی طور پر صرف اور صرف اللہ کا نیک بندہ بننے کے لیے تیار کیا جائے اور سمجھداری اور عقل کی پختگی کے دور تک ان کی ذہنی و فکری تربیت کی جائے۔ اس فکری تربیت کا مقصد یہ ہے کہ مندرجہ ذیل چیزوں سے بچے کا ربط و تعلق ہو، وہ یہ سمجھے کہ:

① اسلام کے ساتھ ہی دین و حکومت کے اعتبار سے کامیابی ہے۔

② قرآن عظیم کے ساتھ نظام و قانون کے اعتبار سے وابستگی ضروری ہے۔

③ اسلامی تاریخ پر غور کرنے کے ساتھ عزت و عظمت ہے۔

④ عمومی اسلامی تہذیب و تمدن کے ساتھ فکری اور روحانی طور پر ربط۔

⑤ اور اسلامی دعوت کے ساتھ نہایت جرأت مندانہ فعال ربط وضبط اور خصوصی تعلق وجذبہ کے طور پر۔

اس لیے تربیت کرنے والوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ بچہ جب سمجھدار اور باشعور ہو جائے تو اسے مندرجہ ذیل حقائق اسی وقت سے ذہن نشین کرادیں:

❁ الف: اسلام ایک ابدی اور دائمی مذہب ہے اور وہ ہر زمانے اور ہر جگہ کے لیے پوری صلاحیت رکھتا ہے کہ ہر دور اور ہر ملک میں پیش آنے والے مسائل کا حل پیش کرے۔

❁ ب: ہمارے آبا و اجداد عزت و قوت، تہذیب و تمدن کے جن عظیم مراتب تک پہنچے تھے، وہ صرف اس وجہ سے کہ انہیں اسلام کی دولت نے طاقت و عزت بخشی تھی۔

❁ ج: اعدائے اسلام، جو سازشوں کا جال بچھاتے ہیں اسے کھول کھول کر بیان کیا جائے کہ یہ سازشیں سب اس مقصد کے لیے ہوتی ہیں کہ روئے زمین سے ''اسلامی عقائد'' کو ختم

Marfat.com

کر دیا جائے۔

د: اسلام کی اس ''تہذیب وتمدن'' کو بیان کیا جائے، جس سے طویل مدت تک تمام دنیا سیرابی حاصل کرتی رہی ہے۔

ہ: اور بچے کو یہ باور کرایا جائے کہ ہم ایک ایسی امت ہیں کہ ہمارا نام تاریخ کے زریں صفحات میں نبی کریم ﷺ اور حضرات ابوبکر وعمر، عثمان وعلی دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجہ سے درج ہوا ہے اور ہم نے مادی علوم وغیرہ کے ذریعے نہیں، بلکہ قرآن کریم کے ذریعے دنیا پر حکومت کی ہے اور ہم نے لوگوں کو بتوں کا پیغام نہیں پہنچایا ہے، بلکہ ہم نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی ہے اور قرآن پاک کی تعلیمات سے روشناس کرایا ہے۔ ان کو اسلام کی اشاعت کے لیے اسلاف کی کوششوں سے ضرور آگاہ کرائیں۔

اس لیے کہ ہمارے اسلاف رحمہم اللہ نے اس قسم کی ذہن سازی کا بہت اہتمام کیا ہے اور وہ حضرات نوعمری سے ہی بچوں کو قرآن کریم اور رسول اکرم ﷺ کے غزوات اور بزرگوں اور بڑوں کے کارناموں کی تعلیم دینے کو ضروری سمجھتے تھے۔ آج بھی جو والدین یہ فریضہ انجام دیتے ہیں، ان کی اولادیں امت کی راہنمائی کر رہی ہیں۔

ذہنی صحت وتندرستی

والدین پر از روئے شریعت یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد کی اصلاح کی فکر کریں، تاکہ ان کی فکر درست رہے اور ان کا حافظہ قوی اور ذہن صاف اور عقل پختہ رہے۔ اس مناسبت سے اب ہم جسم وعقل کو نقصان پہنچانے والی چیزوں کا ذکر کرتے ہیں۔

① ہر نشہ مثلاً شراب نوشی کی لعنت۔ خواہ کسی شکل میں ہو، یہ ایک ایسی بیماری ہے جو صحت کو تباہ کردیتی ہے۔

② مشت زنی کی عادت۔ اس پر مداومت دق وسل پیدا کرتی ہے۔ اور حافظے اور صحت کو کمزور کرتی ہے۔

③ تمباکو نوشی کی عادت۔ یہ ایسی لعنت ہے کہ جو عقل پر اثر انداز ہوتی ہے اور حافظے کو کمزور کردیتی ہے۔

④ جنسی جذبات کو بھڑکانے والی چیزوں کی آفت۔ جیسے گندی فلموں کا دیکھنا، ننگی تصویروں کو دیکھنا، اس لیے کہ یہ چیزیں عقل کی ذمہ داری اور فریضے کو معطل کردیتی ہیں اور ذہن پر گندگی پیدا کرتی ہیں، (نیز اس کی زیادتی سے اچھا خاصا انسان ہوس کا غلام بن کر رہ جاتا ہے) اور قیمتی وقت کے ضیاع کی موجب ہیں۔

⑤ اس سلسلے میں والدین واساتذہ کو ان چیزوں کے نقصانات سے بچوں کو آگاہ رکھنا چاہیے۔ تاکہ یہ عادات بچے اور اس کے سرپرستوں کی رسوائی کا ذریعہ نہ بنیں۔

Marfat.com

ضروری ہدایات طلبہ کے والدین کے لیے

۱ شوق تعلیم کو غالب رکھنے کے لیے بچے کو پڑھے لکھے لوگوں کے حالات سناتے رہیں ان کے پاس لے جاتے رہیں۔

۲ سخت ضرورت بیماری وغیرہ کے علاوہ چھٹی ہرگز نہ کروائیں۔

۳ شادی، غمی کی محافل میں جانے کے لیے بچوں کا تیار ہونا فطری چیز ہے اس لیے والدین اگر ان خوشی کی محفلوں کا اور سفروں کا تزکرہ بچوں کے سامنے نہ کریں تو مفید رہتا ہے۔

۴ بچیوں کے بارے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے ان کی توجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ کھانے پکانے، سینے پرونے پر ضرور رہنی چاہیے۔

۵ معلم و مدرسہ اور اسکول کے تعین میں بہت سوچ بچار کی ضرورت ہے۔ اچھے دیندار لائق محنتی مخلص استاد مل ہی جاتے ہیں۔

۶ بچے سے خود بھی اسباق کی کیفیت معلوم کرتے رہیں۔

۷ بچے کی طاقت سے بڑھ کر اس کی طبیعت پر بوجھ نہ ڈالیں۔

۸ ہوم ورک کی مکمل نگرانی کرتے رہیں۔

۹ اساتذہ کے درست اقدامات کی بار بار تصدیق کریں۔

۱۰ انہیں اساتذہ سے شکایت ہو تو خود اساتذہ سے مل کر حل کریں۔ گھر بیٹھے کاروائی نہ کریں۔۔۔۔۔!

Marfat.com

باب نمبر 5

نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری

❁ عقل مند اور باشعور والدین و اساتذہ بچوں کی تربیت میں نفسیاتی پہلو کو نظرانداز نہیں کرتے۔

❁ وہ جاننا چاہتے ہیں کہ بچہ بے جا شرم کیونکر محسوس کرتا ہے۔۔۔۔؟

❁ کن وجوہات کی بناء پر خوف زدہ رہتا ہے۔۔۔۔؟

❁ احساس کمتری سے اسے کیسے نکالا جا سکتا ہے۔۔۔۔؟

❁ دیگر افراد خانہ سے حسد اور جلن کیوں رکھتا ہے۔۔۔۔؟

❁ اس میں غصہ، غفلت ولاپرواہی جیسی مہلک نفسیاتی بیماریاں کیوں ہیں اور ان کا علاج کیا ہے۔۔۔۔؟

ان تمام مسائل کے حل کے لیے آئندہ صفحات کا مطالعہ کیجئے۔

Marfat.com

نفسیاتی تربیت اساتذہ ووالدین کی ذمہ داری

دربار نبوت ﷺ میں ایک شخص حاضر ہوا یا رسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دیجئے!
آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا یہ کام اپنی ماں کے ساتھ پسند کرتا ہے؟ اسی طرح آپ ﷺ نے بہن خالہ وغیرہ سب کا ذکر کر کے سوال کیا نوجوان نے نفی میں جواب دیا اس کے ساتھ ہی اس کا دل اس برے خیال سے پاک ہو چکا تھا۔

ہمارے محبوب نبی ﷺ کا یہ نفسیاتی طریقہ اصلاح تھا۔

(اسلام کا نظام عفت فضائل صدقات)

بچوں کی نفسیاتی تربیت کے باب میں ہم ان عوامل کا ذکر کر چکے ہیں، جو بچوں کی شخصیت کی تعمیر کے سلسلہ میں لازمی ہوتی ہیں، یہاں پر بچوں کی اسلامی تربیت کے حوالے سے اس بحث کو آگے چلاتے ہوئے قارئین کی توجہ اس نکتہ پر مبذول کراتے ہیں، کہ بچہ جب سمجھدار ہو جائے، تو اسی وقت سے اس کو حق کے سلسلے میں جرأت، صداقت اور شجاعت کی تربیت دی جائے اور دوسروں کے لیے خیر اور بھلائی پسند کرنے، غصے کے وقت قابو میں رہنے اور نفسیاتی اور اخلاقی فضائل وکمالات سے آراستہ ہونے کی ترغیب دی جائے۔

اس تربیت کا مقصد بچے کی شخصیت کو بنانا اور اس کی تکمیل وآراستگی ہے۔ تاکہ جب وہ بڑا ہو تو جو ذمہ داریاں اس پر ڈالی جائیں، انہیں عمدگی اور بہترین طریقے کے ساتھ سے ادا کر سکے۔

آئندہ صفحات میں ہم اس اہم موضوع پر گفتگو کریں گے بہت غور وخوض سے پڑھنے اور سمجھنے کے نکات ہیں، یقیناً والدین واساتذہ کو فائدہ دیں گے۔

Marfat.com

نفسیاتی امراض اوران کا علاج

وہ اہم عوامل و عادات جن سے مربیوں اور اساتذہ کو اپنے بچوں اور شاگردوں کو بچانا چاہیے مندرجہ ذیل ہیں:

[۱] بے جا شرمیلا پن اور چھپنے کی عادت۔ [۲] خوف و دہشت کا مرض۔ [۳] احساسِ کمتری۔ [۴] حسد و بغض کی بیماری۔ [۵] غصے میں آپے سے باہر ہو جانا۔ [۶] غفلت و لاپرواہی۔

1۔ بے جا شرمیلا پن اور چھپنے کی عادت

ریاض الصالحین میں حدیث ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔

الحَیَاء شُعبَۃ'' مِنَ الایمان۔ حیا ایمان کا حصہ ہے۔

حیاء اگر چہ ایک اچھی عادت ہے لیکن ہر چیز اپنی حدود میں درست رہتی ہے۔

آگے اسی عنوان کے تحت ''ہم حیاء اور بے جا شرم'' میں فرق واضح کریں گے۔

✿ بچوں میں فطری طور سے شرمیلا پن ہوتا ہے اور اس کی ابتدائی علامات چار مہینے کی عمر سے شروع ہو جاتی ہے، اور ایک سال کی عمر مکمل ہونے کے بعد شرمانے کی عادت مکمل طور پر نظر آنے لگتی ہے اور تین سال کی عمر میں شرم کو اس وقت محسوس کرتا ہے، جبکہ وہ نئی جگہ جاتا ہے اور بسا اوقات وہ اپنی ماں کی گود میں اس کے پاس بیٹھ کر تمام وقت گزار دیتا ہے اور اپنا ہونٹ تک نہیں ہلاتا۔

✿ بعض بچوں میں تو یہ مرض ''موروثی'' ہوتا ہے۔ نیز گھر کے ماحول کا بھی بچے پر کافی اثر پڑتا ہے، ہاں وہ بچے کم شرمیلے ہوتے ہیں، جن کے گھر کا ماحول محبت و تعلق سے معمور ہوتا ہے اور جن کے ماں باپ خود ملنسار طبیعت کے مالک ہوتے ہیں۔

✿ جس طرح بے باکی قبیح حرکت ہے، اسی طرح ضرورت سے زیادہ شرم بھی نقصان دہ ہے۔

اس کا علاج اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ ہم بچوں کو لوگوں کے ساتھ میل جول کا عادی بنائیں،

Marfat.com

خواہ اس سلسلے میں یہ کریں کہ اپنے اچھے دوستوں کو اپنے گھر پر بار بار بلا کر ان بچوں کے اندر میل جول کی عادت ڈالیں یا والدین جب اپنے دوستوں اور عزیزوں سے ملنے جائیں تو بچوں کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں اور ان سے ملاقات کرائیں اور نرمی سے ان کو سمجھائیں کہ دوسروں سے بھی ملا جلا کریں۔ ماں باپ اگر خود ملنساری کی عادت اختیار کرلیں تو بچے بہت جلد اپنا رویہ ٹھیک کریں گے اور وہ شرمیلے پن اور چھپنے کی عادت ترک کردیتے ہیں۔

جرأت اور ادب کے دو واقعات

۞ تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ عید کے موقع پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ایک بیٹے کو پرانے کپڑے پہنے دیکھا تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔ ان کے صاحبزادے نے دیکھ لیا اور ان سے پوچھا اے امیر المومنین! آپ کو کس چیز نے رلایا ہے؟

انہوں نے جواب دیا، میرے بیٹے! مجھے ڈر ہے کہ جب دوسرے لڑکے تمہیں ان پرانے کپڑوں میں دیکھیں گے اور ٹوکیں گے تو اس سے تمہارا دل ٹوٹ جائے گا۔

اس لڑکے نے جواب دیا، اے امیر المومنین! دل تو اس شخص کا ٹوٹتا ہے جس سے اللہ ناراض ہو یا جو اپنے ماں باپ کا نافرمان ہو اور مجھے تو یہ امید ہے کہ آپ کی رضامندی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے راضی ہوں گے۔

۞ ایک مرتبہ مدینہ کے راستوں میں سے کسی راستہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، وہاں بچے کھیل رہے تھے جن میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے، جو چھوٹے تھے اور کھیل رہے تھے اور بچے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ڈر سے بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ خاموش کھڑے رہے، وہاں سے بھاگے نہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو ان سے پوچھا کہ اور بچوں کے ساتھ تم کیوں نہیں بھاگے؟ انہوں نے فوراً کہا، میں کوئی مجرم تو ہوں نہیں کہ آپؓ کو دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوتا اور نہ ہی راستہ تنگ ہے کہ میں بھاگ کر اسے آپؓ کے لیے کشادہ کردیتا۔ (واقعی بڑا جرأت مندانہ اور بالکل درست جواب تھا۔) (مشکوٰۃ)

سلف صالحین کے بچوں کی پیش کردہ مندرجہ بالا مثالوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچے

Marfat.com

جھجک، احساسِ کمتری اور بے موقع شرم وحیا سے بالکل آزاد تھے، جس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ جرأت مندی وبہادری کے عادی بنائے گئے تھے اور وہ اپنے والدین کے ہمراہ عمومی مجالس اور ان کے دوستوں کی ملاقات وغیرہ میں شریک ہوا کرتے تھے اور پھر بڑوں کے سامنے سلیقہ سے گفتگو کرتے لہٰذا ان کو داد دی جاتی تھی اور سمجھداروں اور فصیح و بلیغ حضرات کو حکام وامراء وخلفاء سے شرفِ ہم کلامی بخشا جاتا تھا اور عمومی وعلمی مسائل اور مشکلات کے حل کے سلسلے میں مفکرین وعلماء کی محفلوں اور مجلسوں میں، ان سے مشورہ کیا جاتا تھا۔

ادبی وعلمی جرأت اور یہ تمام چیزیں بچوں میں علم، سمجھ اور دانائی کے اعلیٰ ترین اوصاف پیدا کرتی ہیں اور سوجھ بوجھ بڑھاتی ہیں اور ان کو اس بات کی تحریک دیتی ہیں کہ وہ کمال کے اعلیٰ ترین مراتب تک پہنچنے کی کوشش کریں اور اپنی شخصیت سازی کی طرف متوجہ ہوں اور فکری و معاشرتی پختگی پیدا کرنے میں ہمہ تن مصروف رہیں۔ اس لیے تربیت کرنے والوں اور خاص طور سے والدین واساتذہ پر آج یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس عظیم وشاندار تربیت کے اصول کو اپنائیں تاکہ ان کے بچے حق گوئی، بے باکی اور ادب واحترام کی حدود میں رہتے ہوئے کامل جرأت کا مظاہرہ کرسکیں اور ساتھ ہی دوسروں کے احساسات وشعور کا بھی خیال رکھیں اور ہر شخص کو اس کی شان کے مطابق درجہ دیں، ورنہ جرأت بے حیائی میں بدل جائے گی اور ''بے باکی'' دوسروں کے ساتھ ''بے ادبی وگستاخی'' کی شکل اختیار کرلے گی۔

صفت حیاء اور بے جا شرم میں فرق

ہماری ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ حیا اور بے جا شرم کے مابین فرق کریں۔

بے جا شرمندگی نام ہے بچے کا دوسروں کی ملاقات سے بھاگنے، دور ہونے اور ان سے کنارہ کشی اختیار کرنے اور ضرورت کے وقت نہ بولنا، مخاطب کو پریشان کرنے کا اور حیاء اسلامی آداب اور اخلاق نبویؐ کے طریقوں پر عمل کرنے کا نام ہے۔

جیسا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

☆ اِستَحیُوا مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الحَیاءِ (ریاض الصالحین)

Marfat.com

''اللہ سے ایسی حیا کرو جس طرح اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔''

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم تو اللہ سے حیا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ حیا نہیں ہے۔ اللہ سے حیا کرنا در حقیقت یہ ہے کہ تم سر اور جو اعضا اس میں ہیں ان کی حفاظت کرو (یعنی آنکھ، کان، زبان وغیرہ) اور پیٹ جن اعضا پر مشتمل ہے اس کی حفاظت کرو، اور موت اور بوسیدہ ہونے کو یاد رکھو اور جو شخص آخرت کا طلبگار ہوتا ہے وہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دیتا ہے اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے۔ لہٰذا جو شخص ایسا کرے گا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے وہ حیا کی جو حیا کا حق ہے۔ (ترمذی)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیاء کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان یہ تصور کرے کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے میں نے اس کی ناراضگی والے کام سے بچنا ہے۔

اور امام مالکؒ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہر مذہب اور دین کے کچھ اخلاق و اوصاف ہوتے ہیں اور اسلام کا وصف حیا ہے۔''

اس لیے حیاء برقرار رہنی چاہیے اور بے جا شرمندگی کا علاج ضروری ہے۔ جو اگلے صفحات میں آرہا ہے۔

2۔ خوف! اسباب وعلاج

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَمْ يَخْشَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ''اور وہ صرف اللہ سے ڈرتا ہے۔''

ڈر اور خوف تو صرف اور صرف اللہ ہی کا دل میں ہونا چاہیے! جب اللہ تعالیٰ کا ڈر ان کے دل سے نکل جائے، تو وہ دیگر انسانوں سے بہت ڈرتا ہے۔

یہ ایک نفسیاتی حالت ہے، جو بڑوں چھوٹوں، عورتوں مردوں، سب کو پیش آتی ہے، کبھی یہ خصلت قابل تعریف و مستحسن ہو جاتی ہے، جبکہ وہ حد کے اندر ہو، اس لیے کہ یہ عادت بچوں کو بہت سے حوادث سے بچانے کا ذریعہ بنتی ہے، لیکن اگر یہی خوف حد سے تجاوز کر جائے تو بچے میں نفسیاتی بے چینی پیدا ہو جاتی ہے، جس کا دور کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ عام طور سے بچوں کی یہ

Marfat.com

نسبت بچیاں زیادہ خوف کا اظہار کرتی ہیں اور عموماً یہ خوف اور ڈر بچے کے تخیل پر مبنی ہوتا ہے، چنانچہ بچہ جتنا زیادہ سوچنے کا عادی ہوگا اتنا ہی زیادہ اس میں خوف کا مادہ ہوگا۔

ڈر بڑھنے کے اسباب

① ماں کا بچوں کو سایوں اور بھوت چڑیل وغیرہ سے ڈرانا (جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔)

② ماں کا بچوں کے زیادہ ناز نخرے اٹھانا اور ضرورت سے زیادہ بے چین ہونا۔ لباس وغیرہ میں انتہائی تکلف کرنا۔

③ بچے کو گوشہ نشینی اور گھر کی دیواروں کے پیچھے چھپنے کا عادی بنانا۔

④ ان خیالی قصوں کا بیان کرنا، جن کا تعلق جنوں، بھوتوں اور چڑیلوں سے ہے۔ یا بچوں کا ایسے من گھڑت قصے کہانیاں پڑھنا۔

علاج:

① بچے کو شروع ہی سے اللہ پر ایمان اور اس کی عبادت اور ہر پیش آمدہ چیز پر اللہ کے سامنے گردن جھکانے کی تربیت دینا اور بلاشبہ اگر بچے کی تربیت ان ایمانی حقائق کے مطابق ہو اور اس کو ان روحانی و بدنی عبادات کا عادی بنایا جائے تو وہ کسی بھی ابتلا کے وقت نہ خوف زدہ ہوگا اور نہ کسی مصیبت پر برافروختہ ہوگا۔ قرآن کریم اسی جانب ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

☆ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًاO اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًاO وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًاO اِلَّا الْمُصَلِّيْنَO الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ دَآئِمُوْنَO (معارج: ۲۳ تا ۲۹)

"انسان بے ہمت پیدا ہوا ہے کہ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بے صبر اور بزدل ہو جاتا ہے اور جب اسے خوشحالی ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔ ہاں البتہ وہ فرمانبردار نمازی (اس حکم میں داخل نہیں) جو اپنی نماز میں برابر لگے رہتے ہیں۔"

② بچے کو تصرفات کی آزادی دینا چاہیے اور اس پر ذمہ داری ڈالنا چاہیے اور اس کی عمر کے

Marfat.com

مطابق مختلف کاموں کا بار اس پر ڈالنا چاہیے، تا کہ وہ بھی نبی کریم ﷺ کے مندرجہ ذیل فرمان مبارک کے عموم میں داخل ہو کر ایک ذمہ دار بندہ بنے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

☆ كُلُّكُم رَاعٍ وَ كلّكُم مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ (بخاری و مسلم)

''تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔''

③ بچوں کو جن، بھوت، چڑیل، بچھو، چور، ڈاکو، شیر، کتے وغیرہ سے نہ ڈرانا چاہیے، خصوصاً رونے کے وقت، تا کہ بچہ خوف اور ڈر کے سائے سے بھی دور رہے اور شروع ہی سے بہادری اور جرأت پر پلے بڑھے، اور اس میں پیش قدمی کا حوصلہ پیدا ہو اور اس بہترین جماعت میں شامل ہو سکے جس کی جانب رسول اکرم ﷺ نے رہنمائی کی ہے:

☆ المُؤمنُ القَويُّ خير'' وَاَحبُّ اِلَى اللّٰه مِنَ المُؤمِنِ الضَّعيفِ (مسلم)

''کمزور اور ضعیف مومن کے مقابلہ میں، طاقتور مومن، اللہ کے یہاں زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے۔''

④ بچہ جب سمجھدار ہو جائے، تو اسے اسی وقت سے عملی طور سے دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، میل جول رکھنے اور ملاقات کرنے کا موقع دینا چاہیے، تا کہ وہ ان لوگوں میں شامل ہو، جن کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے درج ذیل فرمان مبارک میں کیا ہے:

المُومِنُ مَالفٌ وَلَا خَيرَ فِيمَن لَّايألفُ ولايُؤلَفُ، خَيرُ النّاسِ اَنفعهُم لِلنّاسِ (حاکم بیہقی)

''مومن الفت رکھنے والا ہوتا ہے۔ اور اس سے الفت رکھی جاتی ہے۔ اور ایسے شخص میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں جو نہ دوسروں سے الفت رکھے اور نہ دوسرے لوگ اس سے محبت رکھیں۔ اور لوگوں میں بہترین آدمی وہ ہے جس سے لوگوں کو زیادہ نفع پہنچے۔''

☆ علمائے تربیت کی نصیحتوں میں سے ایک نصیحت یہ بھی ہے کہ بچہ جس چیز سے ڈرتا ہو، ہمیں چاہیے کہ اسے اس چیز سے اور زیادہ متعارف کرائیں۔ چنانچہ اگر وہ اندھیرے میں ڈرتا ہو تو اس میں کچھ ہرج نہیں کہ ہم اس سے اس طرح مزاح (ہنسی) کریں کہ کچھ دیر کے لیے بتی بجھا دیں،

پھر جلادیں، اور اگر پانی سے ڈرتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ہم اس کو یہ موقع فراہم کریں کہ وہ کسی چھوٹے برتن یا اور کسی چیز میں تھوڑے سے پانی سے کھیلے، اسی طرح ڈر کی دوسری چیزیں ہیں۔

الغرض اللہ کے علاوہ ہر چیز کا ڈر جب تک بچے کے دل سے نہ نکلے گا۔ وہ کہیں بھی کامیابی کی منازل کو نہیں چھو سکتا۔

⑤ بچوں کو رسول اکرم ﷺ کے غزوات کا علم بہادری پیدا کرتا ہے لہذا انہیں جنگوں کے واقعات اور سلفِ صالحین کے بہادری کے کارناموں سے واقف کرائیں اور یہ نصیحت کریں کہ ان رہنماؤں، فاتحین اور صحابہؓ و تابعینؒ کے اخلاق و عادات اپنے اندر پیدا کریں، تاکہ ان میں بے مثال شجاعت اور بہادری اور جہاد کی محبت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے پوری کوشش رچ بس ہو۔

☆ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم اپنے بچوں کو رسول اللہ ﷺ کے غزوات کی تعلیم بالکل اسی طرح دیا کرتے تھے، جس طرح قرآن کریم کی سورتوں کی تعلیم دیتے تھے۔

3۔ احساس کمتری، اسباب و علاج

اپنے اندر کمی اور نقصان کا شعور و احساس ایک ایسی نفسیاتی حالت ہے، جو بعض بچوں میں پیدائشی یا بیماری کی وجہ سے یا اقتصادی (معاشی) حالات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ نہایت خطرناک بیماری ہے، جو بچے کو رذالت، بدبختی اور مجرمانہ زندگی کی جانب دھکیل دیتی ہے۔

اس لیے ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اس عادت پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالیں، اور اس کا علاج بیان کریں، اس لیے کہ یہ نہایت اہم مرض ہے جس کے اثرات صرف بچے تک محدود نہیں رہتے، بلکہ معاشرے تک پہنچتے ہیں۔

نتیجتاً ہم اس بیماری کا علاج نہ کرکے جہاں بچوں کے مجرم ہیں، وہاں معاشرتی جرم کے حصہ دار بھی ہو جاتے ہیں۔

☆ وہ اسباب جو بچے کی زندگی میں احساس کمتری پیدا کرتے ہیں ان سے بچنا بہت ضروری ہے اس لیے مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھیے! مثلاً:

(۱) کسی غلطی پر بچے کے ساتھ تذلیل وتحقیر اور اہانت آمیز سلوک نہ کیجئے۔

(۲) پیار میں ضرورت سے زیادہ ناز ونخرے برداشت نہ کیجئے۔

(۳) برابری رکھیے اور بچوں میں ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دیجئے۔

(۴) جسمانی امراض اور نقائص اللہ کی طرف سے ہیں انہیں بچے کے سامنے شمار نہ کیجئے۔

(۵) فقر وفاقہ اور غربت کا احساس نہ ہونے دیجئے۔

(۶) یتیمی اس کی اپنی طرف سے نہیں ہوئی اس کی حوصلہ شکنی نہ کیجئے۔

اب ان ہی اسباب کی تفصیل!

والدین کا منفی رویہ

ماں باپ کا تحقیر آمیز سلوک بچوں میں احساس کمتری پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ چنانچہ بسا اوقات ہم سنتے ہیں کہ ماں یا باپ جب بچے کو صحیح راستے اور اعلیٰ اخلاق سے پہلی مرتبہ ہٹتے دیکھتے ہیں تو فوراً خود اس کی تشہیر کر دیتے ہیں، مثلاً بچہ اگر ایک مرتبہ بھی جھوٹ بول دے تو اسے ہمیشہ جھوٹے کے نام سے پکارتے ہیں اور اگر چھوٹے بھائی کو ایک مرتبہ بھی تھپڑ مار دے تو اسے مستقل ''شریر'' کہنے لگتے ہیں اور اگر چھوٹی بہن سے چالاکی سے سیب چھین لے تو اسے ''مکار'' کہنے لگتے ہیں بلکہ بعض دفعہ رشتہ داروں اور دوستوں کے سامنے بھی اسے ناپسندیدہ کلمات کہنے لگتے ہیں، تو ظاہر ہے کہ اس صورتحال کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ بچہ اپنے آپ کو حقیر وذلیل اور ایسا مہمل ونکما سمجھنے لگے گا کہ جیسے اس کی نہ کوئی حیثیت ہے اور نہ عزت وقدر ومنزلت جس کی وجہ سے بچے میں ایسی نفسیاتی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں جن کی وجہ سے وہ دوسروں کو ناپسندیدگی وکراہیت کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے اور اپنے آپ کو دوسروں سے اور ذمہ داریوں سے عاجز وقاصر سمجھنے لگتا ہے اور کسی کام کا نہیں رہ جاتا، اس لیے کہ وہ اپنے اندر کسی کام کے انجام دینے کی ہمت اور خواہش نہیں پاتا۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جب ہم اپنے بچوں اور بچیوں کے ساتھ ایسی غلط تربیت اور سخت گیری کا معاملہ کرتے ہیں تو ہم بہت بڑی غلطی اور زیادتی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

بھلا بتائیے کہ جب ہم بچپن ہی سے بچوں کے دلوں میں نافرمانی اور سرکشی کا بیج بو دیتے

ہیں تو ایسی صورت میں ان بچوں سے اطاعت وفرماں برداری اور استقامت و بردباری کی توقع کیسے کر سکتے ہیں؟

☆ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک صاحب اپنے بیٹے کی نافرمانی کی شکایت کرنے آئے تو حضرت عمرؓ نے لڑکے کو بلایا اور والد کی نافرمانی اور حقوق کے ادا نہ کرنے پر اسے تنبیہ کی۔ لڑکے نے کہا، اے امیر المومنین! کیا لڑکے کے اپنے والد پر کچھ حقوق نہیں ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیوں نہیں! لڑکے نے پوچھا، اے امیر المومنین! وہ حقوق کیا ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے لیے اچھی ماں کا انتخاب کرے اور اس کا اچھا سا نام رکھے اور اس کو قرآن کی تعلیم دلائے۔

لڑکے نے کہا، اے امیر المومنین! میرے والد نے تو ان میں سے کوئی کام بھی نہیں کیا اس لیے کہ میری ماں ایک مجوسی کی حبشی باندی ہے اور میرے والد نے میرا نام جُعَل (جو ایک کیڑے کا نام ہے) رکھا ہے۔ اور میرے والد نے مجھے قرآن کریم کا ایک حرف بھی نہیں سکھایا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ان صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا کہ تم تو میرے پاس اپنے بیٹے کی نافرمانی کی شکایت لے کر آئے ہو، حالانکہ اس کی نافرمانی سے قبل تم نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے اور تم نے اس کے ساتھ برا سلوک کیا ہے، اس سے قبل کہ وہ تمہارے ساتھ برا سلوک کرے۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ والد کی طرف سے لڑکے کو جو سخت وسست یا قبیح القاب سے نوازا جاتا ہے تو وہ بچے کے کسی چھوٹے یا بڑے جرم یا غلطی ہی کی وجہ سے ہوتا ہے، جس کا مقصد یقیناً اصلاح وتربیت ہی ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس جرم کا علاج اور غلطی کی اصلاح غصے، ناراضگی اور سختی سے نہیں ہے۔ اس لیے کہ سختی اور ناراضگی سے بچے کے ذہن پر نہایت خطرناک اثرات پڑتے ہیں اور اس کا شخصی کردار مجروح ہوتا ہے۔ اس لیے وہ بے وقوفوں اور بدکرداروں کے طریقے کو اختیار کر لیتا ہے۔

بچے کو تنبیہ کریں اور اس کی عقل کے مطابق سنجیدہ گفتگو اور مضبوط دلیلوں سے اسے باور

Marfat.com

کرائیں کہ یہ ناشائستہ حرکت کوئی بھی عقلمند اور صاحب بصیرت انسان ہرگز پسند نہ کرے گا۔ پھر اگر وہ اس طرح سمجھ جائے کہ ہمارا مقصد اصلاح حاصل ہوگیا اور اس کی کجی درست ہوگئی۔ ورنہ پھر اس کا دوسرا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

نرمی سے نصیحت اثر کرتی ہے

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کی ہدایت اور نصیحت کے لیے بھیجا تو فرمایا:

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا (سورۂ طٰہٰ)

''تم دونوں اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیحت اور نرمی کا آپس میں خاص تعلق ہے۔

❶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ مہربان اور نرم ہیں اور ہر معاملے میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں۔

❷ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نرمی کسی چیز میں اختیار نہیں کی جاتی، مگر یہ کہ وہ اسے زینت بخش دیتی ہے۔ اور اس کو کسی بھی چیز سے دور نہیں کیا جاتا، مگر یہ کہ اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔ (مسلم)

❸ نیز فرمایا کہ جو شخص رفق اور نرمی سے محروم کر دیا گیا ہو تو سمجھ لو کہ وہ تمام بھلائیوں سے محروم کر دیا گیا ہے۔ (مسلم)

مندرجہ بالا امور سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بچے کی تحقیر و تذلیل اور اس کو ہمیشہ ڈانٹنا اور جھڑکنا خصوصاً دوسروں کے سامنے، اور اس کے ہم عمروں۔ تعلیمی ساتھیوں کی موجودگی میں سرزنش کرنا بچے کے اندر احساس کمتری، نقص اور کمی کے شعور کو پیدا کرنے کا ایک اہم سبب ہے، اس لیے اس مرض کا بہترین علاج یہ ہے کہ اگر بچہ کوئی غلطی کرے، تو اسے نرمی اور پیار سے تنبیہ کر دی جائے اور دوسروں کے سامنے تو ہرگز ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے اور نہ سرزنش کی جائے، بلکہ علیحدگی میں اور سمجھانے کے انداز میں اس کی اصلاح کی جائے۔

Marfat.com

حد سے زیادہ ناز

والدین کا ضرورت سے زیادہ بچے کے ناز ونخرے، برداشت کرنا بھی اس کے اخلاقی انحراف کے عوامل میں سے ایک خطرناک عامل ہے، جو بچے کی شخصیت میں اکثر اوقات شدید بگاڑ کا باعث بنتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بچہ اپنے اندر نقص کو محسوس کرتا ہے۔ بغض وحسد اس کا وطیرہ بن جاتے ہیں۔

اس لیے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ لوگ آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں اور وہ قافلے کے بالکل پیچھے ہے۔

وہ دیکھتا ہے کہ لوگ مصائب وآفات پر صبر کر رہے ہیں اور خندہ پیشانی سے مقابلہ کر رہے ہیں اور وہ ذرا سی مصیبت وپریشانی میں جزع وفزع میں لگ جاتا ہے۔

اب آپ ہی بتلائیے کہ جس بچے کی یہ حالت اور کیفیت ہو، کیا وہ صحت منداور کامیاب انسان بن سکتا ہے؟ اور کیا وہ معاشرہ کے لیے مفید فرد بن سکتا ہے؟ پس اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو پھر والدین بچے کے ناز اٹھانے میں غلو کیوں کرتے ہیں؟ خاص کر ماں، اس لیے کہ ماں ضرورت سے زیادہ رعایت کرتی ہے۔

یہ نہایت خطرناک بات ہے کہ جو ہم ان ماؤں میں بہت نمایاں پاتے ہیں، جو بچے کی اسلامی تربیت کے قواعد وضوابط سے نا آشنا ہیں۔ چنانچہ ایسی ماں بچوں کو ایسے کاموں کے کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتی جن کے کرنے پر وہ قادر ہے اور وہ بچے کو ہمیشہ سینے سے لگائے رکھنا چاہتی ہے۔ چنانچہ جب وہ فارغ ہوتی ہے تو اسے ذرا دیر کو بھی نہیں چھوڑتی، خواہ گود میں لینے کی ضرورت ہو یا نہ ہو نیز جب وہ گھر کا ساز وسامان خراب کرتا ہے یا قلم سے دیوار کو سیاہ کرتا ہے برتن توڑ دیتا ہے، کتابیں پھاڑ دیتا ہے اور بیڈ شیٹ وغیرہ اکٹھی کر دیتا ہے تو وہ باز پرس نہیں کرتی۔

ضرورت سے زیادہ ناز نخرے برداشت کرنے کی بیماری اس وقت والدین میں اور زیادہ خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔ جب ان کے یہاں کافی عرصے کے بعد اولاد پیدا ہو یا چند لڑکیوں کے بعد لڑکا پیدا ہو یا بچہ کسی بڑی بیماری میں مبتلا ہو چکا ہو اور پھر اس کو تندرستی نصیب ہوئی ہے۔

Marfat.com

اوراس مرض کا علاج

❶ والدین کو اس عقیدے پر مکمل یقین ہونا کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، تا کہ وہ یہ بات سمجھ لیں کہ انہیں یا ان کی اولاد کو صحت ہو یا بیماری، نعمتیں اور آسائشیں ہوں یا تکالیف اور مصیبتیں، اولاد ہو یا بانجھ پن، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت و حکم اور اس کے فیصلے سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ط اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَافَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰكُمْ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ (الحدید:۲۲،۲۳)

''کوئی سی بھی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر یہ کہ (سب ایک رجسٹر میں) لکھی ہیں، قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں، یہ اللہ کے لیے آسان ہے (یہ بات بتا دی گئی ہے) تا کہ جو چیز تم سے لی جا رہی ہے اس پر (اتنا) رنج نہ کرو اور جو چیز اس نے تمہیں دی ہے اس پر اتراؤ نہیں، اللہ اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔''

❷ بچے کو نصیحت کرنے میں مرحلہ وار قدم اٹھانا چاہیے، چنانچہ اگر وعظ و نصیحت بچے پر کارگر ہو سکتی ہو تو مربی کے لیے یہ بڑی خوش آئندہ بات ہے، اسے کبھی کبھی گذشتہ آیت کا مفہوم اور اس کی قیمتی باتیں اس بچے کے گوش گزار کرتے رہنا چاہئے!

❸ بچے کو شروع ہی سے جفاکشی، خود اعتمادی اور ذمہ داریوں کے نبھانے اور اظہار حق کی تربیت دینا، تا کہ بچہ اپنی حیثیت اور ذمہ داری کو محسوس کرے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِيَّاكُمْ وَالتَّنَعُّمِ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ (امام احمد)

''عیش و عشرت اور تنعم کی زندگی سے بچو اس لیے کہ اللہ کے بندے ناز و نعمت میں نہیں پڑتے۔''

نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''اپنے بچوں کو تیرنا اور تیر اندازی سکھاؤ اور انہیں حکم دو کہ شہسواری کیا کریں۔''

ظاہر ہے کہ بچہ جب نوعمری ہی سے تیرنا اور شہسواری سیکھ لے گا تو اس میں خود اعتمادی پیدا ہو گی۔ جس سے وہ ذمہ داریوں کے ادا کرنے اور مشقتوں کے برداشت کرنے کا عادی بنتا جائے گا۔

ماہرین کی یہ بھی رائے ہے کہ گھریلو کاموں میں سے بچے کو کچھ امور سپرد کر دیئے جائیں تا کہ وہ ابھی سے ذمہ داری محسوس کرے کئی بچے ہوں اور ان کی مختلف ذمہ داریاں ہوں تو مسابقہ کی صورت پیدا کرنے کے لیے انعام کا اعلان بھی بعض اوقات بڑا سود مند رہتا ہے۔

بچوں کے درمیان عدل وانصاف

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (سورۂ نحل)

''کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔''

عدل کا مفہوم بڑا وسیع ہے اس میں اولاد کے ساتھ تمام معاملات میں انصاف بھی شامل ہے، اس حکم الٰہی کو جو والدین چھوڑتے ہیں ان کی اولاد میں انحراف پیدا کرنے کے اسباب میں سے یہ بڑا سبب ہے کہ ترجیح کچھ دینے میں ہو یا محبت میں ہو یا کسی بھی معاملے میں ہو۔ اس سے بچے میں حسد ورقابت کا مرض پیدا ہو جاتا ہے اور وہ مختلف امراض کا شکار ہو کر احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

مربی اول رسول اللہ ﷺ نے والدین کو حکم دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور بچوں کے درمیان عدل وانصاف سے کام لیں۔ چنانچہ (طبرانی) روایت کرتے ہیں کہ:

☆ سَاوِ وَ ابَيْنَ اَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ

''اپنے بچوں کے درمیان لینے دینے کے معاملے میں مساوات اور برابری کیا کرو۔''

امام بخاری و مسلم حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو اپنا ایک غلام

Marfat.com

ہدیہ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو ایسا ہی ہدیہ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی نہیں! اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس سے بھی واپس لے لو۔ اسی حدیث کا ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اپنی سب اولاد کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی نہیں! تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِتَّقُو اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِیْ اَوْلَادِكُمْ

''اللہ سے ڈرو اپنی اولاد کے درمیان عدل وانصاف کیا کرو۔''

راوی فرماتے ہیں کہ میرے والد واپس ہوئے اور یہ ہدیہ واپس لے لیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ مروی ہیں کہ ایک صحابی نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ان کا بیٹا آ گیا انہوں نے اسے چوما اور اپنی گود میں بٹھا لیا پھر ان کی بیٹی آئی تو انہوں نے اسے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے ان دونوں کے درمیان برابری کیوں نہ کی؟

ان ارشادات سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ بچوں کے درمیان عدل وانصاف، مساوات اور محبت میں برابری، اسی طرح کھانے پینے کی اور استعمال کی چیزوں کی تقسیم میں برابری نہایت ضروری ہے، تاکہ ان میں کسی قسم کی تفریق و امتیاز کا عنصر جگہ نہ پائے، جو آگے چل کر انحراف اور آپس کے حسد اور فساد کا سبب ہو۔

جسمانی نقص والے بچے

قدرت کے کارخانے میں ہر قسم کے لوگ ہیں جن بچوں میں کوئی جسمانی نقص ہو ان کی حوصلہ شکنی کرنا یہ بھی بچے میں انحراف اور کجی پیدا کرنے کے عوامل میں سے ہے، اس کا نتیجہ عام طور پر احساس کمتری اور زندگی سے نفرت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

لہٰذا اگر کسی بچے میں کوئی جسمانی نقص یا عیب ظاہر ہو جائے، مثلاً بھینگا پن، بہرا پن، پاگل پن، تتلا پن، لنگڑا پن یا کانا یا اندھا ہونا وغیرہ، تو ماں باپ، بھائی بہن، رشتے دار، دوست احباب سب کے سب اس کے ساتھ محبت والفت کا معاملہ کریں اور اس عیب پر اس کو طعنہ نہ دیں۔

☆ تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ ایسے بچوں کی تربیت کا مدار اس بنیاد پر رکھیں کہ انسان

Marfat.com

کی قدر و قیمت بطور انسان اور پھر اس کے دین کے اعتبار سے ہوتی ہے نہ کہ اس کی شکل وصورت اور ظاہر کے اعتبار سے۔

نیز تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ ایسے بچوں کو جو اس کے ارد گرد رہتے ہوں نصیحت کریں اور سمجھائیں اور ان کو تحقیر و اہانت سے منع کریں اور آپس میں محبت اور معذور بچے سے نیک برتاؤ کا درس دیں۔

نیز تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ مربی اول رسول اکرم ﷺ کا وہ طریقہ اپنائیں جو آپ ﷺ نے معاشرتی اتحاد کی تعلیم دیتے وقت اختیار کیا تھا، جس کی اساس محبت واخلاص تھی اور اس کی بنیادیں دوسروں کے احترام وعزت پر قائم تھیں۔

نبی کریم ﷺ نے دوسروں کی مصیبت پر خوش ہونے سے ان الفاظ میں منع فرمایا ہے:

☆ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيكَ فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيكَ (ترمذی)

”اپنے بھائی کی مصیبت پر خوش نہ ہو کہ اللہ اس پر رحم فرمادے اور تمہیں مصیبت میں گرفتار کردے۔“

یہ معاملہ صرف اپنے شاگردوں یا اولاد کے لیے ہی نہیں بلکہ ہمیں چاہیے کہ معاشرے میں کسی بھی انسان کے جسمانی نقص کا مذاق نہ اڑائیں اللہ تعالیٰ بڑے ناراض ہوتے ہیں، ہمارے سامنے ایسے لوگوں کا وجود ہمیں اللہ کی نعمتوں کے شکریے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

والدین واساتذہ کو چاہیے کہ بچے کے لیے ایسے ساتھیوں کا انتخاب کریں جو اچھے اخلاق و عادات کے حامل ہوں، تاکہ اس سے اچھا برتاؤ کریں جس سے وہ قلبی سکون محسوس کرے۔

بہرحال! مربی اگر چاہے تو ان طریقوں کو اختیار کر کے آفت زدہ اور معذور بچے سے معذوری کے احساس کو دور کر کے وہ اسے اس قابل بنا سکتا ہے کہ معاشرے کا مفید رکن بن کر اپنی قوت بازو سے ترقی کا محل تعمیر کر سکے اور اپنے عزم سے امت کی عزت کو بلند اور اپنے ملک کے مستقبل کو روشن کر سکے۔ ایسے طلبہ کے سامنے معذور لوگوں کی کامیاب زندگیاں ان کے کارنامے سنانے سے ان کی ہمت افزائی ہوتی ہے۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ماضی میں

Marfat.com

بے شمار اندھے لنگڑے اور دیگر عذروں والے اشخاص گذرے ہیں جن کی ذہانت اور کارکردگی سے غیر معذور حضرات کو شرمندہ ہونا پڑتا تھا۔

داغِ یتیمی کا احساس کیجئے!

ایسے بچوں کو آنحضرت ﷺ کی سنت سمجھ کر پیار دیا جائے اور انہیں سہارا دیا جائے تاکہ وہ بچے اخلاقی کمزوری کا شکار نہ ہو جائیں۔ کیونکہ یتیم ہونا بھی انحراف اور کج روی اختیار کرنے کا ایک بڑا سبب ہے، خصوصاً اس صورت میں جب کہ یتیم بچہ ایسے معاشرے میں ہو، جس میں یتیم کا خیال نہ رکھا جاتا ہو اور اس کے غموں کا مداوا نہ کیا جاتا ہو اور اس کی طرف شفقت و محبت اور پیار کی نظر سے نہ دیکھا جاتا ہو۔ سرپرست اور اساتذہ کے فرائض میں شامل ہے کہ دیگر بچوں کو بھی ان بچوں کے متعلق محتاط رکھیں۔۔۔۔ کہ وہ ان سے نفرت نہ کریں اور نہ ہی ان کو احساس کمتری و محرومی والے جملے کہیں۔۔۔۔!

اسلام ایک ایسا دین ہے، جس نے یتیم بچے کا بہت خیال رکھا ہے اور اس کے ساتھ اچھے معاملے اور برتاؤ اور اس کی ضروریاتِ زندگی کے پورا کرنے کا بہت اہتمام کیا ہے، تاکہ وہ ایک ایسا مفید فرد بنے، جو اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرے اور اپنے فرائض کو ادا کرے اور اس پر دوسروں کے جو حقوق ہیں انہیں اچھے طریقے اور عمدگی سے ادا کرے۔

قرآن کریم میں یتیم کے سلسلے میں بہت احکامات آئے ہیں اس کو ڈانٹنے جھڑکنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ایسے برتاؤ سے روکا ہے، جو اس کی عزت و شرافت کے خلاف ہو۔

ارشاد باری ہے:

☆ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ (ضحیٰ:۹)

''تو آپ بھی یتیم پر سختی نہ کیجئے۔''

☆ نیز ارشاد فرمایا

اَرَاَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ (الماعون:۱،۲)

''بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے۔ سو وہ شخص ہے جو یتیم کو

Marfat.com

دھکے دیتا ہے۔''

رسول اکرم ﷺ نے یتیم کا خاص خیال رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے اور اس کی کفالت پر ابھارا اور اس کی دیکھ بھال کو واجب قرار دیا ہے اور جو لوگ اس کا خیال رکھیں اور اس کے ساتھ حسن سلوک کریں، تو ان کو یہ بشارت دی کہ وہ جنت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوں گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

☆ اَنَا وَ کَافِلُ الْیَتِیمِ فِی الْجَنَّةِ هٰکَذَا واشار بالسَّبَابَةِ وَالوُسْطٰی وَفَرَّجَ بَیْنَھُمَا (بخاری)

''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح (ملے ہوئے) ہوں گے اور (سمجھانے کے لیے) نبی کریم ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور اس کی برابر کی انگلی سے اشارہ فرمایا، اور دونوں کو کشادہ رکھا۔''

☆ امام احمد و ابن حبان نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

''جو شخص اپنا دست شفقت یتیم کے سر پر پیار سے رکھے گا تو اللہ تعالیٰ ہر اس بال کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ پھرا ہے اس کے لیے ایک نیکی لکھ لیں گے۔''

ماں کو تو یتیم اولاد کا خیال رکھنا ہی ہوتا ہے اس کے علاوہ تمام رشتہ داروں کو یتیم کا خیال رکھنا چاہیے، اگر رشتے داروں میں کوئی کفیل موجود نہ ہو تو پھر ان کی دیکھ بھال مسلمان حکومت کی ذمہ داری ہے اور حکومت کو چاہیے کہ ان کے معاملات اور ان کے مفادات کا تحفظ کریں۔ ان کی شخصیت و مقام کو بلند کرے۔

فقر ذریعہ احساسِ کمتری اور علاج

ناداری بھی بچے میں نفسیاتی انحراف پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا سبب ہے اور یہ انحراف بچے میں اس وقت اور شدید ہو جاتا ہے، جب وہ اپنی آنکھیں کھولتا ہے اور اپنے والدین کو تنگی میں اور اپنے خاندان کو محرومی و خستہ حالی کا شکار دیکھتا ہے اور یہ صورتِ حال اس پر اس وقت اور شدید اور شاق ہو جاتی ہے، جب وہ اپنے بعض رشتے داروں یا پڑوسیوں یا مدرسے کے

Marfat.com

ساتھیوں کو اچھی حالت میں اور زیب وزینت اور ناز ونعمت میں مستغرق اور اپنے آپ کو افسردہ وغمگین اور مسکین دیکھتا ہے، حتیٰ کہ اس کو پیٹ بھرنے کا اور جسم ڈھانپنے کی بنیادی ضروریات تک میسر نہیں۔ ایسی حالت میں ہمارے نبی علیہ السلام اور صحابہ اکرامؓ کے حالات بچے کے سامنے بیان کیے جائیں اور دل کو ہی اصل صفائی کا معیار قرار دیا جائے تو بڑا مفید ثابت ہوتا ہے صبر آ جاتا ہے اچھی اُمید ان کو بڑا سہارا دیتی ہے۔ اسکولز میں یونیفارم اسی غرض کے لیے کہ تمام امیر و غریب بچے یکساں نظر آئیں۔

جو بچہ اس حالت کا شکار ہو تو اس سے نفسیاتی طور پر ہم کیا توقع رکھیں گے؟ ظاہر بات ہے کہ وہ معاشرے کی طرف کراہیت اور حسد کی نگاہ سے دیکھے گا اور لازمی طور سے احساس کمتری اور نفسیاتی پیچیدگی جیسے امراض کا شکار ہوگا اور یقیناً اس کی امید نا امیدی سے اور نیکی بدی سے بدل جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس فرمان میں بالکل سچ فرمایا ہے۔

جسے احمد سے بیہقی میں روایت کیا ہے:

☆ كَادَ الفَقْرُ اَن يَكُوْنَ كُفْرًا (مشکوۃ)

''قریب ہے کہ فقر کفر بن جائے۔''

بلکہ نبی کریم ﷺ دعا میں فقر سے پناہ مانگا کرتے تھے، امام نسائی اور ابن حبان حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنِی اَعُوذُبِکَ مِنَ الْكُفْرِ وَالفَقْرِ (کتاب الاذکار)

''اے اللہ میں آپ کے ذریعے کفر اور فقر سے پناہ مانگتا ہوں۔''

اسلام نے فقر کے مسئلے کا دو بنیادی امور سے علاج کیا ہے:

ا۔ انسانی کرامت کا احترام:۔

۲۔ امداد باہمی کے بنیادی اصولوں کا مقرر کرنا۔ (جن کا تذکرہ کچھ پہلے ہو چکا ہے۔)

انسانی کرامت کا احترام اسلام نے اس طرح کیا ہے کہ اس نے تمام اجناس واقوام اور الوان اور طبقات میں مساوات اور برابری کی ہے اور انسان ہونے کے اعتبار سے ان سب کو برابر

Marfat.com

گردانا ہے، اس لیے پیداوار کے تمام وسائل میں تمام انسانوں کا مساوی حق ہے۔ حکومت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ایسے قوانین مرتب کرے، جس سے وسائل میں تمام لوگوں کے لیے حصہ موجود ہو۔

والدین اور اساتذہ بچوں کو یہ باور کرائیں کہ سب انسانوں کا ایک جیسا ہونا ضروری نہیں ہے، روزی، کپڑے، مکان اور چیزوں میں کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے، جو بچے دوسروں کی چیزوں کو للچائی ہوئی نظروں سے نہیں دیکھتے بلکہ جو انہیں اور ان کے والدین کو اللہ نے دیا ہے، اس پر شکر گزار رہتے ہیں اور اپنی تعلیم میں محنت کرتے ہیں خالق کائنات انہیں بھی اچھی چیزوں سے نوازتے ہیں بالفرض انہیں وہ مطلوبہ چیزیں نہ مل سکیں تو وہ صبر کر کے اللہ کے دروازے کھلوا لیتے ہیں۔

☆ اچھے بچے محنت سے کام لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو ضائع نہیں ہونے دیتے، وہ علم میں پوری جانفشانی سے کام لیتے ہیں کیونکہ علم باقی رہنے والا ہے اور دولت ختم ہونے والی چیز ہے۔ مسلسل محنت سے انسان ترقی کی منازل طے کرتا ہوا دوسروں سے بڑھ جاتا ہے۔

Marfat.com

والدین کا کردار دیکھنے کے اثرات

ایک بچے کے لیے ماں کی محبت اور توجہ اتنی ہی بنیادی اور ضروری ہے جتنی کسی پودے کے لیے دھوپ اور پانی۔ کسی بھی ماں کے لیے سب سے پہلی ترجیح اس کے بچے ہوتے ہیں، کیونکہ وہ ایک مخصوص انداز میں ماں پر انحصار کرتے ہیں، بچے کے ساتھ گزارے جانے والے وقت کا عرصہ اتنا اہم نہیں، جتنا وقت کا مناسب مصرف اور انداز ہے۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں کو وقت دیں۔ جب کسی کے پاس بچوں کے لیے کم وقت ہو تو اسے میسر وقت کا بہترین استعمال کرنا چاہیے تاکہ بچے مطمئن ہو سکیں۔ بچوں کی تربیت مثال کے ساتھ ہونی چاہیے۔ بچے غیر معمولی طور پر چیزوں کو سمجھنے اور جھوٹ یا بناوٹ کا سراغ لگانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اگر وہ آپ پر اعتماد کرتے ہیں اور آپ کا احترام کرتے ہیں، تو وہ چھوٹی سی عمر میں بھی آپ سے تعاون کریں گے۔

☆ اساتذہ، والدین اور گھر کے دیگر افراد کے لیے یہ لازمی ہے کہ وہ بچے کے سامنے اچھے کردار کا مظاہرہ کریں، تاکہ بچہ اعلیٰ صفات کا مالک بن جائے، والدین کو ہمیشہ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ بچہ نقالی میں بڑا ماہر ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ بڑوں کو کرتے ہوئے دیکھتا ہے، ہو بہو وہی کچھ کرنے لگتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک اچھے اور شریف خاندان کے بچے عموماً اچھے اور شریف النفس ہوتے ہیں اور برے اور پست خاندان کے بچے عموماً برے اور پست خیالات ہوتے ہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ گھر کی تربیت بچے کی زندگی پر کافی حد تک اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی چار دیواری میں اس کی عادات بنتی اور سنورتی ہیں اور اسی میں اس کی شخصیت پروان چڑھتی ہے۔

لنکن کا کہنا تھا کہ:

''جو کچھ میں ہوں اور جو کچھ میں ہوں گا، اپنی مشفق اور مہربان ماں کی تربیت کی وجہ سے ہوں اور ہوں گا۔''

انسانی سیرت و کردار کی تعمیر میں بچپن کا زمانہ نہایت اہم مانا گیا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے، جس میں انسانی عادات و اطوار کی ابتدا ہوتی ہے اور پھر ان کی نشوونما ہوتی ہے۔ اس نشوونما کے

Marfat.com

ساتھ ساتھ جذبات اور احساسات بھی ترقی کرتے ہیں۔ اگر ان تمام کی نشو ونما صحیح طور پر کی جائے تو متوازن شخصیت پروان چڑھے گی، لیکن ایسی پرورش میں والدین کی تعلیم وتربیت کو کافی دخل حاصل ہے۔

عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ بچہ پانچ سال کی عمر تک بڑی آزادی سے بڑھتا، پھولتا اور نشو ونما پاتا ہے۔ جذباتی اور احساساتی لحاظ سے اس پر کسی قسم کی روک ٹوک نہیں ہوتی۔ لیکن جونہی وہ پانچ چھ سال کی عمر کو پہنچتا ہے، اس کی تمام آزادی کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے اور وہی والدین جنہوں نے اسے ہر قسم کی آزادی دے رکھی تھی اور اسے محبت وشفقت کا مرکز بنایا تھا، اس کی تمام آزادی کو سلب کر دیتے ہیں۔

ضد اور مرضی میں میانہ روی

پہلے پہل تو یہ حال ہوتا ہے کہ بچے نے جو کچھ کھانے پینے کو چاہا لا کر حاضر کر دیا۔ جس قسم کے کھلونے پسند کیے وہ مہیا کر دیے، جس کسی بات پر ضد کی، اسے جھٹ مان لیا۔ غرضیکہ بچے کو کسی قسم کی تکلیف میں مبتلا نہ ہونے دیا اور اسے ناز ونعم میں پالتے رہے لیکن جب بچہ پانچ سال کی عمر میں والدین کے تیور بدلتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کی آرزوؤں اور امنگوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے، بچہ مسکراتا ہوا چہرہ دیکھنے کا عادی بن چکا ہوتا ہے، اگر اسے لمحہ بھر کے لیے بھی غضب ناک چہرہ نظر آ جائے، تو چیخنا چلانا شروع کر دیتا ہے اور اس وقت تک چیختا چلاتا رہتا ہے، جب تک کہ کوئی دوبارہ اسے مسکراہٹ سے نہ دیکھ لے اور اسے محبت کی آغوش میں نہ لے۔ اسے یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ جیسے کوئی ہمدرد اور مونس اس سے روٹھ کر چلا گیا ہے اور اب اس کی جگہ کسی نامہربان اور اجنبی نے لے لی ہے اور اس کا اب دنیا میں کوئی بھی سہارا نہیں رہا۔

چنانچہ وہ اپنے آپ کو تنہا خیال کرنے لگتا ہے۔ ایک ایسے فرد کی مانند جسے ناز ونعمت سے محروم کر دیا گیا ہو، وہ اس ناز ونعمت کے لیے بے قرار رہتا ہے اور اس ہمدردی کا متلاشی ہوتا ہے، جو اسے پہلے نصیب تھی۔ ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے والدین کا یہ فرض ہے کہ وہ بچوں کو آزادی سونپتے ہوئے اس بات کا خیال رکھیں کہ کہیں یہ آزادی ''شتر بے مہار آزادی'' بن کر بچے کے

Marfat.com

ذہن پر اثر انداز نہ ہو۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ بچے کو کسی عملِ صالح کا پابند کرنا ہو، تو شروع سے ہی آزادی کچھ احتیاط اور کچھ پابندی کے ساتھ دی جانی چاہیے۔

بے جا آزادی یا محدود گرفت؟

دور حاضر میں اکثر لوگ مطلق آزادی کے خواہاں نظر آتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے، بچوں کو آزاد چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ بالفاظ دیگر بچوں کو پیار سے پالنا اور انہیں ہر قسم کے نازونعم سے نوازنا، بچے کی شخصیت کو سنوارنا ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ اگر بچے کی ہر خواہش کو پورا نہ کیا گیا تو عین ممکن ہے کہ وہ آئندہ زندگی میں کسی ذہنی الجھن میں مبتلا ہو جائے۔ لیکن جہاں تک نفسیاتی نقطۂ نظر کا تعلق ہے، آزادی کا یہ راستہ بچوں کے ذہن کی متوازن تعمیر کے لیے کسی صورت میں مفید نہیں بلکہ مہلک ہے، جہاں تک ہو سکے، والدین کو ایسی آزادی سے ہمیشہ بچنا چاہیے۔ جن نفسیات دانوں نے مختلف بچوں اور نوجوانوں کی ذہنی الجھنوں کا مطالعہ کیا ہے، وہ اس بات پر متفق ہیں کہ اکثر بچے اور نوجوان جو الجھنوں میں مبتلا نظر آتے ہیں، وہ دراصل بچپن میں اسی بے مہار آزادی کا شکار تھے اور ان کی پرورش بڑی نازونعمت میں ہوتی تھی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا طریقہ ہے، جس کی مدد سے بچوں کی صحیح اور متوازن پرورش کی جا سکتی ہے اور انہیں معاشرے کا مفید فرد بنایا جا سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی تربیت کا دارمدار خود والدین پر ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ والدین نے بچوں کے ساتھ کتنی مناسبت پیدا کر رکھی ہے۔ وہ بچوں کی صحیح اور متوازن پرورش کرنا چاہتے ہیں تو انہیں ایک لائحۂ عمل کے تحت چلنا ہوگا، جس کی مدد سے بچوں کو صحیح اور مناسب راستے پر گامزن کیا جا سکے۔ جب کبھی وہ آزادی کے مستحق ہوں، تو انہیں آزادی دے دی جائے اور جب انہیں کسی بات کا پابند کرنا ہو، تو ان کے ساتھ سختی سے پیش آیا جائے۔ یہ نہیں کہ انہیں ہر من مانی بات کرنے کی آزادی نصیب ہو اور یہ چیز ان کے اخلاق و کردار کو بگاڑ کر رکھ دے۔ جہاں تک اخلاق کو سدھارنے اور ان کی مناسب پرورش کا تعلق ہے، والدین کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ بچوں کی بری عادات کی روک تھام کریں اور ان کے لیے معاشرے میں بہتر جگہ پیدا کریں۔ زیادہ پیار تو کسی

Marfat.com

صورت میں مفید نہیں، ضرورت سے زیادہ پیار بچے کی ذہنی تعمیر کے لیے مہلک ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ بچے جنہیں والدین سے والہانہ محبت ہو اور وہ بڑے چاؤ چونچلے سے پلے ہوں، ان کی غیر موجودگی میں اکثر اوقات پریشانی واضطراب کا مظاہرہ کرتے ہیں، وہ ہر لمحہ انہیں دیکھنے کے متلاشی ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسے بچوں میں اکثر بے خوابی بھی دیکھنے میں آتی ہے، جس کے باعث وہ روز بروز لاغر ہوتے جاتے ہیں، بھوک غائب ہو جاتی ہے اور وہ گرد و پیش کی کسی چیز میں بھی دلچسپی نہیں لیتے۔ ان کی بیماری کا واحد علاج یہی ہوتا ہے کہ انہیں دوبارہ وہی محبت نصیب ہو، جس سے وہ محروم ہو چکے ہیں۔

بے جا سختی کے مضر اثرات

اس کے برعکس بچے کے ساتھ بے جا سختی کا برتاؤ بھی اس کی مناسب تربیت کے منافی ہے۔ بچے کو ہر لمحہ جھڑکنے اور مارنے پیٹنے سے اس میں بغض و کینہ کا جذبہ ابھرتا ہے اور وہ ضدی اور ہٹ دھرم بن جاتا ہے اور اکثر اوقات وہ بغاوت پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے۔ والدین کی چوری چھپے حکم عدولی کرتا ہے۔ ایسی حالت میں بچے کے بگڑنے کا زیادہ احتمال ہے۔ ایسے بچے گھر کے ناسازگار ماحول کے باعث گھر سے باہر ہی وقت گزارنے میں مسرت محسوس کرتے ہیں اور اکثر اوقات وہ بری صحبت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بچے کو مناسب محبت کے برتاؤ کی بدولت کسی بات پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ ایک بچے کو اپنی شفقت اور محبت کا سہارا دیتے ہیں تو اس میں تحفظ کا احساس لازماً برقرار رہے گا اور اسے دلی سکون محسوس ہوگا۔

چنانچہ ایسی حالت میں یہ عین ممکن ہے کہ وہ ایسی محبت و شفقت کے عوض آپ کی اس بات کو بھی ماننے کے لیے تیار ہو جائے جو اسے ہرگز پسند نہیں۔ اسے ''ذاتی مطابقت'' کا نام دیتے ہیں۔ یعنی بچہ اپنی ذات اور والدین کی ذات میں مطابقت پیدا کر لیتا ہے۔ ان کا ہر حکم ماننا اور ان کی عادات واطوار کو اپناتا ہے۔

ان تمام باتوں کے علاوہ والدین کا وقتی طور پر جذبات کی رو میں بہہ جانا بھی مفید نہیں رہتا۔ وقتی خوشی اور جوش کی حالت میں کسی بچے کو مکمل آزادی دے دینا اور اسے کسی بات پر منع نہ کرنا اور

Marfat.com

دوسرے وقت جبکہ بچہ وہی چیز دہرا رہا ہو، تو غصے کی حالت میں اسے جھڑکنا اور اسے سزا دینا، کسی حالت میں بھی مفید نہیں رہتا، ایسا کرنے سے بچے پر یہ کبھی واضح نہیں ہوتا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ بچہ ہمیشہ آواز، بولنے کے انداز اور چہرے کے تاثرات کے پرکھنے کا عادی ہوتا ہے اور اسی پرکھ اور مطالعے کے مطابق اپنا کردار بناتا ہے۔ جب کبھی وہ تضاد دیکھتا ہے تو اسے سخت اضطراب لاحق ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس پر خوف طاری ہوتا ہے اور تحفظ کا احساس بھی جاتا رہتا ہے۔

Marfat.com

باب نمبر 6

نفسیات پر خاندان اور معاشرت کے اثرات

سمجھدار والدین و معلمین میانہ روی سے ہر اچھی صفت بچے میں پیدا کرنا پسند کرتے ہیں وہ جاننا چاہتے ہیں کہ

- آزادی اور پابندی کا تناسب کیا ہے؟
- گھریلو اتفاق اور اختلاف بچے پر کیا اثر ڈالتے ہیں؟
- والدین اور بچوں میں کھچاؤ کیوں؟ اس کا حل کیا؟
- گھریلو نظام میں یکجہتی کیونکر آ سکتی ہے؟
- کچھ بچے شریف النفس۔ کچھ جھگڑالو، غصیلے اور بعض بچے مضطرب و پریشان، فکر مند چڑ چڑے کیوں ہوتے ہیں؟
- بیماری، تشخیص اور تجویز کے اصولوں پر مبنی آئندہ صفحات میں ہماری تحریروں کا مطالعہ، تربیت کرنے والوں کے لیے بہت مفید رہے گا۔

Marfat.com

گھریلو ناچاقیوں کے اثرات

گھر میں ماں باپ کی ناچاقی اور نااتفاقی بھی بچوں کے لیے مہلک ہے۔ جب کبھی ماں نے بچے کو سرزنش کی اور اسے روکا، ٹوکا، تو بچے نے چیخنا چلانا شروع کر دیا اور باپ کے پاس جا کر آہ و فریاد کی۔ باپ نے اسے فوراً دلاسا دیا اور اسے ہر بری سے بری عادت ڈالنے کی آزادی دے دی اور اس طرح اس کی کسی ضد کو بھی قابل اعتنا خیال نہ کیا۔ اسی طرح اگر باپ نے کچھ سختی سے کام لیا تو ماں نے اسے چھاتی سے لگایا۔ ایسی حالت میں ماں اور باپ کے سلوک میں کافی تفاوت ہوتا ہے۔ جب ایک آدمی گھر میں بچے کے ساتھ سختی سے کام لیتا ہے تو دوسرا بچے کو غلطی کا احساس دیے بغیر اس کی ضد کے باعث محبت وشفقت کا مظاہرہ کرنے لگتا ہے، جس کا نتیجہ لازماً یہ ہوتا ہے کہ بچے کے ذہن پر یہ چیز گہرے نقوش چھوڑ جاتی ہے۔ وہ ایک فرد کو اپنا دشمن اور دوسرے کو اپنا ہمدرد اور ساتھی خیال کرنے لگتا ہے۔

چنانچہ وہ دوسرے فرد کے ساتھ اپنی محبت وابستہ کر دیتا ہے۔ اس کے نزدیک وہی اس کی محبت کا مرکز اور اس کی امیدوں اور آرزوؤں کا گہوارہ ہوتا ہے۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ دوسرا فرد اسے پیار بھی دے اور غلطی کا احساس دلائے اور سختی کرنے والے کو اس کا خیر خواہ قرار دے۔ بحر حال! اس بات کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ نہایت خودسر اور ضدی بن جاتا ہے۔ وہ ہر بات کو منوانے کا عادی بن جاتا ہے، خواہ وہ کتنی ہی ناجائز اور نامناسب کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اسے یہ تسلی ہوتی ہے کہ اس کا مونس اور ہمدرد گھر میں موجود ہے، جو اس کی ہر ناجائز بات بھی سننے کے لیے تیار ہے۔ اسکے علاوہ گھر میں والدین کی مسلسل ناچاقی بچے کو ماحول سے بیزار کر دیتی ہے، وہ گھر سے باہر کی دنیا پسند کرتا ہے۔ چنانچہ ایسے اکثر بچوں کے آوارہ ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

☆ بچوں کی پرورش کے سلسلے میں والدین کا اہم فریضہ یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔ بچوں کے سامنے کبھی ایسا مظاہرہ نہ کریں جس کے باعث وہ گھر سے باہر بیزاری کا اظہار کرنے لگیں۔ چنانچہ والدین کے تعاون، ہمدردی اور خندہ پیشانی سے یہ مقصد حاصل ہوسکتا ہے۔

Marfat.com

بچہ ابتدائی پانچ سال کے دوران گھر کے ہر فرد کا غائر مطالعہ کرتا ہے اور اس طرح ان کے متعلق اپنی رائے قائم کر لیتا ہے، رائے قائم کرنے کے بعد وہ اس کے مطابق اپنا کردار بھی بناتا ہے۔ اگر بچے کو ایسی صورت میں کسی قسم کی رکاوٹ پیش نہ آئے تو وہ ماحول سے جلد مناسبت پیدا کر لیتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر اسے سازگار حالات میسر نہ ہوں تو وہ ان کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیتا ہے کیونکہ وہ کسی صورت میں بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی خودی کو کسی قسم کی ضرب پہنچے اور وہ قابل اعتناء نہ سمجھا جائے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ نہایت خودسر اور شرارتی بن جاتا ہے اور ہر بات کے لیے بغاوت پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ آپ نے اکثر گھروں میں والدین کو یہ شکایت کرتے دیکھا ہوگا کہ ہمارا بچہ تو نہایت شرارتی اور خودسر ہے، اس پر کسی قسم کی نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔ انہیں اس بات کی بالکل خبر نہیں ہوتی کہ بچے کو دراصل انہوں نے آپ ہی خودسر بنایا ہے۔ اگر مناسب پرورش کی جاتی، تو وہ کبھی ایسے کردار کا مظاہرہ نہ کرتا۔

احساسِ محرومی سے بچائیے!

معالجین نفسیات کے نزدیک بچوں کے نفسیاتی تقاضوں کو پورا کرنا از حد لازمی ہے۔ اگر انہیں کسی صورت بھی نظر انداز کر دیا جائے، تو بچے کی شخصیت اور سوچ شروع سے ہی مسخ ہو جاتی ہے۔ بنیادی طور پر بچے جسمانی ضروریات کے ساتھ ساتھ احساس تحفظ، اپنائیت، پیار و ستائش کے علاوہ اسے انفرادی انداز سے پھلنے پھولنے کا ماحول و موقع دینا چاہیے۔ ایسے والدین جوان حقائق کو تو نظر انداز کر دیتے ہیں، مگر دیگر ہر قسم کی آسائش دیتے ہیں، دوسرے الفاظ میں وہ سونے کا نوالہ تو دیتے ہیں مگر بچے کو ضرورت سے زیادہ دبا کر رکھتے ہیں یا انہیں احساس تحفظ ہی نہیں دیتے، ضرورت سے زیادہ بوجھ ڈال دیتے ہیں، بجائے ستائش کرنے کے، بات، بات پر ٹوکتے ہیں، پیار تو بے حد رکھتے ہیں، مگر پیار کا اظہار نہیں کر پاتے یا ضرورت سے زیادہ پیار دیتے ہیں، نتیجہ ہر صورت میں منفی نکلتا ہے۔

چنانچہ بچپن کی ان خامیوں کے اثرات ان کی سوچ اور فکر اور احساسات و جذبات کو اپنے رنگ میں اس قدر ڈبوئے رکھتے ہیں کہ بعد میں انہیں کتنی ہی بہتر خوراک، اعلیٰ تعلیم یا ان کے نفسیاتی

Marfat.com

تقاضے پورے کیے جائیں، مگران کی شخصیت ناقص ہی رہتی ہے۔

کیونکہ وہ ابتدا ہی سے اپنی سوچ وافکار کا دائرہ متعین کر چکے ہوتے ہیں۔ایسے بچوں کی ذہنی حالت ایسی ہو جاتی ہے، جیسے ایک یتیم جس کا کوئی والی وارث نہ ہو، احساسِ محرومی واحساسِ کمتری کی بدولت ایسے بچوں اور یتیم خانے کے بچوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا، پیار ومحبت اور احساس تحفظ نہ ہونے کی صورت میں وہ والدین کے ہوتے ہوئے بھی والدین نہیں رکھتے، ایسے بچے غیر متوازن شخصیت اور سوچ کے مالک ہوتے ہیں۔دنیا کو دکھوں کا گھر سمجھتے ہیں۔ایک خاص نقطۂ نگاہ سے دنیا کو اور اپنی ذات کو معنی دینے کی عادت ڈال لیتے ہیں۔لہٰذا جب تک ان کا نفسیاتی علاج نہ کرایا جائے، ان کی بہتری کی کوشش بے سود رہتی ہے۔

ماہرین نفسیات کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے میں بڑھنے، سمجھنے اور پھلنے پھولنے کی صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں۔چنانچہ اگر انہیں مناسب حد تک آزادانہ ماحول میں بڑھنے کا موقع دیا جائے تو وہ انفرادی طور پر کوئی ایک منفرد صلاحتیں اجاگر کر کے اپنی قابلیتوں کے مطابق مقام حاصل کر سکتے ہیں۔اس عمر میں تجزیات کرنے، چیزوں کو توڑ پھوڑ کر دیکھنے اور عمل کرنے کی خواہش موجود ہوتی ہے۔اس سلسلے میں عموماً ذہین بچے، عام بچوں سے زیادہ دلچسپی لیتے ہیں اور چاق و چوبند ہونے کی بنا پر ہر چیز کو سمجھنے کے مشتاق ہوتے ہیں۔

سب سے چھوٹے بچے سے پیار

ہمارے معاشرے میں خصوصاً سب سے چھوٹے اور سب سے پہلے بچے کو زیادہ پیار دیا جاتا ہے۔چنانچہ ایسے والدین جو شروع میں تو بے جا پیار کرتے ہیں یا بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں، وہ بچے پر نفسیاتی ظلم کرتے ہیں۔کیونکہ اول تو دوسرے بچے کے آ جانے پر والدین کی توجہ اور پیار کی شدت میں کمی آ جاتی ہے اور بچہ احساس محرومی کا شکار ہو جاتا ہے۔بچوں کی پرورش میں والدین کو سبھی بچوں کے ساتھ مساوی سلوک کرنا چاہیے اور کسی ایک کو پسند کرتے ہوئے دوسروں میں احساس کمتری یا نظر انداز کیے جانے کے احساسات پیدا نہیں کرنے چاہییں۔والدین اپنی دھن میں مگن رہتے ہیں اور ذاتی پسند ونا پسند کا بلا سوچے سمجھے اظہار کر کے بچوں کے تشخص کو مجروح کر

Marfat.com

کے انہیں عمر بھر کے لیے احساس محرومی سے دوچار کرتے ہیں، جن کے اثرات ان کی سوچ اور عمل پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ بالخصوص حساس بچے جو کہ مخصوص توجہ کے متمنی ہوتے ہیں، والدین کی سرد مہری سے ان میں اپنی ذات کی ناپسندیدگی کا کرب عمر بھر کا روگ بن جاتا ہے، جو کہ بعدازاں انہیں پیچیدہ نفسیاتی عوارض میں مبتلا کر دیتا ہے۔

اس لیے عدل وانصاف لازم ہے۔ اور چھوٹے بچے کو یا کسی بیمار بچے کو کچھ پھل وغیرہ دیں تو دیگر بچوں کو کسی طرح اعتماد میں لے لیں مثلاً

[۱] سوال کریں کہ آپ کے خیال میں یہ پھل اس بیمار بچے کو نہ دے دیں؟

[۲] آپ کا چھوٹا بھائی ہے ناں! اگر اسے ہم سفر پر لے جائیں تو آپ کو ناراض نہیں ہونا چاہیے ناں! آپ تو سمجھدار ہیں ناں! وغیرہ الفاظ کہہ کر اعتماد میں لیا جا سکتا ہے۔

اپنائیت اور تحفظ کا احساس دیجیے!

وہ والدین جو بچوں کی چھوٹی چھوٹی بات پر پریشان ہو جاتے ہیں، بے مقصد گندی زبان استعمال کرتے ہیں، بلا سوچے سمجھے بچوں پر تشدد کرتے ہیں، بچوں کو سمجھانے کی بجائے اپنی ذہنی سطح کے مطابق زبردستی ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں، بچوں کے حقوق اور احساسات کو ٹھکرا کر دوسروں کے سامنے بچوں کی بے عزتی کرتے ہیں، اپنے بچوں کو دبانے کی پالیسی کو بہتر اور اصلاحی سمجھتے ہیں، ان خاندانوں میں بچے انتہا پسندانہ اقدام پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ جونہی وہ بچپن سے لڑکپن کی طرف بڑھتے ہیں، ان کے ذہن میں جمع شدہ غصہ، نفرت اور حقارت نوجوانی کے جوش میں آ کر شدید شکل اختیار کر لیتی ہے۔ پھر لاکھ کوشش کے باوجود نفرت کی آگ ختم نہیں ہوتی۔ بدقسمتی سے بعض تشدد پسند والدین بچے کی عمر اور احساس ذہن کا لحاظ کیے بغیر بڑے ہونے پر بھی بچہ ہی تصور کر کے انہیں دباتے، جھڑکتے، جسمانی تشدد اور بدکلامی کی روش برقرار رکھتے ہیں، جس کا نتیجہ انہیں خاندانی تباہی اور بے سکونی کی شکل میں بھگتنا پڑتا ہے۔

Marfat.com

اچھے کارناموں پر تعریفی الفاظ کی اہمیت

بچے کی پرورش میں تحفظ، اپنائیت اور ستائش بہت کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ اچھے کام پر لوگوں کے سامنے ان کی تعریف اس انداز سے کرنی چاہیے کہ وہ سن لیں۔ ورنہ اچھائی کے باوجود بچہ خوف زدہ رہتا ہے کہ نامعلوم میرے کردار سے کوئی خوش بھی ہے یا نہیں؟ خوف عموماً نفسیاتی امراض کی جڑ ہے جو کہ بچے میں عدم تحفظ کے رجحانات پیدا کرتا ہے۔ کمزور اور ناتواں بچے کو تعاون اور سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر والدین اسے سمجھنے کی بجائے نظر انداز کریں، اس کی اہلیت سے زیادہ اس پر علمی و نظریاتی بوجھ ڈال دیں، اسے خوف کے تحت اصول وضوابط اپنانے پر مجبور کر دیں، گھر میں ''کھٹ پٹ'' کی صورت میں اسے خوف زدہ رکھا جائے، بے مقصد دبایا جائے، توہماتی اصولوں اور غیر استدلالی سوچوں کو مسلط کر دیا جائے، دوسروں کے سامنے اس کی خامیاں گنوا کر دبایا جائے، تو بچے میں عدم تحفظ کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

بچوں کی پرورش میں جس قسم کی بنیاد اولین عمر میں ڈال دی جاتی ہے، وہ نہ صرف اپنے آپ کو اسی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں۔ بلکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ لوگ بھی انہیں اسی نقطۂ نگاہ کے معنی دے رہے ہیں۔ پھر وہ اکثر اپنے آپ کو بہتر اور قابل قبول ثابت کرنے کے لیے ساری عمر ضائع کر دیتے ہیں۔ اپنے آپ کو بڑا ثابت کرنے کے چکر میں اپنی استعداد کو بے معروف بروئے کار لاتے ہیں، مکمل اور حسب خواہش کامیابی نہ پا کر خود کو کوستے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم واقعی ناقابل ستائش ہو کیونکہ تم وہ ثابت نہیں کر سکے ہو، جو تم چاہتے تھے۔ اس طرح بچے تاعمر اپنے آپ کو زیر مشاہدہ رکھ کر اپنی خامیاں ہی دیکھتے رہتے ہیں، لوگوں کی خوشنودی کی خاطر اپنی ذات قربان کرتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی ان کی ستائش کر دے تو اس کے متبادل انہیں خوش کرنے کے لیے سبھی کچھ نچھاور کر دیتے ہیں۔ پھر ہمیشہ ان کے زیر اثر رہ کر ہر وقت ان کی خوشنودی حاصل کرنا ان کا مقصد بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی انہیں نظر انداز کر دے اور ان کی کوششوں پر توجہ نہ دے تو خود کو کوستے اور کڑھتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

اعلیٰ سوچ اور فکر کی بلندی

بچوں میں اولین عمر کے دوران تقلید کا رجحان زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ وہ ابھی تحفظ کے متمنی ہوتے ہیں اور اپنی بنیادی ضروریات کے لیے والدین اور معاشرے کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ ہر سنی سنائی بات یا عمل کو اپنانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ پھر والدین کی ستائش کی خاطر بلا تصدیق خیالات اپنا کر انہیں اپنے تصورات یعنی یادداشت میں محفوظ کرتے رہتے ہیں اور اسی یادداشت کی بنا پر تا عمر بیرونی واقعات و عوامل کو معنی دیتے ہیں، مگر اس ذہنی عمل کے تحت نہ ان کی اپنی انفرادی سوچ ہوتی ہے اور نہ ہی مشاہدہ یا عقل کا اطلاق ہوتا ہے بلکہ وہ ایک خودکار مشین کی طرح زندگی گزارتے ہیں۔ یوں وہ فقط روایات کا مجموعہ بن کر رہ جاتے ہیں، جس میں نہ ان کی اپنی خواہشات ہوتی ہیں اور نہ ہی ذاتی پسند و ناپسند۔ ایسے بچے حالات کا تجزیہ کر کے مقابلہ کرنے کی بجائے دوسروں پر انحصار کرتے ہیں۔ دوسروں کی سوچ اور فیصلے کے تابع رہتے ہیں۔ ان میں خود اعتمادی کا فقدان ہوتا ہے۔ عموماً ایسے بچے کم گو، اکیلے اور لکیر کے فقیر بن جاتے ہیں۔ اکثر یہ تصوراتی دنیا کے تحت زندگی گزارنے والے بچے جسمانی طور پر کمزور اور ذہنی طور پر غیر حاضر رہتے ہیں۔ اول تو اپنی پسند و ناپسند کا اظہار ہی نہیں کرتے، اگر مجبور کیا جائے تو فقط محدود سوچ اور فکر کے تحت حالات سے سمجھوتہ کر کے زیر اثر آ جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں اکثر والدین ایسے بچوں کو پسند کرتے ہیں اور ان کی منفی طرزِ فکر اور عادت کو ستائش دے کر، ان کی نارمل شخصیت کو پختہ کر دیتے ہیں۔ جس کے منفی اثرات کے نتائج وہ ساری عمر برداشت کرتے ہیں۔

Marfat.com

بچوں اور والدین میں اختلاف

ایک ایسا گھرانہ جہاں والدین کا احترام نہ ہو ان کی تمناؤں اور خواہشات کا شب و روز خون کیا جاتا ہو اسے اعلیٰ و مرصع بلڈنگ کے باوجود اچھا گھر نہیں کہا جا سکتا۔ یہ ایک غموں کا ڈھیر ہے جس پر ایک خوبصورت چادر ڈال دی گئی ہے اس کے برعکس وہ جھونپڑی جہاں ایک محبت واپنائیت سے بھرپور خاندان بستا ہو وہ ایک پھول ہے جسے کانٹوں میں گھرے ہونے کے باوجود مسکراہٹ جیسی عظیم نعمت میسر ہے۔

بچوں اور والدین کے مابین کشاکش اور ٹکراؤ کی مخصوص وجوہات ہیں۔ مثلاً

1. جذباتی توافق (مزاجوں کا مختلف ہونا اور برداشت نہ کرنا)
2. معاشرتی طرزِ عمل میں تفریق۔
3. افرادِ خانہ کے کردار میں فرق۔

آیئے ان کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں:۔

1۔ جذباتی توافق اور اس کا علاج:

گھر کے لوگوں کے مزاجوں، طبیعتوں اور جذباتی کیفیات میں جب تضاد پایا جائے تو اس سے بچوں اور والدین کے درمیان بھی جذباتی اور ذہنی ٹکراؤ پیدا ہونے لگتا ہے، مثلاً جو بچہ اپنے باپ کو ماں کے ساتھ بدسلوکی کرتے دیکھتا ہے یا خود اپنے ساتھ باپ کی شفقت میں کمی محسوس کرتا ہے، تو ماں اور باپ کے مابین اور اپنے اور باپ کے مابین جذباتی عدم موافقت محسوس کرتا ہے۔ باپ کے لیے اس کے جذبات نہایت غیر ہمدردانہ ہونے لگتے ہیں اور وہ ذہن میں باپ کے خلاف محاذ آرائی کرنے لگتا ہے۔ اس کا رویہ باغیانہ اور گستاخانہ ہونے لگتا ہے۔

اسی طرح جو بچہ ماں باپ کو ہر وقت لڑتے جھگڑتے اور جذباتی طور پر الجھن میں دیکھتا ہے، وہ خود بھی جذباتی طور پر الجھ کر رہ جاتا ہے اور اس کے نزدیک جو فریق زیادتی کرتا ہے، اس کے خلاف بچپن ہی سے نفرت کے جذبات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ اس سے بچے اور والدین کے

Marfat.com

درمیان اور خصوصی طور پر ظالم فریق شخصیت کے ساتھ ذہنی، جھگڑالو اور بے حس ہو جاتا ہے۔ ان خصوصیات کی وجہ سے ہمدرد، نرم طبع اور حساس بہن بھائی اس سے چڑنے اور گھبرانے لگتے ہیں۔ مختلف طرح کی جذباتی خصوصیات کی وجہ سے بہن بھائیوں میں ہر وقت مقابلے کی ٹھنی رہتی ہے، جوان میں نفسیاتی اور ذہنی تناؤ پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ عملی طور پر تصادم کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔

خاندان کے بعد بچے کی نفسیات پر اثر انداز ہونے میں معاشرہ کیا کردار ادا کرتا ہے؟ گلے صفحات میں پڑھیے!

Marfat.com

2۔معاشرتی طرزِ عمل میں تفریق کو پہلے سے واضح کیجئے

آپ نے بچوں کو کسی بھی ایسے ماحول میں بھیجنا ہے جہاں آپ کے دیے ہوئے گھر کے ماحول سے مختلف مناظر دیکھنے کے لیے ملیں گے تو بہتر ہے وہاں جانے سے پہلے ہی آپ اپنے گھریلو حالات اوران میں رہنے سہنے کی اہمیت ان پر واضح کردیں کیونکہ جب خاندان کا معیار بچوں کے اس معیار سے بہت مختلف ہو، جوانہیں گھر سے باہر کے ماحول میں ملتا ہے تو بچوں اور والدین کے درمیان بہت پیچیدہ اور سنجیدہ قسم کے مسائل اور تنازعے کھڑے ہوتے ہیں۔ جوں جوں بچوں کے تعلقات کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے، انہیں باہر ایسے ماحول کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو یقینی طور پر گھریلو ماحول سے اور اس ماحول سے مختلف ہوتے ہیں جسے ان کے والدین پسند کرتے ہیں یا ان کے لیے مناسب سمجھتے ہیں۔

اسی طرح اگر والدین گاؤں میں رہتے ہیں اور بچوں کو تعلیم کے لیے شہر بھیج دیں یا والدین ایک شہر میں اور بچے دوسرے شہر میں مقیم ہوں یا والدین بچوں کو تعلیم یا ملازمت کی غرض سے بیرون ملک بھیج دیں تو والدین اور بچوں کے ماحول میں واضح فرق والدین اور بچوں کے درمیان بڑی بڑی کشیدگیوں، ٹکراؤ اور تنازعوں کا باعث بنتا ہے کیونکہ تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ کے مابین، دیہات اور شہر کی طرزِ زندگی کے درمیان، مختلف معاشروں کے اصول وضوابط، رسم و رواج، تہذیب وثقافت، مذہبی عقائد، لباس اور طرزِ زندگی وغیرہ میں بہت فرق پایا جاتا ہے۔ جب یہ فرق کنبے کے مختلف افراد میں پایا جائے تو وہاں اختلافات، کشیدگیوں اور تنازعوں کا پیدا ہونا لازمی امر ہے۔ مثلاً والدین کو بچے کے اصراف سے اس قدر اختلاف ہوسکتا ہے کہ یہ اختلاف اچھے خاصے جھگڑے کی صورت اختیار کرسکتا ہے۔ جہاں خیالات، حالات اور طرزِ عمل بھی مختلف ہو تو کشاکش کو پیدا ہونے سے روکنا نہایت مشکل امر ہے۔

Marfat.com

...دِ خانہ کے کردار میں فرق کو یکسانیت میں تبدیل کریں

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک جیسا نہیں بنایا، لیکن طبائع کے مختلف ہونے کی صورت میں ایک دوسرے کے احترام اور دوسروں کو برداشت کرنے کا ہنر ضرور دیا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بچوں کو ابتداء ہی سے ایک دوسرے کو برداشت کرنے پر زور دینا چاہیے۔ کیونکہ جب والدین جس طرح بچوں کو بچپن میں اپنی تربیت کے مطابق ڈھالتے ہیں، ان سے اسی طرح رہنے کی توقعات رکھتے ہیں۔ لیکن بچے جوں جوں بالغ ہوتے جاتے ہیں، خودمختار بھی ہوتے جاتے ہیں اور ان کی جسمانی، نفسیاتی، جذباتی اور ذہنی ضروریات کے تقاضے بھی بدلنے لگتے ہیں۔ جنہیں والدین اکثر نظر انداز کر جاتے ہیں۔ والدین کی یہی لاعلمی، بے توجہی اور غلط توقعات ان کے اور بچوں کے درمیان کشیدگی اور تناؤ کا باعث بننے لگتی ہے۔ اس طرح بالغ ہونے پر بچوں کو جو ماحول اپنے دوست احباب اور باہر سے ملتا ہے، وہ گھریلو ماحول سے مختلف ہونے کے باوجود زیادہ متاثر کن ہوتا ہے۔ جس کی خاطر بچے گھریلو ماحول کو رد بھی کرنے لگتے ہیں یا اس کے اصول وضوابط کی حد بندیوں کی کہیں کوئی پروا نہیں کرتے بلکہ انہیں توڑتے ہوئے گویا ہمعصروں، بیرونی ماحول اور مروجہ معاشرے کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں والدین کے ساتھ ٹکراؤ کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

ممکنہ حد تک اپنے اختلافات اور تنازعات ختم کیجیے

والدین اور بچوں کے مابین کھچاؤ، اختلافات اور تنازعات ختم کرنے کے اتحاد آفرین عوامل درج ذیل ہیں جن پر عمل سے اتفاق کی راہیں کھلتی ہیں:۔

(۱) باہمی پیار ومحبت (۲) باہمی ہمدردی (۳) مزاجوں کی ہم آہنگی (۴) ایک دوسرے کا لحاظ (۵) مقاصد میں موافقت (۶) باہمی جذباتی انحصار (۷) تہواروں اور خاندانی تقریبات کو مل جل کر منانا اور اپنے اپنے کردار (بلحاظ جنس اور حیثیت) کا مناسب طور پر ادا کرنا وغیرہ۔

Marfat.com

بچوں کونشوونما کے مختلف پہلو

ماہرین نفسیات لکھتے ہیں کہ بچوں کی جسمانی اٹھان، جسمانی تقاضے، جسمانی ڈھانچہ، وزن اور قد وقامت ہی اس کی تشخص کا باعث نہیں ہوتے بلکہ ہر بچے کی شخصیت گوناگوں خصوصیات کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اس میں جسمانی خصائص کے علاوہ نفسیاتی خصوصیات مثلاً بچے کی ذہنی، جذباتی، روحانی، معاشرتی، اخلاقی، مذہبی اور دوسری خصوصیات بھی شامل ہوتی ہیں۔ یوں ہر بچے کی شخصیت اور اس کی نشوونما کے درج ذیل مختلف پہلو ہوتے ہیں، جو ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

١ جسمانی نشوونما

٢ عضلاتی نشوونما

٣ ذہنی نشوونما

٤ جذباتی نشوونما

٥ معاشرتی نشوونما

٦ روحانی نشوونما

٧ اخلاقی نشوونما

اہل خانہ کے باہمی تعلقات کا بچوں کی نشو ونما پر اثر

ہمارے خالق ومالک نے فرمایا:

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا

اس ارشادگرامی میں باہمی بگاڑ کو بڑے فسادات اور خاندانی کمزوری کا ذریعہ قرار دیا ہے، اسی طرح فرامین نبی علیہ السلام میں بھی باہمی اتفاق کو بڑی اہمیت اور خیر وبرکت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

① سگمنڈ فرائیڈ (S.Freud) کہتا ہے کہ ایسے والدین جو بچوں کو ضرورت سے زیادہ پیار دیتے ہیں، اور نہایت حفاظت اور احتیاط سے پرورش کرتے ہیں، وہ بچوں کو نفسیاتی طور پر محتاج بنادیتے ہیں۔

② فلوگل (Flugel) کے خیال میں سخت گیر والدین بچوں کو گستاخ، باغی، جھگڑالو اور لڑاکا بنادیتے ہیں۔

③ بچپن میں والدین میں سے کوئی ایک جدا ہو جائے تو بچے میں پیدا ہونے والی افسردگی اور رہا سیت بالغ ہونے پر بھی جھلکتی رہتی ہے۔

④ ایسے گھر جہاں تعلقات میں کشیدگی اور پریشانی ہو اور مزاح کا فقدان ہو، وہاں بچے حد درجہ جذباتی ہوتے ہیں اور بے قابو ہو کر فوری طور پر چلا چلا کر جذبات کا اظہار کرتے ہیں، وہ خوشی یا غمی کے جذبات پر قابو نہیں پاسکتے۔

⑤ گھریلو حالات اگر پریشان کن ہوں تو بچوں کی قوتِ اظہار میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور گفتگو متاثر ہونے لگتی ہے۔ ذہنی دباؤ کی وجہ سے بچوں کے منہ سے الفاظ نہیں نکلتے، لکنت پیدا ہو جاتی ہے اور بچے حالات کے ساتھ موافقت پیدا نہیں کر سکتے۔ ایسی صورت حال میں اگر کوئی بچہ کسی مسئلے سے دوچار ہو جائے تو اس کے مسائل کا ذمہ دار کنبے کے افراد کو ٹھہرایا جاسکتا ہے۔

⑥ بچوں میں عدم موافقت دراصل والدین کی آپس میں عدم موافقت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ خصوصاً اگر ماں ازدواجی زندگی میں مطابقت پیدا نہ کر سکے تو بچوں میں عدم موافقت (Malad justment) کے کئی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن میں کھانے پینے کے مسائل، گھبراہٹ،

Marfat.com

رویوں میں انوکھا پن وغیرہ شامل ہیں۔ میاں بیوی میں علیحدگی یا طلاق کی صورت میں بچوں کے معاشرتی تعلقات بری طرح متاثر ہوتے ہیں جبکہ والدین کے خوشگوار باہمی تعلقات سے بچوں میں اپنے بہن بھائیوں اور باہر دوست احباب سے نہایت قریبی، ہمدردانہ اور خوشگوار تعلقات استوار ہوتے ہیں اور بچوں میں ذاتی اعتماد بحال ہوتا ہے۔

⑦ گھریلو افراد کا آپس میں اور بچوں کے ساتھ رویہ بھی ان کے لیے بیرونی حالات میں موافقت کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔ جس بچے کو گھر میں پیار ملتا ہے، اس کی ذات کو تقویت ملتی ہے اور وہ بچہ دوسروں کے ساتھ نہایت خود اعتمادی سے خوشگوار تعلقات قائم کرنے کا اہل ہوتا ہے۔ جبکہ شفقت اور محبت کی گرم جوشی سے محروم بچوں کی شخصیت اندر سے کمزور ہو جاتی ہے جس کے باعث وہ دوسروں کے ساتھ خوشگوار تعلقات پیدا نہیں کر سکتے۔

⑧ جن گھروں میں جمہوری (Democratic) طرزِ نظام موجود ہوتا ہے، وہاں بچے ٹھوس اور مضبوط شخصیت کے حامل ہوتے ہیں جبکہ حاکمانہ (Aristocratic) نظام میں پرورش پانے والے بچے یا تو نہایت خوفزدہ اور کمزور ہوتے ہیں یا پھر دوسروں کے محتاج رہتے ہیں۔

⑨ اسکول میں بچے کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار بھی زیادہ تر اس کے گھریلو تعلقات کی نوعیت پر ہوتا ہے۔ اگر گھریلو افراد کے تعلقات میں کشیدگی ہو تو بچے کے اسکول کے ماحول میں اس کی پڑھائی بھی متاثر ہوتی ہے اور بچوں میں پیچھے رہ جانے کا باعث بنتی ہے۔

⑩ سن بلوغت کے متعدد مسائل بچپن میں والدین اور بہن بھائیوں کے باہمی تعلقات میں کشیدگی ہی کا نتیجہ ہوتے ہیں، مثلاً شادی کے بارے میں برا رویہ شادی کے بعد حالات کے ساتھ غیر موافقت، والدین کے آپس کے سلوک کا ردعمل ہوتی ہے۔ یہی حال امتحان میں کامیابی یا ناکامی کا بھی ہے۔ کیونکہ اسکول کے کام میں سوچ بچار کی ضرورت ہے، جبکہ بچہ پریشانی اور ذہنی تناؤ کی وجہ سے پڑھائی کی جانب بھرپور توجہ نہیں دے سکتا، اس لیے ناکام ہو جاتا ہے۔

ضرورت، عمل محرک اور اقدار کا کردار

بچے کی شخصیت میں ضروریات، عمل محرک اور اقدار کا کردار سمجھنے سے پہلے یہ جاننا ضروری

Marfat.com

ہے کہ ان تینوں کا آپس میں تعلق کیا ہے؟ تاکہ یہ اندازہ لگانے میں آسانی ہو کہ یہ کس طرح مل کر بچے کی شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں، مثلاً بنیادی ضروریات ایسے جبلی تقاضے ہوتے ہیں جن کو پورا کیے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی ذریعہ تلاش کرنا لازمی ہو جاتا ہے جسے عمل محرک کہا جاتا ہے۔ ''عمل محرک'' اختیار کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس عمل کو معاشرے میں قبولیت حاصل ہو اور اس سے متعلقہ طور طریقے اور تدابیر معاشرتی اقدار سے متصادم نہ ہوں۔

بچہ جب اس دنیا میں جنم لیتا ہے تو سب سے پہلے اسے اپنے کنبے کے افراد سے واسطہ پڑتا ہے۔ ہر بچہ چند بے حد ضروری تقاضے اور ضروریات اپنے ساتھ لے کر اس دنیا میں آتا ہے، جن میں خوراک، لباس، آرام، رفع حاجات، تحفظ اور پیار محبت وغیرہ شامل ہیں، یہ ایسی ضروریات ہیں جنہیں نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔ دراصل بچے کی شخصیت اور کردار کی تعمیر کا انحصار ہی ان ضروریات کی تشفی یا عدم تشفی پر ہوتا ہے۔ ابتدا میں ان ضروریات کو پورا کرنے کی تمام تر ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے۔

جن بچوں کے والدین عمر کے مطابق صحیح خوراک، نینداور آرام کے صحیح مواقع فراہم کرتے ہیں، ان کے نرم اور آرام دہ لباس کا خیال رکھتے ہیں اور وقت پر رفع حاجات سے فارغ ہونے کے مواقع فراہم کرتے ہوں، ان بچوں کی اندرونی کیفیت پرسکون رہتی ہے اور وہ مکمل تحفظ کے احساس کی وجہ سے مطمئن اور سرشار ہوتے ہیں۔ ایسے بچے پر اعتماد اور کامیاب شخصیت کے حامل ہوتے ہیں۔ وہ اپنی ذات سے پیار کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی محبت کرتے ہیں۔ ماحول سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔ ایسے بچے جوان ہو کر بڑی بھرپور باعزت اور کامیاب زندگی گزارتے ہیں۔

اس کے برعکس جن بچوں کی یہ اہم ضروریات احسن طریقے سے پوری نہ کی جائیں، ان پر ہیجانی اور بے قراری کی کیفیت بدستور طاری رہتی ہے۔ چنانچہ ایسے بچوں کی شخصیت بھی ہیجان انگیز بن جاتی ہے۔ ان کے اندر محرومی کا احساس پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ذات سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ ماحول کے بارے میں وہ خوف، عدم تحفظ اور بے اعتمادی کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان کے

Marfat.com

اندر حسرت، حرص اور نفرت کے جذبات پرورش پانے لگتے ہیں۔ ایسے بچے مختلف قسم کی ہیجانی کیفیات اور عادات میں مبتلا ہو جاتے ہیں جن میں انگوٹھا چوسنا، ناخن چبانا، جھوٹ بولنا، چوری کرنا، حسد کرنا، لڑنا جھگڑنا اور دوسروں سے چھیننا جھپٹنا جیسی عادات شامل ہیں۔ بعض اوقات ایسے بچے جوان ہوکر جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔

بچوں کو پیار محبت کی بھی اشد ضرورت ہے۔ جن بچوں کو شفقت اور محبت سے محروم رکھا جائے اور انہیں ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ اور روک کا سامنا کرنا پڑے، ان میں احساس کمتری پیدا ہو جاتا ہے اور وہ محرومی اور عدم تحفظ کے عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ہر وقت خوفزدہ رہتے ہیں۔ بچے پیار محبت سے محروم ہوں یا ان کی جسمانی ضروریات کی صحیح تشفی نہ ہو تو ان کی شخصیت میں ایسا بڑا خلا رہ جاتا ہے جس کی بنا پر وہ بعض اوقات مار پیٹ، انکار اور گستاخی جیسے منفی ردعمل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان بچوں کو بنیادی طور پر جن چیزوں کی ضرورت تھی، وہ ان سے محروم رہے۔ چنانچہ انہیں جو کچھ نہیں ملا، وہ دوسروں سے چھیننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح کی محرومیاں ایک شفاف اور معصوم بچے کو سنگین جرائم پر اکساتی ہیں اور اسے عادی مجرم بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ہمیشہ یاد رکھیئے کہ ضروریات کی تشفی یا محرومی بچے کی پوری زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے، مثلاً بچہ جسے وقت پر پوری خوراک ملتی رہے، وہ کبھی دوسروں کے کھانے پر نگاہ نہیں ڈالتا، بھوک لگنے پر اس یقین اور اطمینان کی بنا پر بچہ بھوک برداشت کر لیتا ہے کہ ابھی گھر جائے گا تو اسے پیٹ بھر کر کھانے کو سب کچھ میسر آ جائے گا۔ چنانچہ وہ چوری اور چھینا جھپٹی کا مرتکب نہیں ہوگا۔ ایسے بچے کو ہر وقت یہ احساس رہتا ہے کہ دوسرے اس کی کسی حرکت کا برا نہ مانیں۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا ہر عمل معاشرتی اقدار اور ضوابط سے مطابقت رکھتا ہو۔ اس کے برعکس ایسا بچہ جو بنیادی ضروریات سے محروم رہا ہو، وہ بھوک کی صورت میں دوسروں سے کھانا چھین کر یا پیسے چرا کر بھی اپنا پیٹ بھر لینے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ اسے معلوم ہے کہ گھر جا کر بھی اسے کھانے کو کچھ نہیں ملے گا۔ وہ اپنا انتظام چھینا جھپٹی اور چوری سے خود ہی کر لیتا ہے۔ اسے معاشرے کی اقدار سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ اسے دوسروں میں غیر مقبول ہونے یا کسی اصول اور ضابطے کے ٹوٹنے کی پروا نہیں ہوتی۔ وہ

Marfat.com

جب بھی بھوک سے تڑپے گا، اپنی بقا اور سلامتی کے لیے ہر جائز ناجائز طریقے سے اپنی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرے گا۔

یہ بات حتمی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ بچے میں اچھے ''عمل محرک'' طور طریقے اور عادات پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اندر تحفظ اور اعتماد کا احساس پیدا کیا جائے۔ اعتماد ہی دراصل زندگی کی بنیاد ہوتا ہے اور بچے کو یہ اعتماد صرف خاندان کے اولین ماحول سے ملتا ہے۔ اس کے بعد گھر سے باہر کے افراد کا درجہ ہے جو مخصوص اقدار، اصولوں اور ضابطوں کے دائرے میں رہ کر اس کی عادات کی تربیت کرتے ہیں۔ کامیاب اور پر اعتماد زندگی گزارنے کے لیے جن دو اعتمادوں کی ہم کو ضرورت ہوتی ہے، وہ درج ذیل ہیں:

ا۔ بچے کو مکمل بھروسہ ہو کہ حتی الامکان میری ہر ضرورت میرے گھر کا ماحول پوری کرے گا حتیٰ کہ ماحول اور گرد و پیش کے محفوظ اور محبت سے معمور ہونے اور ضروریات کے صحیح طریقے سے پورا ہونے کا یقین ہو جائے۔

۲۔ بچے کو اپنی ذات پر یقین ہو کہ میں ہر کام کر سکتا ہوں اپنی ذات کے کارآمد اور خوبصورت ہونے کے علاوہ اطمینان اور تحفظ کے احساس سے سرشار ہو۔

گھریلو نظام میں یکجہتی پیدا کرنے کے اصول

وہ بڑے عوامل واسباب کیا ہیں جو بچوں میں انحراف پیدا کرنے اور والدین کے عدم اکرام کا سبب بنتے ہیں، اور ان کے اخلاق کو خراب کر کے ان کو تباہی کے کنارے پہنچا دیتے ہیں؟ ان کا جاننا تربیت کرنے والوں کے لیے ضروری ہے۔ تاکہ بچوں کو کجی وگمراہی سے بچاسکیں۔ اس لیے ہم اسلام کی روشنی میں انحراف کے اسباب اور ان کا علاج آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں، تاکہ تربیت کرنے والے حضرات اپنے فرائض و واجبات کے معاملے میں سیدھے راستہ پر دلیل و برہان کے ساتھ چل سکیں۔

الف: غربت وافلاس اور اس کا حل

اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا:

الکَاسِبُ حَبِیبُ اللّٰہ محنتی اللہ کا دوست ہے۔ (مشکوٰۃ)

اسی طرح اپنی اولاد کی تربیت پر خرچ کرنے کو بڑی فضیلت حاصل ہے جو پہلے گزر چکی کیونکہ اسلام نہیں چاہتا کہ گھریلو نظام میں کوئی ایسی خامی ہو کہ خاندان اپنے مقاصد سے ہٹ جائے۔ یہ ایک ظاہری بات ہے کہ جب بچہ اپنے گھر میں ضرورت کے مطابق کھانا، کپڑا نہ پائے گا تو وہ لازماً گھر چھوڑ کر باہر نکلے گا تو ایسے موقع پر اس کو بدمعاش و بدکار لوگ اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ معاشرے میں مجرم بن کر ابھرتا ہے اور انسانی جانوں اور عزت وآبرو اور مال ودولت کے لیے خطرہ بن جاتا ہے۔ اسلام کی عادلانہ شریعت نے فقر وفاقہ کے ازالہ کے لیے اپنی مضبوط بنیادیں استوار کی ہیں، جن سے ہر فرد کو روٹی، کپڑا اور مکان بقدر ضرورت حاصل ہو جائے۔ چنانچہ معذور وعاجز لوگوں کے لیے بیت المال سے ماہوار وظیفہ مقرر کیا اور ایسے قوانین بنائے جن کے ذریعے ایسے شخص کی امداد ہو جو خاندان وافراد کا کفیل ہے اور یتیموں، بیواؤں، اور بوڑھوں کی ایسے طریقے سے دیکھ بھال ہو، جس سے ان کی عزت وکرامت محفوظ رہے۔ پس اگر ان طریقوں کو صحیح طور پر نافذ کر دیا جائے، تو معاشرے میں انحراف اور مجرمانہ ذہنیت کی روک تھام

ہو جائے اور فقر و فاقہ اور محرومی و غربت کی بنیادیں ختم ہو جائیں۔

ب: ماں باپ کے درمیان لڑائی جھگڑا بھی اولاد کی نافرمانی کا ذریعہ ہے

عقل و دانش بھی اس کا تقاضہ کرتی ہے کہ آپس میں میل جول اور پیار و محبت کے لیے خاندانی نظام کو تشکیل دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

☆ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا۔ تمہیں جوڑے بنایا تا کہ تم سکون اختیار کرو۔ (روم)

اس لیے میاں بیوی کو گھریلو نظام درست چلانے کے لیے اختلافات پر کنٹرول رکھنا چاہیے تا کہ اولاد پر اچھے اثرات پڑیں، کیونکہ بچے میں انحراف پیدا کرنے کا، ایک سبب ماں باپ کا باہمی نزاع و اختلاف بھی ہے۔ چنانچہ جب بچہ گھر میں آنکھیں کھولتا ہے اور لڑائی جھگڑا دیکھتا ہے تو لازمی طور پر وہ گھر سے دور ہونا چاہتا ہے تا کہ من پسند دوستوں کے ساتھ وقت گزارے۔ یہ دوست اکثر گھٹیا قسم کے ہوتے ہیں اس لیے وہ بچہ ان کے ساتھ رہ کر ان کے گندے اخلاق اپناتا چلا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے دین سے منحرف اور مجرم بن جاتا ہے، اس لیے اسلام نے اپنے پُر حکمت اصول کے ذریعے نکاح کے خواہشمند مرد کو بیوی کے انتخاب میں صحیح راستہ متعین کر دیا ہے، اسی طرح لڑکی کے اولیاء کو اس کے شوہر کے انتخاب میں صحیح رہنمائی فرمادی ہے جس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ میاں بیوی میں محبت والفت کی فضا پیدا ہو، تا کہ بچہ اس فضا میں پرورش پائے اور خاندان کے لیے نیک نامی کا سبب بنے۔

ج: طلاق کے نتیجے میں پیدا ہونے والا فقر و فاقہ

بچے کے انحراف کا سبب طلاق کے بعد پیدا ہونے والے حالات بھی ہیں۔ اس لیے کہ بچہ جب دنیا میں آنکھ کھولتا ہے اور اس پر شفقت کرنے والی ماں اور نگرانی کرنے والا باپ نہیں ہوتا تو لازمی طور پر احساس محرومی اسے برائیوں کی طرف لے جاتا ہے اور یہ صورت حال اس وقت مزید خراب ہو جاتی

Marfat.com

ہے جبکہ مطلقہ عورت دوسرا خاوند کر لیتی ہے تو عام طور پر اولاد خراب اور ضائع ہو جاتی ہے۔

طلاق کے بعد اس پریشانی کو ماں کی غربت اور بھی پیچیدہ بنا دیتی ہے، اس لیے کہ ایسی صورتِ حال میں مطلقہ عورت، کام کاج کرنے کے لیے گھر سے نکلنے پر مجبور ہوتی ہے، لہٰذا وہ گھر کو چھوڑ کر کام کرنے چلی جاتی ہے اور چھوٹے بچے بے یار و مددگار ادھر ادھر پھرتے ہیں اور حوادثِ ایام اور شب و روز کے فتنے ان کو کھلونا بنا لیتے ہیں، نہ کوئی ان کی دیکھ بھال کرنے والا ہوتا ہے نہ نگہداشت کرنے والا۔ اب آپ ہی بتلایئے کہ ایسی اولاد سے آپ کیا توقع رکھتے ہیں، جنہیں نہ باپ کی محبت میسر نہ اس کی نگرانی و نگہداشت نہ ماں کا پیار ملا ہو نہ اس کی توجہ اور ہمدردیاں؟ پس ایسی صورت میں ان سے آوارگی اور خراب ہونے کی ہی توقع کی جا سکتی ہے، کسی خیر و صلاح کی نہیں۔

اس لیے اسلام نے اپنے بنیادی احکام میں میاں بیوی میں سے ہر ایک کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے اپنے فرائض و واجبات کو پورا کرے اور ایک دوسرے کے حقوق کو پوری طرح ادا کرے، تا کہ ایسی صورت حال پیدا نہ ہو، جس کا انجام کار بُرا اور قابل ملامت ہو۔

د: لڑکوں اور لڑکیوں کا بیکار رہنا

فراغت اور بے کاری قوموں کے زوال کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ والدین اپنی اولاد کو پیار و محبت سے مصروف رکھیں، تو دونوں کا مفاد اسی میں ہے۔ کیونکہ بچوں کے انحراف کا ایک سبب ان کی فراغت و بیکاری بھی ہے اس لیے کہ یہ کھلی حقیقت ہے کہ بچہ ہر وقت متحرک رہتا ہے، کبھی اپنے ہمعصروں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف رہتا ہے اور کبھی ورزش وغیرہ میں مشغول رہتا ہے، اس لیے تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں، یعنی ان کے فارغ وقت کو ایسے کاموں میں لگائیں جو ان کے جسم کے لیے مفید ہوں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر بچے گندے ساتھیوں کے ساتھ ملیں جلیں گے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان میں بھی ان کی سی عادتیں اور خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔

خصوصاً نماز کا بچوں کو عادی بنانا چاہیے، جو اسلام کا ستون ہے، اس لیے کہ نماز میں بیشمار

Marfat.com

روحانی وجسمانی فائدے ہیں۔

نیز اسلام نے بچوں کو تعلیم وتحقیق میں بلند سوچ جنگ کے طریقے، شہسواری،، تیرنا، چھلانگ لگانا، کشتی لڑنا اور پچھاڑنے کا فن سیکھنے اور جہاد کے لیے تیار رہنے کا حکم دیا، اس لیے بچے کی اس جانب رہنمائی کریں تاکہ وہ اپنے فارغ وقت کو پر مغز بنائے اور وقت کو ضائع نہ کرے۔اسی طرح بچی۔

ہ: بری صحبت اور برے ساتھی

صحبتِ صالح پر اسلام نے اسی وجہ سے زور دیا ہے کہ اس کے اثرات قلب ودماغ پر پڑتے ہیں اسی طرح بری ہمنشینی اپنا اثر کیے بغیر نہیں رہتی کیونکہ بچوں کو بگاڑنے اور خراب کرنے کا سب سے بڑا سبب بری صحبت اور بدکردار ساتھی ہوتے ہیں۔ خاص طور سے اگر بچہ سیدھا اور بھولا بھالا ہو تو بری عادات کو بہت جلد جذب کر لیتا ہے۔ اس لیے اسلام نے تربیت کرنے والوں اور والدین کی توجہ اس طرف مرکوز کردی کہ وہ اپنی اولاد کی مکمل نگرانی کریں، تاکہ ان کو معلوم ہو کہ بچے کس کے ساتھ رہتے ہیں اور کہاں صبح وشام گزارتے ہیں۔۔۔۔۔؟

اور اسلام نے اس طرف بھی رہنمائی کی ہے کہ اولاد کے لیے نیک اور اچھے ساتھیوں کا انتخاب کریں تاکہ ان پر اچھے اخلاق کا اثر ہو۔ ٹی وی وغیرہ کے پروگرامز میں جتنے کردار ہمیں آنکھوں سے نظر آتے ہیں ان تمام کا اثر ہمارے دل ودماغ پر خاص طور پر بچوں کے ناپختہ ذہنوں پر بھی پڑتا ہے۔اس لیے پرہیز بہتر ہے۔

ز: بچوں کا جنس اور جرائم پر مشتمل فلمیں دیکھنا

بچوں کے خراب ہونے کا سب سے بڑا ذریعہ جوان کو بدکرداری اور بداخلاقی کا عادی بناتا ہے وہ ہے سینما فلمیں اور ٹیلویژن پر پولیس کی کاروائیاں اور حیا سوز مناظر سے پُر فلمیں اور گندے مناظر، اسی طرح وہ رسالے اور کتابیں جو مخرب اخلاق جنسی واقعات اور کہانیوں اور شہوت انگیز قصوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان سب کا مقصد اور غرض شہوت کو بھڑکانا اور انحراف وجرم پر آمادہ اور جری کرنا ہوتا ہے۔ ان سے تو بڑوں کے اخلاق بھی خراب ہوتے ہیں۔ چنانچہ بچے اور بلوغ کی عمر

کو پہنچنے والے ناسمجھ لڑکے اس سے جلد اور بہت زیادہ اثر لیتے ہیں، اس عام ابتلا کی بنا پر بچوں میں بے حد خرابیاں اور بداخلاقیاں رونما ہو رہی ہیں۔ اس لیے نظام تربیت کی بنیادی باتوں میں سے یہ ہے کہ بچوں کو ایسی چیزوں سے بچایا جائے۔

و: بچے کے ساتھ والدین کا نامناسب برتاؤ

علمائے تربیت کا تقریباً اس بات پر اتفاق ہوا ہے کہ والدین اور تربیت کرنے والے حضرات اگر بچے کے ساتھ سخت یا ترش رویہ اختیار کریں گے اور اس کی تحقیر و تذلیل کرتے رہیں گے تو اس کا ردعمل اس کی عادات و اخلاق میں ظاہر ہوگا اور ممکن ہے کہ نوبت خودکشی یا والدین کے ساتھ لڑائی جھگڑے اور قتل تک پہنچ جائے یا گھر سے وہ اس لیے بھاگ جائے کہ ظالمانہ سختی اور مار پیٹ کی اذیت سے بچ جائے، پھر اس کے اندر جو بگاڑ اور فساد بھی پیدا ہو جائے کم ہے۔ (اس موضوع پر پہلے گفتگو ہو چکی ہے۔)

ح: معاشرہ میں بے کاری و بے روزگاری

تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ کی تعلیم تمام امور میں کارفرما ہوتی ہے اور اسی وجہ سے وہ بہت ضروری ہے۔ لیکن والدین کے لیے یہ ضروری ہے کہ اللہ پر بھروسہ کے ساتھ روزگار اور گزرانِ معاش کی پوری فکر کریں، کیونکہ بچے کے خراب ہونے کے اسباب میں بے کاری و بے روزگاری کا ہونا بھی ہے۔ اس لیے کہ ایسی صورت میں پورا خاندان تباہ و برباد اور تتر بتر ہو جائے گا اور بچے لازمی طور پر بے راہ روی اور مجرمانہ طبیعتوں کی طرف مائل ہوں گے۔ چنانچہ اسلام نے اس کے لیے علاج کے دو طریقے تجویز فرمائے ہیں:

الف: حکومت پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کے لیے کسب و کمائی کے راستے اور اسباب مہیا کرے۔

ب: معاشرے اور قوم پر اس وقت تک اس کی امداد لازم کر دی جب تک وہ کام کاج نہ پالے۔

بے کار شخص جب تک کام کاج نہ پالے اور برسرِ روزگار نہ ہو جائے، اس وقت تک اس کی امداد لازم ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''جو شخص مالدار کے اردگرد ہوتے ہوئے بھی ان کی بے توجہی کی وجہ سے مر جائے تو مالداروں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ بری ہو گیا۔ (فضائل صدقات)

ہاں اسلام نے اس بے روزگاری پر نکیر کی ہے جو سستی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور ایسا کرنے والوں کی کڑی نگرانی کرنے کا کہا ہے اور حکومت اسلامیہ ایسے لوگوں کا محاسبہ کرتی ہے۔ لیکن حکومت وقت اعلیٰ پیمانے پر اس کا انتظام نہ بھی کر سکے تو بھی والدین اس کے مکمل پابند ہیں کہ اپنی اولاد کے روزگار کی فکر کریں۔

ی: یتیم ہونا کوئی عیب نہیں ہے، اگر۔۔۔۔

ہمارے ایک ماہر تعلیم منظم کی رائے ہے: کہ اپنی پوری سروس میں جتنے بچے اور بچیاں اپنے متعلقہ اداروں میں داخل کی ہیں، ان میں وہ بچے اور بچیاں خاص توجہ کے لائق ہوتے ہیں یا بعض اوقات پریشان کن حد تک ان پر توجہ دینی پڑتی ہے جن کے والدین سر سے اٹھ چکے ہوتے ہیں۔ والدین و اساتذہ کی راہنمائی کے لیے عرض ہے کہ: ہم اس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ انحراف اور خرابی کے اسباب میں بچے کا یتیم ہو جانا بھی ہے، اس لیے کہ یتیم بچہ اگر اپنے سر پر شفقت کرنے والا ہاتھ اور رحم کرنے والا دل نہ پائے گا تو وہ بتدریج دین سے انحراف کی طرف بڑھتا رہے گا اور پھر آگے چل کر امت کے شیرازہ کو بکھیرنے اور اس کی عمارت کو ڈھانے اور اس کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور قوم کے افراد میں آوارگی، بدی اور انتشار پھیلانے کا سبب بنے گا۔ ایسے بچوں پر یا تو ظلم ہے کہ ان پر کوئی توجہ نہیں یا زیادہ پیار کہ برائی سے روکنے کو پیار کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے اسلام نے (جو ابدی دین ہے) یتیموں کی کفالت کرنے والوں کو حکم دیا ہے کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اور بذاتِ خود ان کی نگرانی اور تربیت کریں، تاکہ وہ اچھی تربیت حاصل کریں اور ان میں اچھے اخلاق پیدا ہوں۔ چنانچہ یتیم بچے کی دیکھ بھال اور اس سے شفقت، محبت، پیار الفت کے سلسلے میں بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں جو معروف و مشہور ہیں۔ اگر یتیم کے رشتہ دار غریب ہوں اور یتیم بچوں کی کفالت سے معذور ہوں تو حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ ان کی کفالت کرے اور دیکھ بھال کی ذمہ داری سنبھالے اور ان کی تربیت کرے تاکہ وہ آوارگی سے بچیں اور خراب ہونے

Marfat.com

سے محفوظ رہیں۔

پس بچوں کے انحراف اور خراب ہونے کے یہ اہم بنیادی اسباب وعوامل ہیں جو نہایت گہرے اثرات کے حامل ہوئے ہیں۔ اس لیے اگر بچوں کی تربیت کے ذمہ دار افراد نے ان کو نظر انداز کیا اور اپنے فرائض سے غفلت برتی تو آئندہ قیادت اور امامت کا منصب پانے والے بچے اپنی راہ سے بھٹک جائیں گے اور ہر قسم کی بے حیائی اور گمراہی کو اختیار کریں گے اور پھر ان کو راہ راست پر لانا نہایت دشوار ہو جائے گا۔

باب نمبر 7

جرائم سے بچاؤ

❁ جھوٹ۔ چوری۔ جرم۔ اور جھگڑے، بچوں سے لے کر بڑوں سب ہی میں پائے جاتے ہیں

❁ سمجھدار والدین اساتذہ تربیت کے دوران ان جرائم کی صرف سزاؤں پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ اسباب اوران کے علاج کے لیے غوروخوض اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔

❁ بچہ بھگوڑا ہے یا آوارہ گرد، پھسڈی ہے یا معذور، بحرحال ان بیماریوں پر گرفت اتنی آسان نہیں ہے...... تو...... زیادہ مشکل بھی نہیں ہے۔ ذرا توجہ اور اپنے اعمال واخلاق میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔

آئندہ صفحات انشاءاللہ آپ کی بہتر راہنمائی کریں گے۔

بچوں کو سمجھنے کی کوشش کیجئے!

ابتدا میں ہر عادت خواہ وہ اچھی ہو یا بری بہر حال کمزور ہوتی ہے وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اچھی یا بری صلاحیتیں پروان چڑھتی رہتی ہیں والدین کا فرض ہے بچپن ہی سے اچھی عادات پر بچے کی حوصلہ افزائی اور بری عادات پر چھٹکارے کی تدابیر کرتے رہیں۔ آج کا بچہ کل کا شہری ہے۔ یہ موجد بھی ہے اور آرٹسٹ بھی۔ سائنسدان بھی ہے اور تاریخ دان بھی۔ عالم فاضل بھی ہے اور تاجر بھی۔ ادیب بھی ہے اور پیشہ ور بھی۔ بڑھئی، مکینک بھی ہے اور انجینئر بھی۔ وہ اپنے ہر معیار، کام، حالت اور معاشرتی حیثیت میں ایک قلبی سکون کا حامل مطمئن شہری ہو سکتا ہے جو کہ گہرے قلبی اطمینان وانہماک سے اپنے منفرد کام میں مصروف اور گہرا ڈوب کر جذب ہو سکتا ہے اور اپنی طبع سے موزوں پیشوں میں بھی کمال فن پیش کر سکتا ہے۔

آسائشوں سے معمور زندگی میں بھی بچہ مضطرب ہو سکتا ہے۔ وہ ناکام ہو سکتا ہے، جھگڑالو اور نالائق ہو سکتا ہے۔ وہ قسم قسم کی بگڑی عادات کو پیش کر سکتا ہے۔ امیر، عالی نسب اور تعلیم یافتہ گھرانوں کے بچے کئی دفعہ چوراچکے اور قسم قسم کی غلط کاریوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ یہ بات یاد رکھیں کہ

''کوئی بچہ بگڑا ہوا پیدا نہیں ہوتا، نیکی امر فطرت ہے۔''

بچے کے بگڑنے کی ذمہ داری ماحول اور اس کے نگرانوں پر عائد ہوتی ہے۔ ماحول کے تاثرات اس کے وجود کی گہرائیوں میں موجود قوتوں سے بے آہنگ رابطہ قائم کرتے ہیں۔ بگڑا بچہ درحقیقت فطرت کے تقاضوں سے محروم ہے۔ اس کا نفس قدرتی تقاضوں سے محروم ہے۔ یہ تقاضے اس کی ہمہ گیر نشوونما اور اعلیٰ اخلاق کی تشکیل کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ وہ ان محرومیوں کا اظہار اپنے مختلف قسم کے بگڑے کردار کے ذریعے کرتا ہے۔ پرورش کرنے والے والدین اور تربیت و تعلیم دینے والے اساتذہ مکمل طور پر ذمہ دار ہیں کہ بچہ مضطرب اور بگڑا ہوا ہے یا ہر حال اور ہر مشکل میں مطمئن رہنے کا اہل ہے۔

Marfat.com

وہ ہر قسم کے لمحے میں کامیابی و ناکامی میں اپنا قلبی سکون قائم رکھ سکتا ہے۔

وہ اپنی منفرد قوتوں کے ارتقاء کے لیے مسلسل اور پرعزم جدوجہد میں مصروف رہتا ہے اور اپنی قوتوں کے رابطے سے جو بھی کامیابی حاصل ہوتی ہے، اس پر کلمہ شکر ادا کرتا ہے۔

اور مزید ارتقاء کا ولولہ لے کر اپنی انفرادی قوتوں کے مزید فروغ میں گہرے طور پر مصروف اور جذب ہو جاتا ہے۔

مضطرب بچے کی عادت سے فائدہ اٹھایئے!

اللہ تعالیٰ نے غصے کو ناپسند فرمایا ہے تاہم یہ عادت کسی امر شرعی کے تابع ہو تو فائدے سے خالی بھی نہیں ہوتی غصہ رکھنے والے بچے بعض اوقات بڑے اصول پسند ہوتے ہیں اپنے فرائض کی تکمیل بھی ضروری سمجھتے ہیں۔

بہر حال! بعض اوقات ایک بچہ بہت غصیلہ ہوتا ہے۔ بہت جلد طیش میں آ جاتا ہے۔ ایسے بچے بہت اداس اور دکھی بچے ہیں۔ ان کو شفقت، تحفظ و اعتماد میسر نہیں۔ ان کو فطری خوشی میسر نہیں، ان کو اپنا ماحول مخالف نظر آتا ہے۔ وہ مخاصمت سے خود بھی معمور ہو جاتے ہیں اور دنیا میں اپنا مقام متعین بھی کرنا چاہتے ہیں۔ طوفانی غصے کے ذریعے اپنے وجود کے موجود ہونے کا احساس بھی دلانا چاہتے ہیں۔ وہ اسی دفاعی پوزیشن کی وجہ سے ماحول سے جدا ہو جاتے ہیں۔ ان کے گہرے جذبات میں مسائل ہیں، جن کا حل وہ نہیں جانتے۔ جذبات کی گہرائیوں میں سیری کے متقاضی نفسیاتی تقاضے اور محرومی کا احساس وہ اضطراب پیدا کرتا ہے، جس کا اظہار وہ اپنے غصے اور طیش میں کرتے ہیں، مشتعل افعال کے ذریعے وہ اپنی نفسیاتی ضرورتوں کی تسکین بھی کرنا چاہتے ہیں اور ان رکاوٹوں کا مقابلہ کرنا بھی، جو ان کے نفس کو محرومی کا شکار کر رہی ہیں۔ وہ اپنی حقیقت کا ارتقاء کر کے ماحول سے اپنا لوہا منوانا چاہتا ہے۔

مضطرب بچوں کے غصے اور طیش کو سمجھنا چاہیے۔ اس کی وجہ کا تعین کرنا چاہیے۔ اس کے محرکات کو تحلیل کرنا چاہیے۔ غصہ اور طیش نفسیاتی بیماریاں ہیں۔ ان کا نفسیاتی علاج کرنا چاہیے۔ بچے کی محرومی، طیش کا پیدا ہونا، بالغ افراد کا تشدد مزید نفسیاتی اور کرداری پیچیدگیوں کا اظہار ہونا

Marfat.com

ایک عمل وردعمل کا دائرہ ہے۔اس دائرے کوتوڑنے کے لیے بچے کی عزت کی جائے۔شفقت و تحفظ پیش کیا جائے کہ وہ آزادانہ، بلا جھجک اپنے خیالات واحساسات کا اظہار کرے۔اسے کھیل اور تخلیقی مشغلوں کی جانب راغب کیا جائے،تا کہ وہ اپنے جذباتی اضطراب اور تضادات کا اظہار کر سکے۔ایسے بچوں کو وہ مواقع دیں کہ وہ اپنے جذبات کوسکون، اور اپنے بچگانہ مشاغل خود حاصل کریں۔وہ اپنے مسائل کے بارے میں بصیرت حاصل کر کے ان کو دور کریں۔ بچے کتنے ہی مضطرب اور غصیلے کیوں نہ ہوں، بہت ہی جلد اور پورے دل سے اس ہمدرد کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، جس کو وہ مخلص اور خیرخواہ پاتے ہیں۔ بچے میں اخلاص پہچاننے کے لیے بہت تیز اور خصوصی حس ہوتی ہے۔ جب کوئی مخلص ان سے پیار محبت سے پیش آئے تو یہ اس سے تعاون کرتے ہی ہیں، ساتھ ہی اس پر مکمل اعتماد بھی کرتے ہیں اور بلا جھجک اپنے گہرے جذبات کا اظہار کر کے اسے اپنے گہرے رازوں میں شریک کر لیتے ہیں۔

جھگڑالو بچے کو اللہ کی نافرمانی سے بچانا ہے

ہمارے خالق و مالک فرماتے ہیں وَ لَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا۔تم جھگڑا نہ کرو پھسل جاؤ گے!

(سورۂ اعراف)

جھگڑالو بچے پر ہم نے اس حکم الٰہی کے پورے کرنے کے لیے اور اسے حکم الٰہی کی نافرمانی کی پاداش سے بچانے کے لیے جھگڑے کی عادت سے بچانا ہے۔

والدین واساتذہ!

یہ بچہ اپنے بچپنے کی وجہ سے اگرچہ آج تو نافرمان شمار نہیں ہو رہا لیکن یہ عادت جوان ہوگئی تو اس سے بڑے دینی و دنیاوی نقصانات ہو سکتے ہیں۔ بچے آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں مار پیٹ کرتے ہیں گالی گلوچ کرتے ہیں۔معمولی معمولی باتوں پر اتنا لڑتے ہیں کہ ایک دوسرے کو زخمی تک کر دیتے ہیں۔ بچے اپنی قیمتی تخلیقی قوتوں کو جھگڑوں میں شامل کر کے ناکارہ کر لیتے ہیں۔ والدین اور اساتذہ نالاں رہتے ہیں کہ بچے پڑھتے نہیں اور ہر وقت جھگڑتے ہیں، ماحول وفضا

مکدر رکھتے ہیں۔ یہ جھگڑے دیہاتوں پس ماندہ آبادیوں یا گلی محلوں تک محدود نہیں، بلکہ ہر طبقے کے بچوں میں پائے جاتے ہیں آخر کیوں؟

نیکی امرِ فطرت ہے۔ مشرق و مغرب کے تمام فلاسفر اس مقولے پر متفق ہیں۔

امام غزالیؒ علامہ ابن خلدونؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، شاہ ولی اللہؒ، فروبل، روسو، پسٹا نوری نے بھی یہی خیال پیش کیا ہے۔ ان جھگڑوں کی وجہ سے بچے کے داخلی وجود میں گہرا اضطراب ہے۔

جھگڑنے کی وجوہات

پسٹا نوری نے کہا ہے کہ ہر بچے کے اندر دو امکانات ہیں ایک نیک متوازن شخصیت کا بچہ جو کہ گہرے سکون و قلبی اطمینان سے اپنی منفرد تخلیقی قوتوں کو استعمال کر کے تخلیقی عمل میں مصروف ہو سکتا ہے۔ دوسرا بچہ وہ جو کہ مضطرب ہے، بے اطمینان ہے اور ہر وقت تخریبی عمل کے ذریعے انتشار پیدا کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ وہ قوتِ برداشت کھو بیٹھتا ہے۔ معمولی باتوں پر مشتعل ہو کر لڑنا شروع کر دیتا ہے۔ اس بیماری کی کئی وجوہات ہیں۔

عمروں کا اختلاف، قد کا فرق، طاقت کا فرق، ذہانت کا فرق، خوبصورتی و بدصورتی کا فرق، حسد، ناممکن توقعات، کام کا قدرتی رجحان کے مطابق نہ ہونا، انصاف کا فقدان، جسمانی عیب، اور کبھی ٹی وی اور دیگر مجالس میں غصے کے مناظر دیکھ کر یہ بچہ لڑاکا بن جاتا ہے، دولت و غربت کا میل، دیہات و شہری کا فرق، پس ماندہ و ترقی یافتہ طبقے کا میل، گھر میں سلوکی اور پرائے گھروں میں پرورش ایسی وجوہات ہیں جو بچوں کو لڑاکا بناتی ہیں اور ان کی شخصیت میں توڑ پھوڑ کر کے انہیں تخریبی مزاج دیتی ہے۔

جذبۂ اختلاف بچے کے اندر ہے۔ مختلف تاثرات کی وجہ سے یہ جذباتی اضطراب پیدا ہوا اور اسی سے ایک ناپسندیدہ کیفیت پیدا ہوگئی۔ اسی لیے جھگڑوں کا حل قدروں کی نشوونما میں ہے۔

لڑاکے پن کا علاج

ہر بچے کی شخصیت اعلیٰ قدروں کی بنیاد پر استوار ہوتا ہے کہ وہ عمل ہی پیدا نہ ہو جو کہ جذباتی انتشار وانتظام کو پیدا کرتا اور ارتقاء بخشتا ہے۔ بچوں میں مذہب کی تعلیم کو مقبول کیا جائے جس سے عمل صالح پیدا ہو۔ ضبط نفس پرورش پائے اور اسے پختگی بھی حاصل ہو۔ مذہب کی تعلیم کے ذریعے بچوں میں خدمت خلق کا جذبہ پیدا کیا جائے، عاقبت کا شوق نشوونما پائے۔ انکساری پیدا ہو، اسلامی قدروں کے ذریعے اخوت، یگانگت خلوص یکجہتی اور اتحاد کی اہمیت کے بارے میں بصیرت حاصل ہو۔

والدین اور اساتذہ کا فرض ہے کہ ہر بچے کو شفقت اور احساس تحفظ دیں۔ تحسین وتوجہ دیں، مناسب موقع پر مرکزیت دیں۔ تحسین جائز ہو، صداقت وحقیقت پر استوار ہو، بچہ جیسا بھی ہو، جو بھی وہ کر سکے جس معیار کا بھی وہ کر سکے تحسین اسی کے مطابق ہو۔ ہر بچے کو کام کے مواقع مہیا کیے جائیں۔ کام طبعی رجحان، قدرتی دلچسپیوں اور قدرتی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے والا ہو۔ ان کے کام کا اعتراف حقیقت پر مبنی ہو۔ ان کا استحسان انصاف پر ہو۔ بچے کی مشکلات کو اس کی آنکھوں میں بیٹھ کر دیکھا جائے۔ اس کے جذبات میں ڈوب کر ان کو جانچا جائے۔ بچے کو اظہار کی گہری آزادی ہو۔ بچے میں خود شناسی اور حقیقت شناسی کی اہلیت پیدا کی جائے۔ وہ اپنے مقدور کو پہچانے، اپنی کمزوریوں کو پہچان کر اعتراف کرے۔ اس کے وجود کی قوتوں میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔

انسان نے اس وقت قابل تحسین کام پیش کیے جب اس کے جذبات میں گہرا سکون پیدا ہوا۔

بچے کو درست سمت دیجئے!

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے الغضب مِنَ النّار کہ غصہ تو آگ سے ہے، بعض ماؤں کو دیکھا ہے بچے کی غصے والی عادت کو بڑے خوش ہو کر بیان کرتی ہیں بچہ بھی اگر سن لے تو اس پر بہت برا اثر پڑتا ہے وہ اسے اپنا کمال شمار کرتا ہے اور غصہ اس کی عادت ہو جاتی ہے ہر عمل ماحول کے

محرکات سے پیدا ہوتا ہے۔ بچہ فطرتاً دو امکان لے کر پیدا ہوتا ہے۔ ایک مطمئن طبیعت، متوازن عمل، فرمانبردار، مخلص، وفادار اور اپنے اندر محبت کا بے پناہ سمندر لیے ہوئے ہے۔ اس جذبے کے تحت اس سے ہر قسم کا کام کروایا جا سکتا ہے۔

عمل کا دوسرا امکان جھگڑالو بچہ ہے۔ یہ سارا وقت غصے کی توپ بنا رہتا ہے۔ ہمہ وقت سب سے لڑتا جھگڑتا ہے۔ زور زور سے بولتا ہے، دہاڑتا ہے، گالیاں دیتا ہے چیزیں توڑ دیتا ہے۔ خواہ وہ ضرورت کی ہوں، قیمتی ہوں اس کا غصہ اس کو وقتی طور پر نیم پاگل کر دیتا ہے۔

یہ غصیلی حالت اور تمام تخریبی عمل ماحول کے محرکات سے پیدا ہوتا ہے۔ جب ماحول کے اثرات فرد کے اندر سوئی ہوئی عمل کی قوتوں سے بے آہنگ ہو جاتے ہیں تو تمام شخصیت میں جذباتی انتشار راہ پا جاتا ہے۔ یہ مضطرب انسان مشتعل عمل، انتقام سے معمور عمل اور فنا کی حدوں کو چھوتا ہوا انتقامی عمل پیش کرتا ہے۔ وہ غصے سے بھرا ہوا ہر معیار کا تخریبی و انتقامی عمل کرتا ہے۔

ہر انسان میں فطرت ہے۔ ہر بچہ کی ہمہ گیر نشو و نما اور صحت مند نفسیاتی نشو و نما کے لیے ان فطری تقاضوں کی تسکین ناگزیر ہے، یہ فطری تقاضے جسمانی بھی ہیں اور نفسیاتی بھی۔ جس وقت ماحول ان فطری تقاضوں کی تسکین نہیں کرتا تو انسانی فطرت مشتعل ہو کر غصیلا، تخریبی اور انتقامی عمل پیش کرتی ہے۔

انسان کے کچھ فطری جسمانی تقاضے ہوتے ہیں۔ سب سے اول خوراک ہے۔ بچے کو خوراک نہ دی جائے تو وہ فاقے سے مشتعل عمل پیش کرے گا۔ جب خوراک تھوڑی ہو، اچھی نہ ہو، بچی ہوئی، باسی کسی دوسرے بچے کی جھوٹی، ، اچھی نہ پکی ہوئی، بدمزہ ہو یا اس میں تنوع نہ ہو، کسی بچے کو زیادہ لذیذ دی جائے اور کسی کو ہلکی اور سستی قسم کی، شفقت سے نہ دی جائے، جہاں بیٹھ کر بچہ خوارک کھائے وہ جگہ صاف ستھری نہ ہو تو بھی بچہ ناراض ہو جاتا ہے اور اس کے اندر غصیلا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔

غصے کو درست کرنے کے لیے کچھ کامیاب تجربات

① بچے کو کھانے کے دوران خوشگوار لمحات دیئے جائیں۔ اور اس کو ایسی محفلوں، ٹی وی کے

ایسے پروگراموں سے بچایا جائے جن میں غصے پر عمل کر لینے کے مناظر دکھائے جاتے ہیں۔

② نفسیاتی صحت سے کھانے کے آداب کا رابطہ ہونا ضروری ہے۔

③ جس قدر ممکن ہو ماں بچے سے محبت کا اظہار کرے اور اسے اپنے ہاتھ سے خوراک کھلائے۔

④ کھانے میں صفائی اور سجاوٹ کا خیال رکھا جائے۔

⑤ کھانے میں بچے پر نہ ہی زیادہ سختی کی جائے اور نہ ہی زیادہ محبت دی جائے بلکہ اعتدال کی راہ اپنائی جائے۔

⑥ بچوں میں کھانے پر بے انصافی نہ کی جائے۔

⑦ بیماری میں بچے کو زیادہ محبت اور خیال سے خوراک دی جائے۔

⑧ والدین بچے کو شفقت واحساس کا تحفظ دیں۔ اسکول میں مضامین کے انتخاب کے وقت بچے کی قدرتی دلچسپیوں، رجحانات، صلاحیتوں اور طبع کی موزونیت کو مدنظر رکھیں۔ ناممکن توقعات سے گریز کریں۔ خصوصی اوصاف کو عمل کا موقع دیں۔ اسکول میں استاد کا طرز عمل مخلص ہو، شفقت سے بھرا ہو، تحسین آمیز و حوصلہ افزا ہو۔ بچہ جیسا بھی ہے جو کچھ بھی کر سکتا ہے، اسی کے حوالے سے اس کی عزت کی جائے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو بچہ غفلت، بے نیازی سرد مہری و محرومی میں ڈوب کر غصیلہ ہو جائے گا۔

⑨ والدین و اساتذہ کو یاد رکھنا چاہیے کہ بچہ جب بھی غصے میں آئے، وہ ناخوش ہے، فطرت کے نفسیاتی تقاضے سے محروم ہے۔ اس کی تحلیل کی جائے، تشخیص کی جائے۔ جس طرح لرزہ سے ملیریا چڑھتا ہے، انفلوئنزا میں کھانسی، زکام و بخار ہوتا ہے، بالکل اسی طرح اگر فطرت کے تقاضوں کی تسکین نہ ہو تو بچے کو غصہ آتا ہے۔ غصہ نفسیاتی بیماری ہے۔ شفقت وہ مجرب دوا ہے جو کہ غصے کو ٹھنڈا کر دیتی ہے اور آزادی کے پُرمسرت لمحوں کے ذریعے غصے کی گہری جڑیں تحلیل کرنا اور غصہ کی تشخیص کرنا بھی ممکن ہے۔

Marfat.com

چور بچے کی ابھی سے فکر کیجئے!

السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا اَيْدِيَهُمَا (مائدہ)

''چور مرد اور عورت کے ہاتھ کو کاٹ دو!''

اتنی بڑی سزا ہی بتا رہی ہے کہ اللہ کے ہاں یہ عادت بہت بُری ہے، والدین کو چاہیے کہ اللہ کی اس نافرمانی سے بچے کو بچانے کی تدابیر کریں۔ چوری ایک ایسا عمل ہے جس میں ایک بچہ کسی کی چیز کو بغیر بتلائے اٹھا لیتا ہے اور اپنے استعمال میں لاتا ہے۔ کسی کو اس شے سے محروم کر کے اطمینان بھی کرتا ہے اور اپنی سیری بھی۔ بچہ روپے چراتا ہے، کھلونے چراتا ہے، کپڑے اور جوتیاں چراتا ہے، مٹھائی چراتا ہے۔ تصویریں چراتا ہے، کتابیں چراتا ہے، گیند بلا، وغیرہ مطلب، ہر وہ چیز جس میں اسے دلچسپی ہے، جو اس کو میسر نہیں ہو سکتی، وہ کسی کی چرا کر اپنی محرومی کو ''سیری'' میں تبدیل کر لیتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بچہ چوری کیوں کرتا ہے؟

بچہ جن مرغوب اشیا سے محروم ہے ان کو چراتا ہے۔ بچہ ہر وقت نہیں چراتا اور نہ ہی اس کا کوئی وقت مقرر ہے۔ جس وقت کسی چیز کو حاصل کرنے کو دل چاہے، وہ چرا لیتا ہے۔ ایک جبلی جوش کے تحت یکا یک اس کا ضبط نفس چھوٹ جاتا ہے اور وہ جس چیز سے محروم ہے، اس کو حاصل کرنے کے لیے چوری کرتا ہے اور کسی کی چیز اٹھا لیتا ہے، مثلاً وہ روزانہ مٹھائی کے ورق لگے تھال دیکھتا ہے، لیکن ایک دن یکا یک وہ تمام قدریں ٹوٹ جاتی ہیں جو کہ چوری سے منع کرتی ہیں اور وہ اسے چرا کر جلدی جلدی نکلتا اور خوش ہوتا ہے۔ یہ بچہ اللہ اور بندوں کے حقوق کا غاصب کیوں ہو رہا ہے اس پر توجہ کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

بنیادی اسباب اور مجرب علاج

❶ بچہ والدین کو مثال بناتا ہے۔ جن بچوں کے والدین دفتر کی چیزیں یا لوگوں کی چیزیں چرالاتے ہیں، بچہ ان سے یہ عادت سیکھتا ہے۔

❷ بچہ اپنے دوستوں اور ہم عصروں سے اثر قبول کرتا ہے۔

❸ ہمسائے کے اثرات بھی بچے میں چوری کی عادت ڈالتے ہیں۔ اگر ہمسایہ میں کم اخلاقی اقدار کے حامل اور بے ایمان اور چور لوگ ہوں تو بھی بچہ اس گندی عادت کا شکار ہو جاتا ہے۔

❹ سینما اور ڈش وغیرہ فلموں کے اثرات بھی نقصان دہ ہیں۔ ان پر چوری کے مناظر دکھائے جاتے ہیں۔

❺ اگر اساتذہ بچوں سے تحفے تحائف لینے کے عادی ہیں اور اس سے درس و تدریس میں مراعات دیتے ہیں تو بھی بچہ یہ عادت اپنائے گا۔

❻ بعض اوقات غلط قسم کی کتابیں مثلاً امیر چور، چوروں کا کلب، کروڑ پتی ڈاکو اور پھر نامور ڈاکوؤں اور چوروں کی آپ بیتیاں مثلاً چارلس سوبھراج، پھولن دیوی، محبت خاں ڈاکو، وغیرہ پڑھ کر بھی بچہ بے ساختہ یہ حرکت کر بیٹھتا ہے۔

❼ بعض اوقات نفسیاتی محرومیوں کے ازالے کے لیے بھی بچہ چوری کرتا ہے۔ چوری اس کی عادت بن جاتی ہے، یہ ذہنی بیماری ہے۔

❽ بعض اوقات توجہ، مرکزیت پسندی اور تعیش کے شوق میں بچہ ایسی حرکت کر بیٹھتا ہے۔

❾ بعض بچے چوری بطور تفریح کرتے ہیں۔ بعض کو کتابیں، کہانیاں پڑھنے کا شوق ہوتا ہے۔ پیسے نہ ہونے پر وہ کتابیں چوری کرتے ہیں۔

❿ کچھ بچے قیادت کے شوق میں اور کچھ ذخیرہ اندوزی کی جبلت میں تسکین کے لیے چوری کرتے ہیں۔ کہ بغیر پیسے کے ان کو یہ چیزیں ملنا ممکن نظر نہیں آتیں۔

Marfat.com

چوری سے دور رکھنے کے ذرائع

اس فعل بد سے بچانے کے لیے ہم والدین واساتذہ کی خدمت میں چند مفید مشورے لکھتے ہیں:

① دینی تعلیم وتربیت سے بچے میں اعلیٰ اخلاق اور اقدار پیدا کریں۔

② محروم بچوں کو شفقت واحساس کا تحفظ دیا جائے۔

③ اپنی حقیقت کا اعتراف کرنا سکھایا جائے۔

④ اپنے مقدر پر شاکر رہنے کی اہلیت کی نشوونما کی جائے۔ جو شرعی زندگی کے اصولوں میں سے ہے۔ اور ایسے پروگرامز سے دور رکھا جائے جن سے ناشکری اور احساس کمتری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

⑤ بچوں کی تعلیم وتربیت کا خاص انتظام کیا جائے۔ جو والدین پر فرض ہے۔

⑥ بچوں کی موزوں متوسط کفالت کا بندوبست کیا جائے۔

⑦ اگر ہو سکے تو ایسے بچوں کا علاج نفسیاتی کلینک سے کروایا جائے۔

⑧ ایسے بچوں کے تعلیمی ماحول میں دلچسپی اور عمل کے عنصر کا اضافہ کیا جائے۔

مجرم بچے معاشرے میں شر پھیلاتے ہیں

☆ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (مشکوۃ)

ہم سب کی یہ خواہش ہونی چاہیے کہ ہمارا لخت جگر اس مسلمانی صفت کا حامل ہو۔ اس کے ساتھ لوگوں کی دعائیں ہوں، وہ ایسے کاموں سے بچے جن سے لوگ پریشان ہوتے ہوں۔ چور بچے چھوٹی چھوٹی لغزشوں کے علاوہ بچے کئی قسم کے جرائم بھی کرتے ہیں۔ اپنے یا مقابل جنس کے افراد سے چھیڑ چھاڑ، فحش گوئی اور طرح طرح کی جنسی حرکتیں اور گمراہیاں بچوں کے جنسی جرائم کی چند اقسام ہیں۔ غصے میں آ کر معاشرے سے بغاوت، مار دھاڑ، کشت وخون، خودکشی، بچوں اور

Marfat.com

جانوروں پر تشدد، بدمزاجی کے مظاہرے، بہتان اور افتراء باندھنا، بڑوں کی توہین کرنا، انتقام یا شرارت کی وجہ سے دوسروں کی املاک کو نقصان پہنچانا، آگ لگانا، گداگری، دھوکا دہی، چوری اور نقب زنی، راتیں گھر سے باہر بسر کرنا اور آوارہ گردی کرنا بچوں کے پسندیدہ جرائم کی چند ایک قسمیں ہیں۔

جرائم کے اسباب پر توجہ دیجیے!

کوئی ایک سبب بچوں کے جرائم کا ذمہ دار نہیں، عموماً کئی عناصر مل کر کسی جرم کی وجہ بنتے ہیں۔ بچوں کے جرائم کے رجحانات کے اہم ترین اسباب کون سے ہیں؟ یہ فیصلہ کرنا آسان نہیں۔ مجرم بچوں کی نفسیات پر پروفیسر سل برٹ کی تحقیقات بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکی ہیں۔ جو اس نے اسلامی اصولوں سے اخذ کی ہیں۔ فاضل پروفیسر نے اپنی کتاب ''کم سن مجرم'' میں اہمیت کے اعتبار سے جرم کے اسباب کو یوں ترتیب دیا ہے:

(۱)۔ناقص تربیت۔اسلام کامل تربیت کے لیے والدین اور ماحول کی تربیت کرتا ہے۔

(۲)۔مختلف فطری جبلتوں کی شدت، مثلاً بھوک، جنس، غصہ، ہوس، آوارہ گردی، تجسس، گروہی جبلت وغیرہ۔اسلام ہر خواہش میں اعتدال کا راستہ اپنانے کی رغبت دیتا ہے۔

(۳)۔جذباتی زندگی میں تلون۔اسلام منافقت کے اس لیے خلاف ہے۔

(۴)۔ذہنی الجھنوں کے پیدا کردہ مریضانہ جذباتی حالات۔ اسلام ذہنی الجھنوں کے ذرائع سے بھی بچاتا ہے۔

(۵)۔گناہ اور جرم کی خاندانی روایات۔(اسلام بچوں کی تربیت کے لیے بڑوں کو عملی نمونہ بننے کا کہتا ہے۔)

(۶)۔پھسڈی پن، کند ذہن وغیرہ جیسی ذہنی مجبوریاں۔(ماحول اچھا ہو تو یہ کمزوریاں خوبیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔)

(۷)۔ضرر رساں دلچسپیاں مثلاً تمباکو نوشی، سینما بینی وغیرہ کا غیر معمولی شوق۔

(۸)۔نشوونما سے متعلقہ عناصر مثلاً بلوغت کا ولولہ انگیز دور۔

Marfat.com

(۹)۔ذہنی کمزوری کی خاندانی روایات۔

(۱۰)۔ناسازگار خاندانی حالات: مثلاً، سوتیلی ماں، والدین کی موت یا گھر سے مسلسل غیر حاضری وغیرہ۔

(۱۱)۔خارجی ماحول کے اثرات مثلاً گلی، بازار یا محلے کے آوارہ ساتھی اور مناسب تفریحی سہولتوں کی عام عدم موجودگی۔

(۱۲)۔دیوانگی وغیرہ جیسی ذہنی بیماریوں سے متعلق خاندانی روایات۔

(۱۳)۔جسمانی لاغری سے متعلق خاندانی روایات۔

(۱۴)۔غربت افلاس۔

(۱۵)۔بچے کی اپنی جسمانی ناتوانی۔

الغرض ان وجوہات میں سے کوئی بھی ایسی نہیں ہے جس کا حل قرآن وسنت میں نہ ہو۔ ہماری اس کتاب میں ان مباحث کو جگہ دی گئی ہے۔

جرائم سے بچاؤ کی تدابیر

۱ جرم پسند رجحان والے بچوں کی طرف ابتدا میں مناسب توجہ ہونی چاہیے۔ والدین کو یہ بات کبھی بھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ مدرسے میں داخل ہونے سے پہلے کا زمانہ بچوں کی عمر کا فیصلہ کن دور ہوتا ہے۔ اسی ابتدائی دور میں ان کے اخلاق اور جذباتی کردار کی بنیادیں رکھ دی جاتی ہیں۔ اساتذہ کو مدرسے میں کم سن بچوں کی خصوصی نگرانی رکھنی چاہیے اور نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ جذباتی اور اخلاقی تعلیم وتربیت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ بچے میں غیر معاشرتی مشاغل کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں تو معلم کو ان کی فوری روک تھام کا انتظام کرنا چاہیے۔ یہ کام والدین کے تعاون سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ مکتب کی تعلیم ختم ہونے کے بعد بھی بچے کے معاشرتی مشاغل میں حلال وحرام کی نگہداشت اور اسلامی رہبری کا مناسب انتظام کرتے رہنا چاہیے۔

۲ مجرم بچوں کو پولیس اور عدالت کے سپرد کردینے کے بعد بھی معاشرتی کارکنوں کو اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کی بجائے اس اہم کام میں سرگرمی سے مسلسل حصہ لیتے رہنا چاہیے۔

Marfat.com

۳ محض جرم کی بجائے مجرم کا زیادہ گہرا مطالعہ ہونا چاہیے۔ مجرم کی مختلف خطائیں گنوانے کی بجائے ان کی اسباب ڈھونڈنے میں زیادہ محنت صرف کرنی چاہیے اور محض سزا دینے کی بجائے اس کے بیمار ذہن کا مناسب علاج تجویز کرنا چاہیے۔ مجرم بچے کے ساتھ عادی مجرموں جیسا سلوک کرنا ان کی اصلاح کے لیے زہر کی تاثیر رکھتا ہے۔ مجرم بچوں کو سزا اصلاح کے لیے ملنی چاہیے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کو ہمیں آزادی کے ساتھ ذہنی تربیت کے عمل سے گزرانا چاہیے تاکہ وہ آئندہ اچھے کردار کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔

بھگوڑے اور آوارہ بچے

سیدنا عمر فاروقؓ سب سے اچھے منتظم امیر المومنین تھے رات کو یا دن کو کوئی بچہ آوارہ مل جاتا تو اسے سختی سے گھر رہنے کی تلقین کرتے آوارہ گردی اسلام میں بالکل ناپسند ہے۔ یہ عادت بچپن میں پڑ جاتی ہے۔ بچے فطرتاً گھومنے پھرنے کے شیدائی ہوتے ہیں۔ وہ پرخطر معرکوں میں خاص لطف محسوس کرتے ہیں۔ ایک مبہم سی امنگ انہیں سیر و تفریح، بے مقصد سفر اور عجیب و غریب مہموں کے لیے ہر وقت تیار رکھتی ہے۔ ان ہی جذبات کی رعایت کرتے ہوئے ٹی وی پروگرام ترتیب دیے جاتے ہیں، جو بچوں کو آوارگی کی طرف لے جاتے ہیں۔

جانوروں کی طرح بچوں کی آوارہ گردی کے مخصوص موسم تو نہیں ہوتے مگر اعداد و شمار سے پتا چلتا ہے کہ موسم بہار اور اوائل گرما میں بچے اس شغل میں زیادہ حصہ لیتے ہیں۔

بھگوڑے پن کے اسباب

گھر، سکول اور مدرسے سے بھاگ نکلنے کی عادت کے متعدد اسباب ہوا کرتے ہیں۔ خراب صحت، گھریلو یا سکول اور مدرسے کے نظم و نسق میں ابتری، بازاروں کی رونق کی کشش، نقدی حاصل کر کے طرح طرح کی چیزیں کھانے کی چٹ، مدرسے میں نصاب کا مشکل محسوس ہونا اور معلم کی بے توجہی یا سخت گیری وغیرہ۔ کوئی ایک ہی سبب بچے کو بھگوڑا یا آوارہ نہیں بنا دیتا بلکہ متعدد اسباب مل کر اس رجحان کو تقویت دیتے ہیں۔

Marfat.com

بعض بچے مدرسے اور سکول میں داخل ہونے سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ اس کے بھی متعدد محرکات ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بچہ گھر کا آرام دہ ماحول چھوڑ کر اجنبی فضا میں شریک ہونے سے گریز کر رہا ہو یا اس کے ذہن میں مکتب کا غلط تصور سما گیا ہو۔ ایسے بچے کو اس کی مرضی کے خلاف مدرسے میں زبردستی داخل کرا دینے کا نتیجہ یقیناً یہ ہو گا کہ وہ مدرسے سے بھاگنا شروع کر دے گا اور اگر آپ گھر پر بھی سختی کریں گے تو وہ گھر سے بھاگ کر آوارہ گردی پر مجبور ہو جائے گا۔

بھگوڑوں کا گہرا مطالعہ کر کے ظاہری اور باطنی محرکات کا مفصل جائزہ لینا بہت ضروری ہے۔ مٹر گشتی کی عام اور فطری جبلت سے محروم ہو کر بھاگنا اور کسی ذہنی اضطراب یا الجھن سے تنگ آ کر فرار اختیار کرنا مختلف نوعیت کی حرکتیں ہیں۔ بہت چھوٹے بچے تو عموماً گھر کی بے کیف اور سخت گیر زندگی سے محض وقتی فرار کی وجہ سے بھاگنا شروع کر دیتے ہیں مگر ابتدا ہی میں اس خطرناک رجحان کی مناسب روک تھام نہ کی جائے تو بچے کے عادی بھگوڑا اور مجرم بن جانے کا سخت خدشہ ہے۔

عہد بلوغت اور آوارگی کے ولولے

بلوغت میں اپنا گھر محدود اور دلچسپیوں سے خالی نظر آنے لگتا ہے۔ بڑھتی ہوئی جسمانی قوت ذہن میں نئے نئے ولولے ابھارتی ہے۔ تفریح گاہوں، کھیل کے میدانوں سرسبز کھیتوں، پھل پھول سے مہکتے ہوئے باغوں، ندی نالوں کے کناروں اور پر رونق شاہراہوں پر بے مقصد گھومنے کی امنگیں ستانے لگتی ہیں۔ بارونق بستیاں اور خوشنما گاؤں اپنی طرف بلاتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ مفلس والدین کا بچہ دلچسپ ماحول کی تلاش میں گھر سے بھاگ نکلتا ہے۔ تنگ مکان کے لاتعداد مکینوں سے اکتایا ہوا بچہ کسی قدر مختلف ماحول کی لذتوں سے محفوظ ہونے کے لیے کھلی جگہوں میں بھٹکنے لگتا ہے۔ بے رنگ و بے کیف دیہاتی ماحول سے تنگ آیا ہوا بچہ شہر کے پر لطف ہنگاموں کی طرف بھاگتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان نوعمر بھگوڑوں میں کوئی بے انتہا آوارہ روح پھونک دی گئی ہے جو انہیں نامعلوم منزلوں کی طرف کشاں کشاں لیے جاتی ہے۔ وہ کسی نئی دنیا، کسی نئی مسرت کی تلاش میں سرگرداں دکھائی دیتے ہیں۔

Marfat.com

آوارہ بچوں کا نفسیاتی تجزیہ

معاشرتی اعتبار سے بھگوڑا اور آوارہ گرد بچہ چور بچے سے کم تکلیف دہ ہے مگر اسے سمجھانا ذرا زیادہ مشکل ہے۔ اس کی جرم پسندی کے اسباب لاتعداد ہونے کے علاوہ عموماً بہت پیچیدہ بھی ہوتے ہیں۔ یہاں خارجی اور داخلی عناصر طرح طرح سے مل کر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے بہترین طریقہ یہی ہے کہ اس بچے کے کردار کے مخفی محرکات کو سمجھ کر بھگوڑے پن کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ انسانی تہذیب کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ جہاں ہمارے مادی بندھن بڑھے ہیں، وہاں ہم میں اپنے ماحول کی پیچیدگیوں سے وقتی فرار کی خواہش بھی زور پکڑتی گئی ہے۔ ہم میں اپنی زندگی کے ہر شعبے میں مختار بن جانے کی تڑپ تیز تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ مدرسے اور کارخانے میں بچہ اپنے آپ کو بندھا ہوا محسوس کرتا ہے۔

غیر دلچسپ کام نہ ختم ہونے والے گھنٹے، اساتذہ کی لمبی لمبی تقریریں، اونچی اونچی دیواریں اور سخت بینچ جن پر بیٹھے رہنے سے اس کی بے چینی بڑھتی ہے۔ آزادی کا نہ ہونا اور غلامی ہی غلامی -----۔ بچہ اس بے کیف زندگی کے چنگل سے موقع پاتے ہی بھاگ نکلتا ہے۔ اگر اس کی ابتدائی مشقیں کامیاب رہیں اور اسے مدرسے یا کارخانے سے بھاگ کر سڑکوں پر مٹر گشت کرنے میں مزہ آنے لگے تو وہ اس مشغلے کو مستقل بنا کر عادی بھگوڑا بن جاتا ہے۔

اسی طرح اگر اسے گھر میں آزادی سے سانس لینا نصیب نہ ہوتا ہو، مکان بہت چھوٹا اور رہنے والے بہت زیادہ ہوں، غربت کی وجہ سے معقول غذا میسر نہ آتی ہو، تفریح کا ماحول میسر نہ ہو کھیلنے کے لیے کھلونے وغیرہ دستیاب نہ ہوں، اس خوف سے کہ بچہ گلی کے برے بچوں کی محبت میں آوارہ نہ ہو جائے، ماں اسے گھر کی چار دیواری میں مقید رکھتی ہو، تو بچہ گھر کو بھی قید خانہ سمجھنے لگتا ہے۔ ماں کی غیر حاضری میں گھر سے کھسک جانے کی مشق کرتے کرتے وہ رفتہ رفتہ بالکل آوارہ بن جاتا ہے۔

آوارہ بچے کی اصلاح کے صحیح طریقے

آوارہ گرد بچے کی اصلاح کے لیے اس کی صحت،، ادراک، رجحانات، ذہانت، اخلاق، محلہ ومکتب کے ساتھیوں کا معیار وغیرہ سمجھنے کے علاوہ اس کے گھر اور مدرسے کے نظم ونسق کی نوعیت کا جاننا بھی بہت ضروری ہے۔ بڑے بچوں میں والدین یا معلم سے رنجش اور ہمجولیوں سے پہیم کٹا چھنی بھگوڑا پن، آوارہ گردی اور مجرمانہ کردار کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔

گھر کی افلاس زدہ زندگی، جسمانی نقص، مدرسہ میں اپنی نالائقی وغیرہ سے بچوں میں احساس کمتری پیدا ہو جانا طبعی بات ہے۔ معلم کو نالائق بچوں کی طرف زیادہ اور خصوصی توجہ دینی چاہیے اور مختلف دلچسپ تعلیمی طریقوں سے انہیں باقی جماعت کے معیار کے قریب لانے کے لیے نہایت صبر وتحمل سے مسلسل جدوجہد کرنی چاہیے۔ جماعت کے کمرے میں وہ جس قدر کم جمائیاں لے گا، بھاگ نکلنے کی رغبت اسی قدر کم ہوتی چلی جائے گی۔ گھریلو زندگی کو حتی الوسع خوشگوار بنانے کے لیے والدین کو خوب محنت کرنی چاہیے۔ ہمارے اس مادی دور سے راحت اور سکون ناپید ہوتے چلے جارہے ہیں۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے محدود سرمائے اور قوت کے باوجود بھی بچے کی دلچسپیوں کے زیادہ سے زیادہ سامان مہیا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں تاکہ انہیں اپنا گھر خشک اور ''بے لطف قید خانے'' کی بجائے دلچسپ اور پرمسرت تفریح گاہ معلوم ہو اور گلی، بازاروں کی رنگینیاں بچوں کو پھسلانے میں ناکام رہیں۔

دقیانوسی معلم اور پھسڈی بچے

سکول اور مدارس کی پڑھائی میں عموماً پیچھے رہ جانے والے بچے کو پھسڈی بچہ کہتے ہیں۔ ''پھسڈی پن'' کے بے شمار اسباب ہیں۔ ناسازگار ماحول سب سے بڑی وجہ ہے۔ ماحولی اسباب کو سمجھنا بہت آسان ہے اور مقابلتاً ان کا تدارک بھی اتنا مشکل نہیں۔ مدرسہ، گھر اور محلہ ''ماحولی اسباب'' کے تین بڑے عناصر ہیں جو بچے کو پھسڈی بنانے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

پھسڈی پن کی پہلی نشانی پڑھنے لکھنے میں بے توجہی اور مکتب کی زندگی میں عدم دلچسپی ہے۔

Marfat.com

ممکن ہے مدرسے کا نظام ہی اتنا ناقص ہو کہ بچہ تعلیم سے متنفر ہونے پر مجبور ہو جائے۔

ہمارے اکثر سکولوں اور مدرسوں میں اب بھی دقیانوسی اصولوں اور تعلیم وتدریس کے فرسودہ نظریوں کا دور دورہ ہے۔ اکثر معلم بے انتہا خشک انداز میں پڑھاتے ہیں۔ وہ بات بات پر جھڑکی دینے اور ڈنڈے کا عام استعمال کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ ان معلموں کے پاس تعلیم کا بس ایک طریقہ رہ گیا ہے۔ ننھے طلبہ کے طبعی رجحانوں اور انفرادی میلانات سے بالکل بے نیاز ہو کر وہ لٹھ بازی ہی کو تعلیم کا بہترین اسلوب سمجھتے ہیں۔ جدید ماہرین تعلیم کے مفید مشوروں سے اس قسم کے اساتذہ بہت بیزار ہو جاتے ہیں۔ جماعت میں ذہین، متوسط، پھسڈی، غبی اور کند ذہن بچوں سے یکساں سلوک کیا جاتا ہے۔ سبق کسی کے پلے پڑے یا نہ پڑے، یہ جاہل معلم اس کی پروا نہیں کرتے بولنے پر آتے ہیں تو رکنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ سبق کو عام فہم زبان میں نرمی سے سمجھانے کی بجائے ایسے معلم خشک اور درشت لہجہ اختیار کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔

افلاس زدہ گھر بھی بچے میں پھسڈی پن پیدا کرتے ہیں۔ ایسے گھر جہاں اولاد کی کثرت ہو، مالی پریشانی ہو، ماں اور باپ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہوں، کھانے کو نہ ملے، نیند پوری نہ ہو، غلیظ گندہ اور تاریک مکان ہو، بچہ لاغر، بے کاری اور خرابی صحت کا شکار ہو ایسی تمام صورتیں بچے میں چڑچڑا پن پیدا کر کے اسے پھسڈی بنا دیتی ہیں۔

اگر گھر میں مذہبی اور اخلاقی قدریں ناپید ہوں، احساس ذمہ داری غائب ہو تو چوری اور دوسری خلاف معاشرت حرکتوں کی وجہ سے مدرسے کی دلچسپی کم ہو جاتی ہے اور بھگوڑا پن اور پھسڈی پن پہلے سے زیادہ پسندیدہ مشغلہ بن جاتا ہے۔

پھسڈی پن کا علاج

اساتذہ اور والدین کو پھسڈی پن کے مختلف پہلوؤں کا گہرا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ان بدقسمت بچوں کی مشکلوں کا صحیح جائزہ لے کر ان کی مناسب مدد کرنی چاہیے۔ بچے کو مدرسہ ناپسند ہو تو اسے کسی بہتر اور دلچسپ مدرسے میں منتقل کروانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کتابوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے عام فہم اور دلچسپ کتابیں مہیا کیجئے۔ کھیل کود اور فالتو وقت کے تفریحی مشاغل میں

Marfat.com

دلچسپی پیدا کرنے کے مناسب سامان فراہم کیجئے۔ اپنے بچوں کو گلی کی آوارہ سوسائٹی سے بچانے کا ایک آسان اور سائنسی طریقہ یہ ہے کہ محلے کے چند اچھے اچھے بچوں کو اکٹھا کر کے ایک چھوٹا سا کلب بنا دیں تا کہ وہ آپس میں مل بیٹھ کر متوازن مشاغل اور صحت مند تفریحات سے محظوظ ہوا کریں۔ والدین کی خاص توجہ اور ایسی اجتماعی کوششوں سے اچھے نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

جسمانی معذور بچے

بچوں کی ذہنی صحت اور ان کے نفسیاتی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جسمانی طور پر معذور بچوں کا ذکر کرنا بھی اہم ہے۔ کیونکہ موجودہ آبادی میں تقریباً ایسے لاکھوں ذہین لیکن جسمانی طور پر معذور افراد ہیں جو کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کی سوچ، طرز زندگی اور باہمی میل جول ایک خاص نقطۂ نظر کا حامل ہے۔ سماجی، قانونی، اقتصادی اور تعلیمی ناانصافیوں کی بنا پر یہ افراد تنزلی کے ساتھ ساتھ ایک احساس بے بسی و کمتری کی زندگی گزار رہے ہیں۔ معاشرے میں ان کے متعلق ایسے متعصبانہ خیالات اور نظریات ہیں کہ انہیں بے چارے سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی فطری صلاحیتیں بھی اُبھرنے نہیں پاتیں اور یوں لوگوں کی تنگ نظری اور ایک طرفہ سوچ کے نتیجے میں وہ کچھ نہیں کر سکتے اور اُبھرنے کے مواقع نہ ملنے کی وجہ سے ان کے عقائد و منفی رجحانات کو تقویت پہنچتی رہتی ہے۔ یوں نفسیاتی بگاڑ کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

جہاں تک معذور بچوں کی اقسام کا تعلق ہے، ان میں اپاہج، نابینا و ناقص بینائی والے بچے، بہرے، گونگے و ناقص اعضائے خمسہ رکھنے والے بچے بے شمار ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں نفسیات اور سائنس نے کافی ترقی کر لی ہے مگر ہمارے ہاں ان خدمات سے خاطر خواہ افادہ نہیں اٹھایا گیا۔ دراصل ہمیں اس سلسلے میں ضروری سہولتیں میسر نہیں، جس سے ان بچوں کا ضیاع ہو رہا ہے۔ کچھ تو دوسروں سے اپنے آپ کر کمتر خیال کر کے اور کچھ دُوسروں کے طعنوں سے احساس کمتری و محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں اور اپنی ذات کو بے معنی سمجھ کو سنبھلنے اور ترقی کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ ہم نے مدارس دینیہ میں ایسے بہت سے بچے دیکھیں ہیں جن کو دہاں کی صالح سوسائٹی نے بڑا انسان بنا دیا ہے، آج وہ بچے معذور ہونے کے باوجود بڑے

Marfat.com

مفید کام انجام دے رہے ہیں۔

علاج

سوسائٹی میں پرانے نظریات ختم کر کے انہیں باعزت مقام دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ نفسیاتی طور پر ان میں (Self-respect اور Self-worth) ''یعنی عزت نفس اور خودداری'' پیدا کی جائے۔ ان میں انفرادیت کے ساتھ ساتھ خوداعتمادی پیدا کی جائے۔ معذور بچوں کے والدین کو انہیں بوجھ سمجھنے کی بجائے ان کے جذبات و احساسات کا خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ یہ کئی ایک لوگوں سے بہتر اور شریفانہ فطرت رکھتے ہیں۔

''اگر ہم میں سے ہر ایک اپنے آپ کو ان کی ذہنی کیفیت و احساسات کی رو سے دیکھے تو انہیں سمجھنے میں بڑی آسانی ہو سکتی ہے۔ ہم سب مل کر ایسے مراکز اور ادارے کھول سکتے ہیں جہاں ان کی مناسب دیکھ بھال نفسیاتی اور میڈیکل تجزیے سے راہنمائی کی جا سکتی ہے۔ والدین کے لیے لازم ہے کہ ان کے احساسات و جذبات کا خاص خیال رکھیں۔ انہیں اظہار کے مواقع دیں تاکہ یہ اپنے اندر دبے ہوئے احساسات کا اظہار کر کے راحت و سکون پا سکیں۔ انہیں ان کے گروپوں میں اکٹھے رکھیں۔ اظہار کرنے اور پسند و ناپسند کے مطابق شادی بیاہ کا موقع دینا چاہیے۔ یہ بھی مکمل انسانوں کی طرح جذبات رکھتے ہیں۔ اگر ان کی نفسیاتی ضروریات اور خواہشات کو نظرانداز کر دیا جائے تو یہ مزید ذہنی الجھن، خلفشار اور اعصابی بوجھ تلے دب کر ناجائز اور غلط طریق کار استعمال کر کے اپنے لیے مزید پریشانیاں کھڑی کر سکتے ہیں، مثلاً جوان ہونے پر اگر ان کی شادی نہ کی جائے تو یہ جنسی بے راہ روی اور مخصوص طریقوں سے اپنی خواہشات پوری کرنے کی کوشش کریں گے۔ نتیجتاً جسمانی و نفسیاتی بیماریاں پیدا کر لیں گے یا احساسِ گناہ کی بدولت مزید الجھنوں کا شکار ہو جائیں گے۔ میرے ایک معذور ہم جماعت جن سے اس وقت مخلوق خدا کو بڑا فائدہ پہنچ رہا ہے اور وہ کئی اداروں میں اپنی تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں ان کے والدین تو حساس تھے لیکن برادری میں جلد رشتہ نہ ہو سکا، جس کی وجہ سے کئی بڑی بیماریوں میں مبتلا ہو چکے ہیں اور مخلوق ان کی بہت سی صلاحیتوں اور ایثار و قربانی سے محروم ہے۔ ایسے افراد کو ان

Marfat.com

کے متعلق بہتر رائے استعمال کر کے ان کی انا کو مضبوط کر کے انہیں بہتر شخصیت اجاگر کرنے میں مدد دی جا سکتی ہے۔ جہاں تک ہو سکے انہیں تشویش اور اضطراب سے بچانا چاہیے۔ پھبتی یا آوازیں کسنے سے ان کی روح زخمی ہوتی ہے، ایسا کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ کوئی پاگل نہیں ہوتے بلکہ جذبات سے بھرپور خوددار انسان ہوتے ہیں۔

معاشرے میں ان کی دلجوئی کرنے کے لیے مہینے میں کم از کم ایک دو بار انہیں گروپ میں اکٹھا ہونے، زندگی کے متعلق پلاننگ کرنے، باہم خیالات کا اظہار کرنے کے مواقع دینے چاہییں۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ یہ اکیلے نہ ہوں۔ اس طرح یہ مظلومانہ قسم کی سوچوں میں ڈوبے رہیں گے۔ انہیں آزادانہ فضا میں لوگوں سے گھلنے ملنے کا موقع دینا چاہیے۔ انہیں مناسب ورزشوں اور دلچسپیوں میں اس طرح مگن رکھیں کہ وہ نہ صرف اعصابی بوجھ ہلکا کر لیں بلکہ اسی طریقۂ کار سے کچھ سیکھ بھی لیں، یہ طریقہ نہایت کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔

جسمانی معذور بچے اور ان کی دل جوئی

معذور بچوں کا عمر کے ابتدائی حصے میں نفسیاتی اور جسمانی ٹیسٹ کروا کے ان کی راہنمائی شروع کر دیں تا کہ وہ وقت کے ساتھ ساتھ تعلیم و تربیت اور ہنرمندی مثلاً ٹائپ کرنا، کڑھائی کرنا، کرسیاں بنانا، قالین بنانا اور اسی طرح کے سادہ سادہ کام سیکھ لیں اور اپنے آپ کو بہتر بنا لیں۔ قدرت نے ہمیں صحت مند پیدا کیا ہے اور اس صحت کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ہمیں اس کے معذور انسانوں کی دیکھ بھال اور بہتری کے لیے کام کرنا چاہیے۔ ان کے لیے حساس ہو کر سوچیں کہ اگر ہم معذور ہوتے یا ہماری بینائی نہ ہوتی تو ہم کس طرح سے یہ محسوس کرتے یا ہمیں کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس جذبے اور نیت سے ان کی بہبود کے لیے کام کریں۔

اگر ہم سب ان کے لیے اور کچھ نہ کر سکیں تو کم از کم ان کے لیے مراکز کھولنے اور تعلیمی ادارے قائم کرنے میں تھوڑی بہت مدد ضرور کریں اور ان کے جذبات کا احترام کریں۔ انہیں حقیر یا معذور سمجھ کر ان کی انا کو پامال نہ کریں۔ سال میں ایک مرتبہ ان کا عالمی دن منانے میں تعاون کریں، تا کہ ہر سال لوگوں کو ان کی موجودگی کا احساس ہو۔ ان کے مسائل کا پتا چلے اور ان کے

Marfat.com

لیے کی گئی کوششوں کا جائزہ لیا جائے۔ اور ان کے لیے مزید بہتر منصوبہ بندی کی جائے۔ عالمی تنظیموں کے درمیان رابطہ قائم کر کے انہیں اپنائیت اور یکجہتی کا احساس دیں۔ اگر ہم سب ان کے لیے کوشش کریں گے تو ان میں بھی اپنی حالت کو بہتر سے بہتر بنانے کا عزم پیدا ہوگا اور یوں وہ اپنی حالت کو سدھار کر معاشرے میں اہم اور مثبت کردار ادا کر سکیں گے۔

مزید معاشرتی تربیت کے لیے اگلا باب پڑھیئے!

Marfat.com

باب نمبر 8

معاشرتی تربیت / نفسیاتی کلید کی روشنی میں

۞ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا

الخَلْقُ عیالُ اللّٰہِ فَاَحبّ الخَلْقِ اِلَی اللّٰہ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عیالِہٖ ۔

''مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اللہ کو وہ شخص پسند ہے جو اس کے کنبے (مخلوقِ خدا) کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ (مشکوٰۃ)

اس ارشادِ رسالت کی روشنی میں ہمیں یہ نصیحت ہے کہ جہاں ہمارے دینی امور درست ہوں وہاں ہمارے تعلقات جو اللہ کے بندوں کے متعلق ہیں ان میں بھی سارے انسان ایک دوسرے کا لحاظ رکھیں۔ اور یہی سبق ہمیں اپنی اولاد کو دینا چاہیے۔

تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ معاشرے کی سلامتی اور اس کی عمارت کی پختگی، معاشرے کے افاد کی سلامتی ان کی عمدہ تربیت ہی سے وابستہ ہے، اس لیے اسلام نے اولاد کے اخلاق و کردار کی تربیت کا بہت اہتمام کیا ہے۔ لہٰذا تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ بچوں کی تربیت میں محنت اور جدوجہد کریں، تاکہ صحیح طور پر اپنی معاشرتی تربیت کی ذمہ داری پوری کرسکیں اور ایسے بہترین اسلامی معاشرے کی تعمیر کرسکیں، جس کی بنیاد ایمان، اخلاق اور اسلامی اقدار پر ہو۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ۔

۞ اسلام کے اعلیٰ نفسیاتی کلیدی اصول ۞ انسانیت کے حقوق کی پاسداری
۞ معاشرے میں رہنے کے آداب ۞ معاشرے کا محاسبہ اور دیکھ بھال

آئندہ صفحات میں ان نکات کو ذرا تفصیل سے پڑھیئے۔

Marfat.com

اعلیٰ نفسیاتی کلیدی اصول

اسلام جن نفسیاتی اصولوں کو لوگوں میں راسخ کرنا چاہتا ہے ان کے متعلق چاہتا ہے کہ ایک مسلمان بچے میں بھی یہ اصول نظر آئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (سورۂ نحل)

''بے شک اللہ انصاف اور نیک سلوک، رشتہ داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے اور بے حیائی اور برائی سے روکتا ہے۔''

اس آیت سے انسانی معاشرے میں خیر پھیلانے کے جو اصول بتلائے گئے ہیں وہ جن ذرائع سے حاصل ہوں گے درج ذیل ہیں:

① تقویٰ

یہ اس ایمانی شعور کا ایمانی نتیجہ اور طبعی ثمرہ ہے جو اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کے خیال اور اس کے خوف وخشیت اس کے عذاب، ناراضگی کے ڈر اور اس کے عفو و درگزر اور ثواب کی امید کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے بہت سی آیات بینات کے ذریعے نہایت اہتمام سے تقویٰ کی فضیلت کا ذکر کیا ہے اور اس کا حکم دیا ہے اور اس کی بار بار تاکید کی ہے۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین تقویٰ کا بہت اہتمام فرماتے تھے اور اس کو اپنے اندر پیدا کرنے کی فکر وسعی کرتے تھے اور اس کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے تقویٰ کے متعلق سوال کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کبھی کانٹے والے راستے میں نہیں چلے ہیں؟

انہوں نے کہا کیوں نہیں! انہوں نے پوچھا کہ آپ کیا کرتے تھے؟

انہوں نے کہا خوب کوشش اور محنت کرتا تھا (تاکہ کوئی کانٹا نہ چبھے اور نہ ہی کپڑوں میں لگے) انہوں نے کہا یہی ''تقویٰ'' ہے۔

یہ تقویٰ دراصل تمام معاشرتی فضائل وکمالات کا سرچشمہ ہے اور مفاسد وشر اور گناہوں اور برائیوں سے بچنے کا ''منفرد راستہ'' ہے۔ بلکہ افراد امت میں اصلاح معاشرہ کے بارے میں کامل شعور واحساس پیدا کرنے کا پہلا ذریعہ اور سبب ہے۔

اور ماں بیٹی کا وہ قصہ تو اکثر حضرات جانتے ہوں گے کہ ماں یہ چاہتی تھی کہ بیٹی دودھ میں پانی ملادے تاکہ آمدنی زیادہ ہو اور بیٹی اسے یہ یاد دلا رہی تھی کہ امیر المومنین نے اس سے منع کیا ہے۔ ماں کہتی ہے ''امیر المومنین کہاں دیکھ رہے ہیں۔ اس کا جواب بیٹی کیا خوب دے رہی ہے کہ امیر المومنین نہیں دیکھ رہے ہیں تو امیر المومنین کا رب تو دیکھ رہا ہے۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ تقویٰ اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ موجود سمجھیں اور اس کی نافرمانی سے بچیں اور اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کے یقین کو اپنے بچوں میں شروع ہی سے پیدا کریں، تاکہ بڑے ہونے پر اس کے ثمرات نمودار ہوں۔

② اخوت (آپس کا بھائی چارہ)

انسان میں بچپن ہی سے اخوت (بھائی چارہ) ایک ایسا نفسیاتی رابطہ وتعلق ہے جو ہر اس شخص کے ساتھ ہے جس کا تقویٰ اور ایمان کی بنیاد پر رابطہ ہے، محبت واحترام کا گہرا شعور پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی صفتِ انسانی کو پیدا کرنے کے لیے ارشاد فرماتے ہیں:

☆ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (الحجرات:١٠)

''مسلمان تو سب بھائی بھائی ہیں۔''

اور حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے دشمن کے سپرد کرتا ہے اور نہ اسے رسوا کرتا ہے اور نہ اس کی تحقیر کرتا ہے۔ انسان کے برا ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تذلیل وتحقیر کرے۔ مسلمان پورا کا پورا مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون بھی، اس کا مال بھی اور اس کی عزت وآبرو بھی (تین مرتبہ فرمایا) تقویٰ اس جگہ ہے اور اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مسلم)

Marfat.com

☆ نیز ارشاد فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُم حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ (بخاری، مسلم)

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

نیز ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ ایمان والوں کی آپس میں محبت والفت اور رحم دلی کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک جسم میں کسی عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو تمام جسم اس کے ساتھ پریشان اور تکلیف میں شریک ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

اپنے بیٹے یا بیٹی کے لیے اس انسانی صفت کو ایک انمول تحفہ سمجھنا چاہیے اور اس کے پیدا کرنے کے لیے پوری کوشش کرنا والدین کی ذمہ داری بھی ہے اس سے ان کے لیے دینی و دنیاوی فوائد بھی مرتب ہوتے ہیں ایسا بچہ اپنے بہن بھائی اور دیگر اقرباء کی آنکھ کا ستارہ ہے۔

③ رحمت (ایک دوسرے پر مہربانی والا ذہن)

رحم نام ہے قلب کے نرم ہونے اور ضمیر کے حساس ہونے اور دوسروں کے درد و غم میں شریک ہونے اور ان پر رحم کھانے اور ان کے غموں اور تکالیف میں آنسو بہانے کا۔ رحم ہی ایسا مادہ ہے جو مومن کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ عام لوگوں کی ایذا رسانی سے دور رہے اور ان کے لیے خیر بھلائی اور سلامتی کا طالب ہو۔

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے ایک دوسرے پر رحم کرنے کو اللہ تعالیٰ کے ان پر رحم کرنے کا ذریعہ وسبب قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الرَّاحِمُونَ یَرحَمُهُم الرَّحمٰنُ اِرحَمُوا مَنْ فِی الاَرْضِ یَرْحَمُکُم مَّنْ فِی السَّمَاءِ (ترمذی)

''رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو! تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔''

☆ نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

لَنْ تُومِنُوا حَتّٰی تَرْحَمُوْا۔

''تم لوگ اس وقت تک کامل مؤمن نہیں بن سکتے، جب تک رحم نہ کرو۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسولؐ! ہم میں سے ہر شخص رحم کھاتا ہے۔تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔اس سے وہ رحم مراد نہیں، جو تم میں سے ہر شخص اپنے دوسرے ساتھی کے ساتھ کرتا ہے بلکہ اس سے مراد سب پر رحم کرنا ہے یعنی اس سے وہ رحم مراد ہے جو انسان سے تجاوز کر کے حیوانوں تک کو بھی شامل ہو جائے۔

بلاشبہ یہ اوقاف اور مدرسے، اسکول اور اسپتال بلکہ خیر اور بھلائی کے جملہ امور سب کے سب محبت کے ہی آثار اور رحم کے ہی ثمرات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے رحمدل مومنوں کے دلوں اور نیک مسلمانوں کے نفوس میں ودیعت کر رکھے ہیں۔جن سے تاریخ کے اوراق میں ہماری ترقی وتمدن کے قابل ذکر کارنامے درج ہیں۔اس لیے رحمدلی کے ان عظیم حقائق کی ہمیں اپنی اولاد کو تعلیم دینی چاہیے اور یہ چیزیں ان کی گھٹی میں ڈالنی چاہییں۔تاکہ ہمارا بچہ اللہ کے بندوں پہ مہربان ہو کر اپنے اللہ کی محبت اور کرم کا مستحق بن جائے۔اس مقصد کے لیے بچے کو انسانی ہمدردی کے واقعات سنانا بڑا مفید ہتھیار ہے۔

Marfat.com

ایثار وقربانی

اپنے حقوق کی پرواہ کیے بغیر دوسروں کے کام آنا ''قربانی'' ہے۔قرآن کریم نے اسلامی معاشرے کی عظیم اکثریت یعنی انصار کی اخوت، مساوات اور ایثار کی عظیم صورتیں محفوظ کی ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الحشر:۹)

''اور ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دارالسلام (یعنی مدینہ منورہ) اور ایمان میں ان مہاجرین کے آنے کے قبل سے قرار پائے ہوئے ہیں۔جوان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے، اس سے یہ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے۔اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے۔ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

پس یہ اختیاری ایثار اور اجتماعی رحمدلی جو انصار کے اخلاق میں نمایاں تھی، اس کی مثال انسانی تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔

☆ قرآن مجید میں حکم ہوا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (نحل)

''بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اختیار کرنے کا حکم دیتے ہیں۔''

عدل سے مراد زندگی کے تمام امور میں انصاف وتوازن اختیار کرنا اور ''احسان'' سے مراد یہی ایثار اور قربانی ہے۔

ایثار ایک اعلیٰ خصلت ہے۔پس اگر اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہو تو یہ ایمان کی صداقت اور باطن کی صفائی کے اصولوں میں سب سے اولیت کی حامل ہے اور ساتھ ہی یہ اجتماعی اور معاشرتی امداد باہمی کے ستونوں میں ایک بڑا ستون ہے اور بنی نوع انسان کے لیے خیر اور بھلائی

کا سب سے قوی ذریعہ ہے۔

ایثار و قربانی کا یہ عمل بچوں کو سکھانے کے لیے زکوٰۃ اور دیگر عطیات ان کے ہاتھوں سے یا کم از کم ان کے علم میں لا کر ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ انسانی برادری پر ہر قسم کے حالات آتے رہتے ہیں کبھی فقر و فاقہ ہے تو کبھی مالداری ہے۔

کمزور حالات والوں کے کام آنے کا فن ابھی سے بچوں کے سامنے ہو تو بڑا مفید رہتا ہے۔ اور انہیں آداب بھی بتا دیئے جائیں کہ کبھی ضرور تمند پر یہ صدقہ جتلانا نہیں ہے اور نہ ہی اس کا ذکر اپنے دوستوں میں کرنا ہے ورنہ تمہارا ثواب ضائع ہو جائے گا۔

معاشرے میں موجود فقر و غربت کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے اسلام نے جو موقف اختیار کیا ہے اس کے کچھ نمونے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

① اسلام نے زکوٰۃ کے لیے ایک بیت المال متعین کیا ہے جس کی سرپرستی اسلامی حکومت کرے گی اور اس کا مصرف سورۂ توبہ آیت نمبر 60 میں مستحق فقراء و مساکین و مقروض اور غلاموں کی امانت بتایا ہے۔

② اسلام نے اس مسلمان کو مسلمان شمار نہیں کیا ہے جو خود پیٹ بھر کر رات گزارے اور اس کا پڑوسی بھوک کا شکار ہو اور اس کو اس کی خبر بھی ہو۔ اس کے خلاف اسلام نے اس کی حاجت روائی، امداد اور اس کے خوش کرنے کو بہترین نیکی اور بڑا اونچا عمل قرار دیا ہے۔

بزاز و طبرانی رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو پیٹ بھر کر رات گزارے اور اس کا پڑوسی اس کے پڑوس میں بھوکا پڑا ہو اور اس کو معلوم بھی ہو۔

③ تنگی اور سختی کے وقت اسلام نے بھوکوں اور فاقہ مستوں کی امداد کو اہم فریضہ قرار دیا ہے۔

④ اسلام نے حاکم پر یہ لازم کیا ہے وہ اس شخص کے لیے کام کاج کے مواقع مہیا کرے جو کام کاج پر قادر ہو۔

⑤ اسلام نے خاندان والوں کو بچہ پیدا ہونے پر وظیفہ دینے کا نظام رائج کیا۔ چنانچہ

مسلمانوں کے یہاں جو بچہ بھی پیدا ہوگا خواہ وہ بچہ حاکم کا بیٹا ہو یا ملازم کا، مزدور کا ہو یا بازاری آدمی کا،، سب کو وظیفہ دیا جائے گا۔

یہ اصول اس وجدانی تربیت کے علاوہ ہیں جس کی جڑیں اسلام مسلمانوں کے دلوں اور احساس ووجدان کی گہرائیوں اور نفوس میں اتار دیتا ہے، تا کہ سب کے سب تعاون، امداد باہمی اور ایثار کی جانب خوشی خوشی اپنی رضا واختیار اور داعیۂ ایمانی کی بنا پر گامزن ہوں۔

Marfat.com

حسد اور بغض کی بیماری اور اس کا علاج

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اللہ کی مدد اور پناہ مانگنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۔ اور حسد کرنے والے کے شر سے پناہ مانگیے جب وہ حسد پر آجائے۔ یہ بیماری ہمارے بچوں میں بھی ہوتی ہے۔

بعض اوقات ابتداء میں گھر والوں کو حسد کی بیماری کا پتا نہیں چلتا، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی اولاد نہ اس بیماری کا شکار ہوسکتی ہے اور نہ وہ اس کو سمجھتے ہیں اور نہ ان سے اس کی توقع کی جاسکتی ہے۔ اس لیے جو حضرات تربیت کے ذمہ دار ہیں ان کو چاہیے کہ حسد کا نہایت حکمت اور بہترین تربیت سے علاج کریں! تاکہ یہ بیماری پریشان کن مصائب اور بدترین نتائج اور دردناک نفسیاتی امراض کا شکار نہ ہوجائے۔

☆ حسد کا مطلب یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کرے۔ یہ ایک خطرناک معاشرتی بیماری ہے۔ اگر مربی اپنے بچوں کی اس بیماری کا علاج نہیں کریں گے، تو لازمی طور پر اس کے بدترین اور خطرناک نتائج نکلیں گے۔

بڑی عمر میں حاسد انسان بعض اوقات خونی رشتوں کے ساتھ بھی زندگی نہیں گزار سکتا، حتیٰ سگے بہن بھائیوں اور ان کی اولاد یا بعض اوقات وہ اپنے ماں باپ کی نعمتوں سے بھی جلتا ہے۔

ایسا انسان اپنی اس گندی عادت کی وجہ سے لوگوں کے نزدیک محبت کے قابل ہی نہیں رہ جاتا۔

☆ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

اَلْمُؤْمِنُ مَاْلَفٌ وَلَاخَیْرَ فِیْمَنْ لَّایَاْلَفُ وَلَا یُؤْلَفُ (مشکوٰۃ)

"مومن محبت کی جگہ ہے جو محبت نہ کرے اور نہ ہی اس سے الفت کی جائے ایسے شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔"

آج ہی سوچیے۔ وہ کون سے اسباب ہیں جو آپ کے بچوں کو معاشرے سے کاٹ رہے ہیں۔

وہ اسباب جو بچوں میں حسد کی آگ بھڑکانے کا ذریعہ بنتے ہیں وہ مندرجہ ذیل امور پر منحصر ہیں:

Marfat.com

(۱)۔ بچے کا اس بات سے خوف کھانا کہ وہ گھر والوں میں اپنی بعض امتیازی خصوصیات کھو بیٹھے گا، مثلاً محبت پیار اور منظورِ نظر ہونا۔ خصوصاً اس وقت جب نیا مہمان (بچہ) پیدا ہو، جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ وہ پیار محبت میں اس کا مزاحم بنے گا۔

(۲)۔ اولاد میں سے کسی ایک کا بہت خیال رکھنا مثلاً ایک بچے کو گود میں اٹھایا جائے اس سے دل لگی کی جائے اور اسے دوسروں سے زیادہ دیا جائے اور دوسرے کو ڈانٹا پیٹا جائے اور ایک کی پرواہ نہ کی جائے اور اسے کچھ نہ دیا جائے یا کم دیا جائے۔

(۳)۔ جس بچے سے محبت ہو اس کی ایذا رسانی اور برائیوں سے چشم پوشی کی جائے اور اس کے بالمقابل دوسرے بچے سے اگر ذرا سی بھی غلطی ہو جائے تو اسے سزا دی جائے۔

(۴)۔ بچے کا مالدار، عیش و عشرت والے ماحول میں ہونا لیکن خود بچے کا نہایت غربت، فقر اور خستہ حالی کا شکار ہونا۔

ان کے علاوہ اور دوسرے اسباب بھی ہیں، جن کا بچے کی شخصیت پر برا اثر پڑتا ہے بلکہ بسا اوقات بچے میں احساس کمتری اور خطرناک انانیت اور بغض وحسد پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی نفسیاتی بے چینی، سرکشی اور بے اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔

اسلام نے نہایت حکیمانہ اصول تربیت سے حسد کی بیماری کا علاج کیا ہے۔ اگر تربیت کرنے والے شروع سے اس کے اسباب کا تدارک کرلیں تو بچوں میں محبت، ایثار، الفت اور خلوص پیدا ہوگا اور دوسروں کے ساتھ تعاون، خیر خواہی، بھلائی کرنے اور نرمی سے پیش آنے کے جذبات بیدار ہوں گے۔

حسد کی بیماری کا علاج

حسد کی بیماری کے علاج کے لیے بنیادی اصول تربیت مندرجہ ذیل امور میں منحصر ہیں:

نبی کریم ﷺ بھی ایسا کرتے تھے اور اپنے صحابہ کرام ؓ کو بھی اس کا حکم دیتے اور اس پر ابھارتے تھے۔ چنانچہ کچھ واقعات ابتدائے کتاب میں گذر چکے ہیں۔

یہ بات نظروں سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ نئے بچے کی پیدائش پر حسد پیدا ہونے کے

Marfat.com

امکانات بہت زیادہ ہیں۔ لہذا اس سے روکنے کے لیے لازمی احتیاطی تدابیر ضرور اختیار کرنا چاہیے اور اسے بچے کی پیدائش کے چند ماہ قبل ہی اختیار کرنا چاہیے، مثلاً بڑے بچے کے پلنگ کو الگ کر دینا چاہیے یا نرسری اسکول بھیج دینا چاہیے اور نئے بچے کے کام میں بڑے بچے سے بھی امداد لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، مثلاً اس کو کپڑے پہنانا، اس کو نہلانا، کھلانا، اسی طرح اس کو چھوٹے بچے کے ساتھ ہنسنے بولنے اور کھیلنے کا موقع دینا چاہیے اور جب ماں نومولود بچے کو دودھ پلانے کے لیے اٹھائے، تو ایسے موقع پر بہتر ہے کہ باپ اس بڑے بچے سے محبت کی باتیں کرنے لگے، تا کہ اسے احساس رہے کہ اس کی محبت واہمیت اپنی جگہ برقرار ہے۔

لہذا تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ اگر وہ اپنے بچوں کو محبت اور باہمی تعاون کا پیکر دیکھنا چاہتے ہیں اور بغض وعداوت سے بچانا چاہتے ہیں تو انہیں بچے کو محبت محسوس کرانے کے لیے نبی کریم ﷺ کے طریقے کو اختیار کرنا چاہیے۔

عدل وانصاف کے ذریعے علاج

نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ ﷺ ایسے لوگوں کو ناپسند فرماتے جو بچوں کے درمیان عدل وانصاف نہ کرتے اور ان سے پیار ومحبت کا سلوک نہ کرتے اور نہ ان میں لینے دینے اور تقسیم میں برابری ومساوات کا خیال نہ رکھتے۔

☆ ان اسباب کا ازالہ جو حسد کا ذریعہ بنتے ہیں:

مثلاً یہ کہ اگر نئے بچہ کی آمد سے پہلے بچے کو یہ محسوس ہو رہا ہو کہ اس کے والدین اس سے پہلے جیسا محبت و پیار نہیں کر رہے ہیں تو ان کو چاہیے کہ وہ اس بات کی کوشش کریں کہ بچے کو یہ محسوس ہو جائے کہ اس کی محبت ان کے دلوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موجود ہے اور رہے گی۔

☆ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کی کوشش کریں کہ ان کے بچے باطنی بیماریوں میں سے کسی بیماری کا شکار نہ ہونے پائیں، جن میں سب سے بڑی بیماری ''حسد'' ہے۔ تا کہ بچے کی شخصیت متوازن اور صحت مند ہو اور وہ اپنے اور معاشرے کے لیے مفید زندگی گذار سکے۔ اور وہ سب سے محبت رکھے اور اسے لوگ اچھا سمجھیں۔

Marfat.com

غصہ

غصہ تین حرفی لفظ ہے۔ عربی میں ''غضب'' کہتے ہیں، غصہ کے وقت شیطان انسان پہ مسلط ہوتا ہے، اس لیے غصے کے پی جانے کی قرآن وحدیث میں بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ چند احادیث کا مطالعہ فرمائیں:

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے ایسی چیز بتلایئے جو اللہ کے غضب سے دور کر دے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔ (مسند امام احمد)

☆ نیز حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے غصے کو نافذ کر سکتا ہو، لیکن اسے پی جائے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز سب مخلوق کے سامنے پکاریں گے اور اسے اختیار دیں گے کہ جس بڑی آنکھوں والی حور کو چاہے پسند کر لے۔ (بخاری)

نیز نبی کریم ﷺ نے سوال فرمایا: تم اپنے میں پہلوان کس کو سمجھتے ہو؟

عرض کیا گیا، وہ شخص جسے لوگ پچھاڑ نہ سکیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ پہلوان (درحقیقت) وہ ہے جو غصے کے وقت خود کو قابو میں رکھے۔

والدین واساتذہ! غصے کا علاج پچھلے صفحات میں گذر چکا ہے۔ چند باتیں اور لکھی جاتی ہیں۔ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ:

''جب تم میں کسی کو غصہ آجائے تو اگر وہ کھڑا ہو تو اسے چاہیے کہ بیٹھ جائے، پس اگر غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو بہتر ہے، ورنہ لیٹ جائے۔'' (امام احمد)

نیز حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: غصہ شیطانی اثر ہے اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے، اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے، لہٰذا جب تم میں سے کسی شخص کو غصہ آجائے تو اسے چاہیے کہ وضو کر لے۔ (ابوداؤد)

☆ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غصہ آجائے تو اسے چاہیے کہ خاموش ہو جائے۔ (احمد)

Marfat.com

محترم والدین سے گذارش ہے کہ اگلے صفحات میں معاف کرنے کے فضائل ہیں بچے کو کبھی کبھی وہ سنائیں تاکہ وہ غصہ کو پی جانا سیکھ جائے، بحر حال اپنے بچے اور اپنے متعلقہ طلباء کو بھی ان تربیتی امور سے گذاریے! یہ امور دلچسپ بھی ہوں گے اور آپ تزکیۂ نفس کر کے اپنی اولاد کو ایک اچھا شہری اور اعلیٰ صفات کا حامل مسلمان بنانے کا فریضہ بھی ادا کر رہے ہوں گے۔

غفلت اور بے پرواہی

زندگی میں سستی اور غفلت سے پیار رکھنے والا انسان کبھی کسی بھی کام میں نمایاں کردار ادا نہیں کرسکتا۔ اسلام میں ورزش، سپہ گری، تیراندازی جیسے امور کو اسی لیے مستحسن قرار دیا ہے کہ ان سے غفلت نہیں ہونے پاتی۔

آقائے نامدارؐ دعا فرمایا کرتے تھے:

☆ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکَسْلِ وَالْهَرَمِ (کتاب الاذکاء)

''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کاہلی سے اور مضر بڑھاپے سے۔''

نیز ایک دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

☆ لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَیْنِ (مشکوٰۃ)

''یعنی مومن ایک سوراخ سے دومرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔''

اس لیے کہ مومن زیرک اور سمجھدار ہوتا ہے، ہر معاملے میں غور وفکر کرتا ہے۔ ایک مرتبہ غلطی ہوجائے تو خیر، مگر دوبارہ وہی غلطی عموماً اس سے سرزد نہیں ہوتی، اس لیے کہ مومن کی شان یہ نہیں ہے کہ بار بار اسے ٹھوکر لگتی جائے اور وہ آنکھ بند کیے آگے بڑھتا چلا جائے اور یہ نہ دیکھے کہ ٹھوکر کیوں اور کس سے لگی ہے اور اگر ٹھوکر لگنے کے بعد بھی اس کی آنکھ نہ کھلے اور وہ ہوشیار نہ ہو، تو یقیناً یہ غفلت اور لاابالی پن ہے جو شعار ایمان سے جوڑ نہیں رکھتا اور نہ ہی یہ غفلت مومن کو زیب دیتی ہے۔ اس لیے کہ مومن زیرکی، بیداری اور احتیاط جیسی صفات سے متصف ہوتا ہے، نہ کہ غفلت، سستی اور لاابالی پن سے۔

یہ مرض بھی نہایت خطرناک ہے۔ جس میں ہمارے بچے اور نوجوان بکثرت مبتلا ہیں۔

Marfat.com

والدین کے لیے لازم ہے کہ اپنے بچے کی اصلاح کی بچپن ہی سے فکر کریں، اس لیے کہ جو لوگ بھی ظاہری و باطنی کمالات سے محروم رہتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ غفلت اور لاپرواہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

☆ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ (اعراف:۲۰۵)

''یعنی غفلت شعاروں میں سے نہ ہو۔''

اور حضور اقدس ﷺ نے کسل سے پناہ مانگی ہے۔

لاپرواہی کا علاج

اس کا علاج یہ ہے کہ والدین اور مربی حضرات بچوں کے سامنے اس کی مذمت وقباحت کو بیان کرتے رہیں اور ان کو بچپن ہی سے چستی اور ہر کام میں مستعدی کی تعلیم دیں تا کہ خود اپنی ذات ہی نہیں بلکہ ساری امت کے لیے کارآمد ثابت ہوں۔ و باللہ التوفیق۔

Marfat.com

اچھی عادات (تزکیۂ نفس)

اب تک بیان کردہ وہ عادات تھیں جو ایک بچے میں نہیں ہونی چاہئیں جن کے نقصانات روزِ روشن سے زیادہ واضح ہے۔

آئندہ سطور میں ہم ان صفات کا تذکرہ کریں گے جن کی ایک مسلمان کو اشد ضرورت رہتی ہے خود دنیا اور آخرت میں فائدہ مند ہیں اور اساتذہ ووالدین بچوں میں ان عادات کو پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کریں تو وہ کامیاب مربی ثابت ہوں گے۔

دوسروں کو معاف رکھنا

بچے میں اگر برداشت اور دوسروں کو معاف کرنے کی صفت آجائے تو بہت سی صفات اس میں خود پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ اسی لیے عفوودرگزر کی فضیلت میں بہت سی آیات واحادیث ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں:

☆ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

(ال عمران:۱۳۴)

''اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔''

یہ ایک اعلیٰ انسانی وصف اور قابلِ قدر ''نفسیاتی شعور'' ہے، جس کی وجہ سے انسان دوسروں سے تسامح اور اپنے حق سے دست برداری کا رویہ اختیار کرتا ہے، اگرچہ زیادتی کرنے والا صریح ظلم وجور ہی کیوں نہ کر رہا ہو۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ زیادتی دین اور اسلام کے شعائر پر نہ ہو، رہی ہو ورنہ معاف کرنا ذلت ورسوائی کے مترادف ہوگا۔ اور اسے بزدلی کہا جائے گا۔ ''بزدلی'' بہت نقصان دہ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتے ہیں۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ (الاعراف:۱۹۹)

''درگزر کی عادت اختیار کیجئے اور نیک کام کرنے کا حکم کیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کیجئے۔''

Marfat.com

اور یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ جب مومن کی طبیعت حلم، عفوودرگزر اور چشم پوشی جیسے اخلاق سے آراستہ ہوگی تو وہ مومن بلند ظرفی، عالی اخلاق، تسامح، اچھے برتاؤ اور حسن معاشرت میں ایک قابل تقلید نمونہ ہوگا، بلکہ وہ باطن کی صفائی اور شرافت کے اعتبار سے زمین پر چلنے والے فرشتے کے مانند ہوگا۔

لہٰذا اپنے بچوں کی نشوونما ہمیں حلم و چشم پوشی اور عفوودرگزر کے اوصاف پر کرنی چاہیے، تاکہ عزت و شرف سے بہرہ مند ہوں اور امت کے لیے خیر کا سبب بنیں۔ لہٰذا والدین واساتذہ سے گذارش ہے کہ معافی اور درگزر سے کام لینے والے بچے کی حوصلہ افزائی اور بدلہ نہ لینے کو جرأت مندانہ اقدم ٹھہرائیں اور ''بدلہ لینے اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینے'' کو بزدلانہ فعل قرار دیں۔

جرأت و بہادری

مسلمان بچہ بہادر اور نڈر ہوتا ہے اس میں بہت کچھ برداشت کر لینے کا مادہ ہوتا ہے آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے بچوں کے جرأت کے کارناموں سے تاریخِ اسلام کے اوراق آج بھی روشن ہیں۔ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہؓ سے عہد لیا کرتے تھے کہ وہ جہاں بھی ہوں، حق بات کہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو اپنے رب کے پیغام کو پہنچاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا (سورۃ الاحزاب:۳۹)

''یہ سب (پیغمبران گزشتہ) ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور (اس باب میں) اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ (اعمال کا) حساب لینے کے لیے کافی ہے۔''

اس لیے والدین اور تربیت کرنے والوں خصوصاً ماؤں پر لازم ہے کہ اپنے بچوں میں ایمان وتقویٰ اور اخوت ومحبت کی فضیلت اور رحم وایثار و بردباری کی صفات کو راسخ کریں اور حق کے بارے میں ہمت و جرأت کا عادی بنائیں تاکہ بچے جب جوان ہوں اور اس قابل ہو جائیں کہ

Marfat.com

زندگی میں اپنی ذمہ داریوں کو کسی خوف، ہچکچاہٹ اور پریشانی کے بغیر ادا کرسکیں اور حق کے اظہار میں کسی مصلحت اور دباؤ کا شکار نہ ہوں۔

یہ ایک ایسی قوت ہے جسے مومن ایک اللہ پر ایمان لانے اور قضاوقدر کی تصدیق کرنے کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔ لہذا جس مومن کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر جتنا ایمان ہوگا، اتنا ہی جرأت و شجاعت اور کلمۂ حق کے اظہار کے سلسلے میں پختہ کار ہوگا۔

اساتذہ ووالدین! قوم کا سرمایہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں ابھی سے اسلام اور حق کے لیے صرف اللہ سے ڈرنے کا رنگ بھر دیجئے کیونکہ جو شخص قوم کی تربیت کا ذمہ دار ہے اگر اس کی تربیت ان مذکورہ اصول پر نہ ہوگی تو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہوگی جو پانی پر لکھ رہا ہو اور راکھ میں پھونک مار رہا ہو، اور بے فائدہ گھاٹی میں چیخ رہا ہو۔

محنت کی عادت

لوگوں میں سب سے زیادہ محنت کرنے والا انسان ہی سب سے کامیاب و پرسکون ہوتا ہے۔ دنیا میں سیادت اور آخرت میں سعادت کو محنت کے پُل (Bridge) سے گزرے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ یحیٰ بن کثیر کا قول ہے:

"لَا یُنَالُ العِلْمُ بِرَاحَةِ الْجِسْمِ" (العلم والعلماء)

"جسم کی راحت سے علم حاصل نہیں ہوسکتا۔"

علم عظیم دولت ہے یہ سستی اور کاہلی کے خوگر کو کیسے مل سکتی ہے؟

جبکہ چند ٹکوں کے حصول کے لیے بھی کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے۔

زندگی کو وقت کی قدر و قیمت اور اعضاء انسانی کو چاق و چوبند رکھ کر ان کے درست استعمال سے مزید قیمتی بنایا جاسکتا ہے، جن بچوں پر کھانے، سونے، جاگنے اور بولنے پر کوئی کنٹرول نہیں ہے، مستقبل میں ایسے بچے کوئی مفید اور صحت مند امور نہیں انجام دے سکتے۔ اس لیے اساتذہ و والدین کو چاہیے کہ بچوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں اور زیادہ سے زیادہ کام اپنی مدد آپ کے تحت سرانجام دینے کی طرف توجہ دلاتے رہیں۔ تاکہ سستی اور کاہلی اپنے منحوس ڈیرے نہ ڈال لے۔

Marfat.com

دوسروں کے حقوق کی ادائیگی

آپ نے دیکھا ہوگا، چھوٹا بچہ ہر چیز کو اپنی ملکیت سمجھتا ہے تقریباً تین سال کی عمر میں دوسروں سے چھیننے اور ہر پسندیدہ اشیاء پر رو رو کر احتجاج کے مناظر عام نظر آتے ہیں۔ معلوم ہوا یہ فطری مرض ہوتا ہے۔

انسان دوسروں کے حقوق کا تحفظ نہ کرے تو وہ پرسکون زندگی نہیں گذار سکتا اس لیے وہ اہم ''معاشرتی حقوق''، جن کی جانب بچے کی رہنمائی اوائل عمر سے کرنی چاہیے، درج ذیل ہیں:

۱ والدین کا حق۔ ۲ رشتے داروں کا حق۔ ۳ پڑوسی کا حق۔

۴ استاد کا حق۔ ۵ ساتھی کا حق۔ ٦ ہر بڑے کا حق۔

یہاں پر ہم بچوں کی تربیت کے حوالہ سے ان حقوق کا کچھ حصہ درج کرتے ہیں۔ جن کی طرف عملی توجہ کی ضرورت ہے کہ والدین و اساتذہ بچے میں اچھی اچھی کہانیاں اور سچے واقعات کے ذریعے دوسروں کے حقوق بچے کے دل میں ڈال دیں۔

قرآن کریم ہماری سب سے بڑی راہنما کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کا ذکر کرنے کے بعد (وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اور والدین سے نیکی کرو۔) فرما کر انسانیت میں سب سے بڑا حق والدین کا قرار دیا۔ اب آگے اس کی ذرا تفصیل پڑھ لیجئے!

(۱)۔ والدین کا حق

مربی کا سب سے بڑا اور اہم ترین فریضہ یہ ہے کہ بچے کو والدین کے حقوق اور آداب سمجھائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دے۔ اس سلسلے کی آیات و احادیث ملاحظہ فرمائیے:

اللہ تعالیٰ کی رضا مندی والدین کی خوشنودی میں پوشیدہ ہے۔ آپ اپنے بچے کو اگر اپنے حقوق کی رعایت کا سبق دیتے ہیں تو یوں سمجھ لیجئے کہ آپ اسے دونوں جہانوں میں کامیابی کا گر سکھا رہے ہیں، آپ کا نافرمان بچہ کسی بھی میدان میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رِضَی اللّٰہِ فِی رِضَی الوَالِدَ وَسُخطُ اللّٰہِ فِی سُخطِ الوَالِد (مشکوٰۃ)

"اللہ تعالیٰ کی رضا مندی والد کی خوشنودی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔"

والدین کے ساتھ نیکی

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔ کیا میں جہاد میں شرکت کروں؟ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا، کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ان دونوں کی خدمت میں جہاد (کوشش) کرو۔ یعنی ان کی خدمت کرو۔ (ریاض الصالحین)

ان کی وفات کے بعد ان کے لیے دعا کرنا اور ان کے دوستوں کا اکرام کرنا بھی حسن سلوک میں داخل ہے۔ دعا کے لیے خود اللہ تعالیٰ نے الفاظ ارشاد فرمائے ہیں:

☆ رَبِّ ارحَمهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (بنی اسرائیل)

"اے میرے پروردگار ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپنے میں مجھے پالا ہے۔"

تجربہ سے واضح ہوا ہے اور کامیاب اساتذہ و والدین کا کہنا ہے کہ جو شخص اپنے بچوں اور بچیوں کے سامنے اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک رکھتا ہے، ان کے کام آتا ہے، ان کے جوتے سیدھے کرتا ہے، ان کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے اور یہ حسن سلوک کرنے والے کی اولاد دیکھتی ہے کہ میری امی یا میرے ابو اپنے بڑوں کا یہ اعزاز کرتے ہیں تو ان کا بھی یہی جذبہ اور شوق بن جاتا ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد اس کا درجہ بڑھا دیا جائے گا تو وہ پوچھے گا، اے میرے رب ایسا کس وجہ سے ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے، اس لیے کہ تمہارے بیٹے نے تمہارے لیے استغفار کیا تھا۔ (الادب المفرد)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ایک صاحب مکہ کے راستے میں ملے تو حضرت عبداللہؓ نے انہیں سلام کیا اور ان کو اپنے ساتھ گدھے پر سوار کر لیا اور ان کو وہ عمامہ دے دیا، جو ان کے سر پر بندھا ہوا تھا۔ ابن دینار رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کی

Marfat.com

اصلاح کرے، یہ تو بدو لوگ ہیں اور یہ لوگ تو ذرا سی چیز پر راضی ہو جاتے ہیں۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ان کے والد میرے والد ماجد عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ کے دوست تھے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بہترین نیکی انسان کا اپنے والدین کے دوست کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔ (ریاض الصالحین)

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کبیرہ گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی دے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کی سزا جب تک چاہتے ہیں مؤخر فرماتے رہتے ہیں، سوائے والدین کی نافرمانی کے، کہ اللہ تعالیٰ ان کی نافرمانی کرنے والے کو مرنے سے قبل دنیا ہی میں سزا دے دیتے ہیں۔ (حاکم)

نافرمانی کیا ہے؟

نافرمانی میں یہ بھی داخل ہے کہ غصے کے وقت باپ کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھے اور نافرمانی میں یہ بھی داخل ہے کہ لڑکا اپنے والد کا تعارف کرانے سے شرمائے خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ لڑکا کسی بڑے منصب وعہدہ پر فائز ہو۔

نافرمانی میں یہ بھی داخل ہے کہ لڑکا اپنے ضرورت مند والدین کے نان نفقہ کا خیال نہ کرے اور سب سے بڑی نافرمانی یہ ہے کہ لڑکا والدین کے کام پر ناک بھوں چڑھائے، اُف کرے اور اس سے تنگ دل ہو، اور اپنی آواز ان کی آواز سے اونچی کرے اور ان کی توہین کرے۔

والدین کی نافرمانی کی پکڑ بہت بڑی ہے اور دنیا میں اس کا وبال ہوتا ہے۔ اس لیے بعض معلمین کا کہنا ہے کہ اپنی اولاد کو حاکمانہ کچھ نہ کہنا چاہیے بلکہ مشورہ کے انداز میں بات کرنی چاہیے۔ تاکہ نافرمانی کے وبال سے ان کے بچے بچے رہیں۔

حکم کی شکلیں

نعمان! نماز پڑھ لو! ہوم ورک کرلو!

ٹی وی نہ دیکھو!

مشورہ کی شکلیں

نعمان! نماز کا وقت ہو گیا ہے، ہمیں نماز پڑھ لینی چاہیے یا یہ کہیں ''نماز پڑھ کر دیگر کام کریں تو بہتر رہے گا۔'' آپ پانی لا سکتے ہیں۔۔۔۔؟۔۔۔۔۔کیا یہ کام ممکن ہے؟ ''ٹی وی نہ ہی دیکھیں تو بہتر ہے، ہوم ورک تو کر ہی لیا ہو گا یا نہیں؟ وغیرہ، ایسے انداز سے کہیں کہ وہ حکم نہ بنے بلکہ مشورہ یا ترغیب کا طرز گفتگو ہو۔ مثلاً: میرا مشورہ تو یہ ہے کہ آپ دسویں سائنس سے کر لیں! یا مجھے تو یہ نظر آ رہا ہے کہ آپ کا پارک میں نہ جانا بہتر ہے۔۔۔۔۔۔وغیرہ۔

1۔ والدین کے آداب جو تربیت کرنے والوں کو بچوں میں پیدا کرنے چاہئیں:

① والدین کے ہر حکم کی اطاعت کرنا، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا سبب ہو۔

② ان سے نرمی واحترام سے بات چیت کرنا۔

③ ان کی عزت وشہرت، نام ونمود اور شرافت ومال کی حفاظت کرنا۔

④ تمام امور میں ان سے مشورہ کرنا۔

⑤ ان کے لیے کثرت سے دعا واستغفار کرنا۔

⑥ اگر ان کا کوئی مہمان آ جائے تو دروازے کے قریب بیٹھنا اور ان کی نظر کا خیال رکھنا، تاکہ اگر وہ کسی چیز کا چپکے سے حکم دیں تو اسے بجا لا سکے۔

⑦ ان کے سامنے زیادہ زور سے بات نہ کرنا۔

⑧ جب وہ بات کرتے ہوں، تو ان کی بات نہ کاٹنا۔

⑨ بیوی، بچوں کو ان پر ترجیح نہ دینا۔

⑩ ان کا کیا ہوا کوئی کام پسند نہ ہو، تو اس پر ان کو ملامت نہ کرنا۔

⑪ ان کے سامنے بلا وجہ نہ ہنسنا۔

⑫ اگر وہ بیٹھے ہوں تو ان کے سامنے سونے اور لیٹنے سے بچنا، مگر یہ کہ اجازت دے دیں۔

Marfat.com

⑬ ان کے سامنے ٹانگیں پھیلا کر نہ بیٹھنا۔

⑭ کھانے میں ان کے سامنے سے نہ کھانا۔

⑮ اگر وہ پکاریں تو فوراً **لَبَّیْك** کہنا۔

⑯ ان کے ساتھیوں اور دوستوں کا اکرام کرنا۔

⑰ ایسے لوگوں کے ساتھ میل جول نہ رکھنا، جو والدین کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کرتے ہوں۔

⑱ ان کے لیے دعا کرنا (خصوصاً وفات کے بعد) اور کثرت سے یہ دعا کرنا

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۔ (بنی اسرائیل)

''یعنی اے میرے پروردگار! ان پر اس طرح رحم فرمایئے جس طرح بچپن میں انہوں نے میری پرورش کی۔''

2۔ رشتے داروں کے حقوق جن کی ایک مسلم بچے سے توقع ہے

اعزہ کے حقوق بھی بچوں میں اسی طرح پیدا ہو سکتے ہیں کہ والدین ان کا تذکرہ بچوں کے سامنے اچھے الفاظ سے کریں آپس کے اختلافات اگر معصوم ذہنوں کے سامنے رکھیں گے تو اس ذکرِ شر کا نقش اچھا نہیں ہوگا۔۔۔۔۔

تجربہ ہے کہ بچے ماموں اور نانا جی اور نانی جی کو بہت چاہتے ہیں اس کی وجہ ان بچوں کی ماں کے وہ الفاظ ہیں جو وہ اپنے والدین بھائیوں اور بہنوں کی صفات میں اپنے بچوں کے سامنے دوھراتی رہتی ہے۔ لہٰذا والدین اگر یہ چاہتے ہیں اساتذہ اور اقرباء کا احترام ہمارے بچوں کے دل میں آجائے اس کا ایک حل یہ بھی ہے کہ اساتذہ واعزہ کا ذکر اچھے الفاظ میں کریں۔

رشتہ داروں سے مراد وہ افراد ہیں جن سے نسب یا رشتے کی وجہ سے تعلق ہو اور ان کی ترتیب یہ ہے۔ والدین، دادا، دادی، بھائی، بہنیں، چچا، پھوپھیاں، بھائی کی اولاد، بہن کی اولاد، ماموں، خالائیں۔ پھر وہ رشتے دار جن کا درجہ ان کے بعد آتا ہے۔ پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتے دار۔

اس عمل کی فضیلت کے لیے یہ کافی ہے کہ رحم یعنی رشتہ داری اللہ تعالیٰ کے اسم رحمٰن سے

Marfat.com

مشتق رہے۔

صلۂ رحمی اور قرابت داروں کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کی طرف اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں رغبت دلائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

☆ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ○ (النسآء:۱)

''اور تم اللہ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کیا کرتے ہو، اور قرابت (کے حقوق ضائع کرنے) سے بھی ڈرو۔ بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کے حالات کی اطلاع رکھتے ہیں۔''

نیز ارشاد فرمایا:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ○

''اور قرابت دار کو اس کا حق دیتے رہنا، اور محتاج و مسافر کو بھی (ان کے حقوق) دیتے رہنا۔ اور (مال کو) بے موقع مت اڑانا۔'' (بنی اسرائیل:۲۶)

اس لیے والدین اور تربیت کرنے والوں کا فریضہ ہے کہ بچوں کو قطع رحمی کے انجام بد سے آگاہ کریں۔ اسی طرح صلۂ رحمی اور قرابت داری کے حقوق ادا کرنے کے نیک ثمرات و فوائد کو بیان کریں۔ صلۂ رحمی کے فوائد بیان کرتے ہوئے رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ صلۂ رحمی کرے۔ اور جو شخص اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے، ورنہ خاموش رہے۔ (بخاری، مسلم)

☆ نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ (مشکوٰۃ)

''قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

لہٰذا جب مربی بچے کے سامنے صلۂ رحمی کے یہ فضائل بیان کرے گا، تو وہ ضرور صلۂ رحمی کی

Marfat.com

طرف راغب ہوگا اور رشتے داروں کے حقوق ادا کرے گا اور ان کے غم وخوشی میں برابر کا شریک ہو گا، جو نیکی کی غایت اور صلۂ رحمی کا مقصد ہے اس لیے ہمیں ایسے معلموں اور مربّیوں کی سخت ضرورت ہے، جو بچوں کو یہ حقائق سمجھائیں اور ان مکارم اخلاق وخصائل حمیدہ کی جانب ان کی رہنمائی کریں۔

3۔ پڑوسی کا حق

تربیت کرنے والوں کو جن حقوق کا بہت خیال رکھنا چاہیے، ان میں سے ایک پڑوسی کا حق بھی ہے۔ لیکن پڑوسی کون ہے؟ وہ سب لوگ جو آپ کے دائیں بائیں، سامنے اور پیچھے چالیس گھر تک پڑوس میں رہتے ہوں، تمہارے پڑوسی ہیں اور ان سب کے آپ پر حقوق ہیں۔

اسلام کی نظر میں پڑوسی کے حقوق کی بنیاد چار اصولوں پر ہے۔

(۱) انسان اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ (۲) اس کو ایسے شخص سے بچائے جو اسے تکلیف پہنچاتا ہو۔ (۳) اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ (۴) اس کی بدمزاجی کا بردباری سے جواب دے۔

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک میں یہ بھی داخل ہے کہ مصیبت کے وقت اس کی تعزیت کرے اور خوشی کے موقع پر اس کو مبارکباد دے اور بیماری کی صورت میں عیادت کرے اور سلام کرنے میں پہل کرے اور دین ودنیا کے معاملات میں اپنی فہم کے مطابق اس کی رہنمائی کرے اور اگر کوئی پھل خریدے تو اسے ہدیہ کرے۔ یہ سب کام جب آپ کرتے ہیں تو بچوں کی معلومات کا لحاظ بھی رکھیں تاکہ آپ کے لختِ جگر میں یہ صفات پیدا ہوں۔

اور رسول اللہ ﷺ نے تو پڑوسی کے اکرام کرنے کو ایمان کی خصلتوں میں سے ایک خصلت شمار کیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

☆ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهٗ (بخاری ومسلم)

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہو، اسے اپنے پڑوسی کا اکرام کرنا چاہیے۔''

4۔ استاد کا حق

یہ اہم معاشرتی، تہذیبی اور اخلاقی حقوق میں سے ایک ہے۔ اس لیے بچے کی تربیت اس طرح کی جائے کہ وہ استاد کے احترام و اکرام اور اس کے حقوق ادا کرنے کا خوگر بنے۔ خصوصاً جبکہ معلم نیک و متقی ہو اور مکارمِ اخلاق میں ممتاز ہو۔

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علم حاصل کرو اور علم حاصل کرنے کے لیے وقار اور سکون سیکھو اور جن سے علم حاصل کرتے ہو ان کے سامنے تواضع اختیار کرو۔ (طبرانی معجم اوسط)

نیز ارشاد فرمایا: تین آدمیوں کی تحقیر منافق ہی کیا کرتا ہے: (۱) بوڑھا مسلمان (۲) استاد اور عالم، اور (۳) منصف حاکم (طبرانی، معجم کبیر)

طالبعلموں کے لیے چند ہدایات

چند آداب جو والدین کے مطالعے کے لیے لکھے جارہے ہیں یہ آداب اپنے بچوں کو سکھائیں، ان آداب کو مؤثر کرنے کا ذریعہ یہ ہے کہ بچے کے سامنے استاد کی کبھی برائی نہ کریں، اسے گھر میں اچھے لفظوں سے یاد کریں، کوئی قابل اصلاح بات ہو تو خود استاذ یا انتظامیہ سے کریں یہ نہ کہیں کہ میں استاذ سے نمٹ لوں گا۔

آداب کا خلاصہ یہ ہے:

① طالب علم کو چاہیے کہ استاد کے سامنے تواضع اختیار کرے اور اس سے رائے مشورہ کرنے سے اعراض نہ کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (باوجود جلالت قدر و عظمت اور بلندی مقام پر فائز ہونے کے) حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی سواری کی پالان پکڑ لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمیں اپنے علماء کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

Marfat.com

② شاگرد کو چاہیے کہ اپنے استاد کو عظمت واحترام کی نگاہ سے دیکھے اور اس کو کامل سمجھے۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں امام مالکؒ کے سامنے ورق اس خوف سے آہستہ پلٹتا تھا کہ وہ آواز نہ سن لیں۔ حضرت ربیعؒ کہتے ہیں کہ بخدا میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے رعب کی وجہ سے کبھی یہ جرأت نہیں کی کہ میں ایسی حالت میں پانی پیوں کہ وہ مجھے دیکھ رہے ہوں۔

③ طالب علم کو چاہیے کہ استاد سے ''تم'' یا ''تو'' کے ساتھ خطاب نہ کرے، بلکہ نہایت ادب کے ساتھ حضرت استاد، استاذی وغیرہ کے الفاظ سے مخاطب کرے، اسی طرح استاد کی غیر موجودگی میں بھی استاد کا نام اس طرح سے لے کہ جسے سن کر دوسرے شخص کو اس کی عظمت و احترام کا اندازہ ہو۔

④ شاگرد کو چاہیے کہ معلم واستاد کے حق کو پہچانے اور اس کے مرتبہ وفضل کو یاد رکھے۔ حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں کسی سے حدیث سن لیتا ہوں، تو زندگی بھر کے لیے اس کا غلام بن جاتا ہوں۔

⑤ طالب علم کو چاہیے کہ اپنے اساتذہ کے لیے ساری زندگی دعا کرتا رہے اور ان کے انتقال کے بعد ان کی اولاد، اعزہ، رشتہ داروں اور ان کے دوستوں کا خیال رکھے اور ان کی قبر پر حاضری دیا کرے اور ان کے لیے استغفار کیا کرے، اور ان کی طرف سے صدقہ وخیرات کیا کرے اور ان کے اخلاق وعادات کو پیش نظر رکھے اور پیروی کرے۔

⑥ طالب علم کو چاہیے کہ اسے استاد کی سخت گیری اور سخت مزاجی کو برداشت کرے اور اپنی غلطی پر معذرت پیش کرے۔

⑦ طالب علم کو چاہیے کہ استاد کے سامنے نہایت سکون اور تواضع واحترام سے بیٹھے اور ہمہ تن گوش ہو کر اس کی طرف متوجہ رہے اور بلاضرورت ادھر ادھر نہ دیکھے۔

⑧ طالب علم پر لازم ہے کہ وہ اپنے استاد کے سامنے ہر اس حرکت سے دور رہے جو وقار کے خلاف اور ادب وحیا کے منافی ہو۔

☆ والدین کو چاہیے کہ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ کوئی ملحد قسم کا استاد اس کے بچے کو کفر اور

Marfat.com

گمراہی کی باتوں کی تلقین کرتا ہے تو اس پر اللہ کے لیے ناراض ہو اور اس کو اپنے بچوں کے لیے استاد منتخب نہ کرے۔ اس ادارے سے اپنے لختِ جگر کو دور رکھے۔

ہمنشینوں کے حقوق کی رعائت

بچے کے لیے اچھے ہمنشین کا انتخاب کرنا نہایت ضروری ہے، اس لیے کہ صحبت کا اعمال اور اخلاق پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے، سچ کہا ہے جس نے یہ کہا ہے۔

''تم مجھ سے یہ نہ پوچھو کہ میں کون ہوں؟ بلکہ مجھ سے یہ پوچھو کہ تم کس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو، اس سے تم پہچان لوگے کہ میں کون ہوں؟''

اب اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کے فرامینِ مبارکہ ملاحظہ فرمایئے:

❶ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھے اور برے ساتھی کی مثال مشک والے اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے۔ مشک والا یا تو مشک (بلاعوض) تم کو دے گا یا تم اس سے خرید لوگے، یا اس کے پاس سے تمہیں اچھی خوشبو آئے گی اور بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلادے گا اور یا اس کے پاس سے تمہیں بدبو (تو ضرور ہی) ملے گی۔ (بخاری ومسلم)

❷ نیز ارشاد فرمایا:

کہ تم ساتھ نہ رہنا، مگر مومن کے، اور تمہارا کھانا نہ کھائے، مگر متقی آدمی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

❸ نیز ارشاد فرمایا:

تم برے ساتھی سے بچو، اس لیے کہ تمہیں اس کے ذریعہ پہچانا جائے گا۔ (ابن عساکر)

❹ نیز ارشاد فرمایا:

انسان اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے، اس لیے تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کررہا ہے؟ (ترمذی، ابوداؤد)

ان تمام امور کی وجہ سے مربی پر لازم ہے کہ اپنے بچے کے لیے اچھے ساتھیوں کا انتخاب کرے، خصوصاً صاحب سن شعور کو پہنچے، تو اس کے لیے صالح ساتھیوں کو منتخب کرے جن کے ساتھ وہ اٹھے بیٹھے اور کھیلے کودے اور پڑھے لکھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بلا کسی شک وشبہ کے ایسا

Marfat.com

معتدل اور فعال شخص بنے گا، جو معاشرے کے حق کو ایسے صحیح طریقے سے ادا کرے گا، جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور جس کا اسلام حکم کرتا ہے۔

رفاقت ومصاحبت کے حقوق

الف: ملاقات کے وقت سلام کرنا

ریاض الصالحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بچہ حاضر ہوا۔ آپ نے اسے باہر بھیجا کہ باہر جا کر سلام سے اجازت طلب کر پھر واپس آ۔ اس طرح بچے کو سلام کی عادت ڈالئے! بچے کے منہ سے سلام بہت پیارا لگتا ہے۔

☆ ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اسلام کے آداب میں سے کون سا ادب زیادہ بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تم کھانا کھلاؤ اور سلام کرو، جس کو تم جانتے ہو اسے بھی، اور اس کو بھی سلام کرو جس کو تم نہیں جانتے۔ (بخاری، مسلم)

نیز حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہو گے، جب تک مؤمن نہ بن جاؤ، اور تم مؤمن اس وقت تک نہیں بن سکتے، جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو اور کیا تمہیں ایسی چیز نہ بتلا دوں کہ جب تم اسے اختیار کر لو، تو آپس میں محبت پیدا ہو جائے۔ آپس میں سلام کو عام کرو۔ (مسلم)

اس مبارک عادت سے آپ کے بچے سے لوگ بڑی محبت کا سلوک رکھیں گے۔

ب۔ بیمار پرسی

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیمار کی عیادت کرو اور بھوکے کو کھانا کھلاؤ، اور قیدی کو آزاد کراؤ۔ (بخاری)

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ (۱) سلام کو جواب دینا۔ (۲) بیمار کی عیادت کرنا۔ (۳) جنازے میں شامل ہونا۔ (۴) دعوت کا

Marfat.com

قبول کرنا۔ (۵) چھینک کا جواب دینا۔ بچے کا کوئی ساتھی، بھائی یا کوئی عزیز بیمار ہو تو اسے عادت ڈالیں کہ وہ ان سے پوچھے کیا حال ہے جب اپنے منہ سے کہے گا کہ اللہ آپ کو شفاء دے، تو کتنا پیارا لگے گا؟

ج۔ چھینک آنے پر اس کا جواب دینا

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو اسے چاہیے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے۔ اور اس کا بھائی یا اس کا ساتھی اس کو یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہے۔ اور جب اس کا ساتھی یا بھائی یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہے تو وہ یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ کہے، یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت درست کرے۔ (بخاری)

یہ عادات خود بھی اپنائیں اور اپنے بچوں کو بھی عادت ڈالیں۔ تفصیلات اگلے باب میں۔

د۔ اللہ کے لیے اس سے ملاقات کرنا۔۔۔!

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے یا اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کرتا ہے، تو اسے ایک فرشتہ یہ ندا دیتا ہے کہ تم اچھے رہو اور تمہارا یہ چلنا مبارک ہو، اور تم نے جنت میں اپنا گھر بنالیا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

اگر آپ کے بچوں کی دوستی اچھے ساتھیوں سے ہے اور وہ بھی اس لیے کہ ان سے اچھی عادات سیکھے تو یہ مبارک عمل ہے اللہ کے لیے محبت ہے۔

ہ۔ سختی و پریشانی کے وقت مدد کرنا

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے کوئی معمولی پریشانی بھی دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی کسی بڑی پریشانی کو دور فرمائیں گے اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔ (بخاری، مسلم)

Marfat.com

کبھی کبھی آپ اپنے بچوں کے ذریعے اس کے غریب ساتھیوں کی اعانت کرتے رہیں تو ان میں یہ عادت ہمیشہ کے لیے پختہ ہوتی چلی جائے گی۔

و۔ مختلف موقع اور مناسبات میں ہدیہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا تهادوا تحابوا۔ ایک دوسرے کو ہدیہ دو (اور اس کے ذریعے) ایک دوسرے سے محبت کرو۔ (معجم اوسط)

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے مومنین کی عورتو! ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو۔ چاہے بکری کا ایک کھر ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور کینہ ختم ہو جاتا ہے۔ (معجم اوسط)

نیز ایک حدیث میں ہے، آپس میں مصافحہ کیا کرو یہ کینہ دور کرتا ہے اور آپس میں ہدیہ دیا کرو اس سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے اور بغض و کینہ ختم ہو جاتا ہے۔ (مؤطا امام مالک)

پس اے مربی حضرات والدین و اساتذہ! یہ وہ اہم اصول و ضوابط ہیں جنہیں بچوں کو شعور کی آنکھ کھولتے ہی سکھانا چاہیے۔ اس لیے کہ معاشرہ جب جذبۂ محبت و اخلاص، اور باہمی تعاون اور خیر خواہی کی بنیادوں پر قائم ہوگا، تو اس سے عدل و انصاف اور مساوات اور بھائی چارے کی فضا اطراف عالم اور تمام سرزمین میں پھیل جائے گی۔

5۔ بڑے کا حق

بڑے سے مراد ہر وہ شخص ہے جو عمر میں بڑا ہو، علم میں بڑا ہو، دین و تقویٰ میں بڑا ہو، عزت و شرافت اور قدر و منزلت میں برتر ہو، پس چھوٹوں پر لازم ہے کہ اپنے بڑوں کی قدر و منزلت کو پہچانیں اور ان کے حقوق کو ادا کریں۔ والدین و اساتذہ گہری نظروں سے دیکھیں کہ بچہ دادا، دادی، نانا، نانی اور بڑے بھائی کو عزت دیتا ہے یا نہیں؟

ارشادات نبوی ﷺ:

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

مَا اَکْرَمَ شَابٌّ شَیْخًا لِسِنِّہٖ اِلَّاقَیَّضَ اللّٰہُ لَہٗ مَنْ یُّکْرِمُہٗ عِنْدَ سِنِّہٖ (ترمذی)

''جونوجوان کسی بوڑھے کا اس کا بڑھاپے کی وجہ سے اکرام کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسے افراد کو مقرر کرے گا، جو اس کے بڑھاپے میں احترام کریں گے۔''

(۲) نیز ارشاد فرمایا:

''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کے حق کو نہ پہچانے۔'' (ابوداؤد، ترمذی)

(۳) نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کا تقاضا یہ ہے کہ بوڑھے مسلمان کا اکرام کیا جائے اور اسی طرح قرآن کریم کے حافظ اور عالم کا بھی اکرام ہونا چاہیے، مگر جو اس میں غلو کرنے والا ہو اور اس کو چھوڑنے والا ہو، اور اسی طرح عادل بادشاہ کا احترام کیا جائے۔ (ابوداؤد)

جس بچے کو آداب کی رعایت آتی ہے ہاتھ اور زبان سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا، وہ بچہ جب گھر میں داخل ہوتا ہے تو کتنے بڑوں کی دعائیں لے کر آتا ہے اور وہ دعائیں اس کے آڑے وقت میں کام میں آتی ہیں۔

نہ جانے مجھے دعاؤں میں کون یاد رکھتا ہے
میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھال دیتا ہے

اس کے برخلاف جو ماں باپ اس طرف متوجہ نہیں ہیں ان کا لختِ جگر جب گھر آتا ہے تو نامعلوم کتنے مظلوموں کی بددعائیں اس پر سوار ہوتی ہیں ۔۔۔۔۔ جو اس کی دینی و دنیاوی ناکامیوں اور محرومیوں کا ذریعہ بنتی رہتی ہیں۔

لہٰذا والدین سے توقع ہے کہ وہ اپنے نونہالوں اور اساتذہ اپنے زیرِ تربیت بچوں کی تمام حرکات وسکنات پر غور کرتے رہیں گے اور تلقین وعمل سے ان میں انسانیت کی خدمت کرنے اور ایذاءرسائی سے پرہیز کو لازمی سمجھیں گے۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات طیبہ سے معاشرتی آداب

ہمارے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات ستودہ صفات کیا تھیں اور معاشرتی رہن سہن کا انداز مبارک کیا تھا؟ ان چیزوں کا علم اور بچوں سے پریکٹیکل کروانا ایک سچے مسلمان والد اور والدہ کا فرض منصبی ہے۔

تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ بچوں کو معاشرتی آداب بھی سکھائیں، جن کے چند اہم عنوانات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) کھانے پینے کے آداب
(۲) سلام کے آداب
(۳) اجازت طلب کرنے کے آداب
(۴) مجلس کے آداب
(۵) بات چیت کے آداب
(۶) مزاح اور مذاق کے آداب
(۷) مبارکباد دینے کے آداب
(۸) بیماری پرسی کے آداب
(۹) تعزیت کے آداب
(۱۰) چھینک اور جمائی کے آداب۔

1۔کھانے کے آداب

والدین واساتذہ کی توجہ کے لیے درج ذیل واقعہ سیرت رسول اکرم ﷺ سے لکھا جارہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بچوں کو بھی آداب سکھاتے تھے۔

حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک بچہ تھا، اور برتن میں میرا ہاتھ اِدھر اُدھر چلا جاتا تھا، تو اس وقت مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے لڑکے! اللہ کا نام لے کر کھا۔ دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے سامنے سے کھا!۔(مشکوٰۃ)

یہ روایت مسلم شریف میں بھی ہے۔عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ اپنی یاداشت سے بتاتے ہوئے ان لمحات کا ذکر کرتے تھے جب ان کی تربیت کے لیے آنحضرت ﷺ نے کھانے کے آداب ارشاد فرمائے۔اب ہم مزید آداب کا تذکرہ کرتے ہیں والدین خیال رکھیں کہ ان کے بچے ان آداب کی رعایت رکھیں۔

☆ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بَرَکَۃُ الطَّعَامِ الوُضُوءُ قَبْلَہٗ وَالوُضُوءُ بَعْدَہٗ (ابوداؤد، ترمذی)

''کھانے میں برکت اس کے شروع کرنے سے پہلے اور اس کے بعد ہاتھ دھونے میں ہے۔'' (یہاں وضو سے مراد ہاتھ دھونا ہے)

نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گھر کی خیر و برکت بڑھادے، تو اسے چاہیے کہ جب اس کا کھانا آئے، تو اس سے پہلے بھی ہاتھ دھوئے اور جب اسے اٹھایا جائے، تب بھی ہاتھ دھوئے۔(ابن ماجہ بیہقی)

☆ کھانے کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر

Marfat.com

شروع کرے۔ اور اگر شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا بھول جائے تو بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ، کہہ لے یعنی میں اس کے شروع میں اور آخر میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاتا ہوں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

نیز روایات میں ہے کہ جب نبی کریم ؐ کھاتے پیتے تھے، تو یہ فرماتے تھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (احمد)

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا۔''

جب دوسرے کے یہاں کھانا کھائے تو یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ (مشکوٰۃ)

''اے اللہ! اس کو کھلا، جس نے مجھے کھلایا اور اس کو پلا، جس نے مجھے پلایا۔''

☆ جو کھانا بھی سامنے آئے تو اس کی برائی نہ کرے

اس لیے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی بھی کسی کھانے کی برائی نہیں کی۔ اگر کھانا آپ ﷺ کو اچھا معلوم ہوتا تھا تو تناول فرما لیتے تھے۔ اور اگر مرغوب نہ ہوتا تھا تو چھوڑ دیتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

☆ داہنے ہاتھ سے کھانا اور اپنے سامنے سے کھانا سنت ہے

☆ ٹیک لگا کر نہ کھانا

ٹیک لگا کر کھانا صحت کے لیے مضر ہے اور اس میں تکبر کا شائبہ بھی پایا جاتا ہے۔

وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

- لَا اٰکُلُ مُتَّکِئًا (بخاری) ''میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔''

☆ اگر کوئی بڑا موجود ہو تو اس سے قبل کھانا شروع نہ کریں۔۔۔۔۔!

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی کھانے میں

Marfat.com

شریک ہوتے، تو اس وقت تک برتن میں ہاتھ نہ ڈالتے، جب تک کہ رسول اللہ ﷺ اپنا دست مبارک برتن میں نہ ڈالیں۔ (مسلم)

پینے کے آداب

☆ بسم اللہ پڑھ کر پینا، آخر میں الحمدللہ پڑھنا اور دو یا تین سانس میں پینا

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تشْرِبُوا واحِدً كشُرْبِ الْبعِيْرِ ولكِنِ اشْربُوا مثنى وثلاث وسمُّوا اذا انتم شَرِبْتُمْ واحْمِدُوا اذا انتمْ رفعْتُم (ترمذی)

''اونٹ کی طرح ایک سانس میں مت پیو بلکہ دو یا تین مرتبہ میں پیو اور جب پیو تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر پیو، اور جب پی چکو تو اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کیا کرو''۔

☆ مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پینا مکروہ ہے

حضور سرور کائنات ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مشک یا مشکیزے کے منہ سے منہ لگا کر پیا جائے، اس لیے کہ یہ انداز معاشرہ کے مزاج کے منافی ہے اور یہ بھی ڈر ہے کہ پانی میں کوئی ایسی چیز پڑی ہو جو صحت کے لیے مضر ہو اور اس کا علم نہ ہو سکے۔ آج کے دور میں مشکیزہ بہت کم ہے اس لیے نلکا، کولر وغیرہ سے بغیر گلاس پانی پینے کا یہی حکم ہے جو مشکیزے کا بیان گیا ہے۔

☆ پانی وغیرہ کو پھونک کر پینے کی ممانعت

حضور اکرم ﷺ نے برتن میں منہ لگا ہونے کی حالت میں سانس لینے اور پانی میں پھونک مار کر پینے سے منع فرمایا ہے۔ پانی پیتے ہوئے برتن میں سانس لینے اور پانی میں پھونکنے کے طبی نقصانات بھی ہیں۔ نیز اس حرکت کا معاشرتی آداب کے منافی ہونا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

☆ بیٹھ کر کھانا پینا مستحب ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کرم ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا

ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کھڑے ہوکر کھانے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ تو اور برا ہے۔ (مسلم)

☆ پیٹ کو کھانے اور پینے سے خوب بھرنے کی ممانعت

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی آدمی نے اپنے پیٹ سے بدتر کسی برتن کو نہیں بھرا۔ آدمی کے لیے وہ چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا کر دیں۔ لیکن اگر تم زیادہ کھانا چاہتے ہو تو ایک حصہ کو کھانے کے لیے اور ایک حصہ پانی کے لیے اور ایک حصہ کو سانس لینے کے لیے کر لو۔ (احمد و ترمذی)

سونے اور بیٹھنے کے آداب

مناسب ہے کہ سونے کے وقت اور سو کر اٹھنے کے بعد کے آداب دعائیں بھی بچوں کو سکھائی جائیں مثلاً:

سونے کے وقت یہ پڑھے:

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی (بخاری)

''اے اللہ! تیرے نام پر مرتا اور تیرے ہی نام سے جیتا ہوں۔''

سو کر اٹھے تو یہ پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْر (بخاری)

''اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد جگایا اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔''

سلام کے آداب:

اسلام میں سلام کرنے کے بھی کچھ آداب ہیں۔ اس لیے تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ ان آداب کو بچے میں راسخ کریں اور اس میں والدین کی عزت بھی ہے ثواب بھی اور صدقہ جاریہ بھی، کا عادی بنائیں۔

☆ بچے کو یہ تعلیم دیں کہ شریعت نے سلام کا حکم دیا ہے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا (النور:۲۷)

اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا اور دوسرے گھروں میں داخل مت ہوؤ، جب تک اجازت حاصل نہ کرلو اور اس میں رہنے والوں کو سلام نہ کرلو۔''

☆ نیز فرمایا:

☆ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً ؕ (النور:۶۱)

''پھر جب تم گھروں میں جانے لگو، تو اپنے لوگوں کو سلام کرلیا کرو، دعا کے طور پر، جو خدا کی طرف سے مقرر ہے، برکت والی، عمدہ چیز ہے۔''

حدیث شریف میں ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، کیا چیز زیادہ بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

☆ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَءُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ

(بخاری، مسلم)

''کھانا کھلاؤ اور سلام کرو، اس کو بھی جسے تم جانتے ہو، اور اس کو بھی جسے تم نہیں پہچانتے۔''

نیز حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہوگے جب تک کہ مومن نہ بن جاؤ، اور مومن اس وقت تک نہ بنو گے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں کہ جب تم وہ کرلو گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے، آپس میں سلام کو پھیلاؤ (یعنی سلام کرنے کا رواج ڈالو)۔

سلام کے آداب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو اور کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں

Marfat.com

کو۔(بخاری، مسلم)۔

اور ایک روایت میں ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔(بخاری)

جنہیں سلام کرنا مکروہ ہے

① وضو کرنے والے کو ② جو شخص حمام میں ہو اس کو ③ کھانا کھانے والے کو ④ لڑائی جھگڑا کرنے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے ⑤ ایسے ہی قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے کو، اللہ کا ذکر کرنے والے ⑥ حج میں تلبیہ پڑھنے والے کو ⑦ جمعہ وغیرہ میں خطبہ دینے والے کو، تقریر کرنے والے کو ⑧ مسجد مدرسہ میں درس و تدریس یا وعظ و نصیحت کرنے والے کو ⑨ اذان یا اقامت کہنے والے کو ⑩ اور قضائے حاجت میں مشغول اشخاص کو سلام کرنا مکروہ ہے

اور اگر کوئی شخص ان حالات میں سلام کرے تو جس کو سلام کیا گیا ہے اس کو سلام کا جواب دینا لازم نہیں ہے۔لہذا مربی حضرات کو چاہیے کہ سلام کے آداب کی خود رعایت کرے اور یہ آداب اپنے بچوں کو بھی سکھلائیں، تا کہ وہ معاشرتی زندگی میں ان آداب کے عادی بنیں۔

اجازت مانگنے کے آداب

اجازت طلب کرنے کے بھی کچھ آداب ہیں جن کو بچوں میں راسخ کرنا اور سکھانا ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ لِیَسْتَاذِنكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ الخ (النور:۵۸)

''اے ایمان والو! تمہارے مملوکوں کو اور جو تم میں سے حدِ بلوغ کو نہیں پہنچے، ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہیے۔

اس قرآنی نص میں اللہ تعالیٰ مربیوں کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو جو ابھی تک سن بلوغ کو نہیں پہنچے ہیں، یہ تعلیم دیں کہ وہ تین حالات وواقعات میں کسی بھی گھر میں جانے کے

Marfat.com

لیے اجازت مانگا کریں۔

❶ فجر سے پہلے، اس لیے کہ وہ سونے کا وقت ہوتا ہے۔

❷ دوپہر کے وقت، اس لیے کہ وہ کھانے کے بعد قیلولہ اور آرام کا وقت ہوتا ہے۔

❸ نمازِ عشاء کے بعد۔ اس لیے کہ یہ تو خاص طور سے سونے ہی کا وقت ہوتا ہے۔

جب بچے سن شعور کو پہنچ جائیں تو ان اوقات مذکورہ کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی اجازت لے کر اندر جائیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان مبارک کی تعمیل ہو جائے۔

جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور:۵۹)

''اور جس وقت تم میں وہ لڑکے حد بلوغ کو پہنچیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہیے جیسا ان سے اگلے (یعنی ان سے بڑے عمر کے) لوگ اجازت لیتے ہیں۔''

قرآن کریم کی ان رہنمائیوں سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ اسلام بچوں کی معاشرتی تربیت اور کردار و اخلاق سازی کا بہت اہتمام کرتا ہے تاکہ بچہ جب سن بلوغ کو پہنچے تو وہ آداب و اخلاق اور اپنی تمام زندگی میں ایک مہذب اور شائستہ انسان کا زندہ نمونہ ہو۔ اس لیے جو والدین و اساتذہ اپنے متعلقہ بچوں کو اجازت کے آداب سکھاتے ہیں، وہ بڑے فریضے کو ادا کرتے ہیں۔

اجازت طلب کرنے کا طریقہ

☆ پہلے سلام کرے پھر اجازت طلب کرے۔

حدیث شریف میں ہے کہ پہلے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہے پھر کہے میں داخل ہو سکتا ہوں؟ (ابوداوٗد)

یہ وہاں کا ادب ہے، جہاں آواز پہنچتی ہو یعنی کمرے کے قریب، ورنہ بل وغیرہ بجا کر اطلاع دے کر اجازت لیں۔

Marfat.com

☆ اجازت طلب کرتے وقت اپنا نام یا لقب ذکر کرنا چاہیے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کون ہے؟ میں نے عرض کیا، میں! نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ''میں، میں کیا ہوتا ہے؟'' اس سے معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر اپنا نام یا لقب بتلانا چاہیے تاکہ دریافت کرنے والے کو الجھن نہ ہو۔

☆ تین مرتبہ اجازت طلب کرنا چاہیے

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اجازت تین مرتبہ طلب کرنا چاہیے۔ پھر اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ واپس ہو جاؤ۔ بہتر ہے کہ پہلی مرتبہ اجازت طلب کرنے اور دوسری مرتبہ اجازت طلب کرنے کے درمیان اتنا فاصلہ ہو جس میں انسان چار رکعت نماز پڑھ لے، اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ جس وقت اجازت طلب کی جا رہی ہو وہ نماز پڑھ رہا ہو یا قضاءِ حاجت کے لیے گیا ہو۔

Marfat.com

☆ دروازے سے کنارے کھڑے ہونا چاہیے

نبی کریم ﷺ جب کسی کے دروازے پر تشریف لے جاتے تو بالکل دروازے کے سامنے ہرگز نہ کھڑے ہوتے، بلکہ اس کے دائیں یا بائیں کھڑے ہو کر فرماتے ''السلام علیکم'' (ابوداؤد)۔

☆ اگر گھر والا اجازت نہ دے، تو خوشی خوشی واپس لوٹ جانا چاہیے

اس لیے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ (النور: ۲۸)

''اور اگر تم سے کہہ دیا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آیا کرو، یہی تمہارے حق میں پاکیزہ تر ہے۔''

یہ وہ آداب اسلامی ہیں، جنہیں مربیوں کو خود اپنانا چاہیے اور اپنے بچوں کو بھی سکھانا چاہیے۔

لباس کے آداب

① بچوں اور بچیوں کے لباس میں واضح فرق ہونا چاہیے۔

② غیر قوموں کا لباس ٹائی، پینٹ، ساڑھی اور دیگر غیر شرعی لباسوں سے بچوں کو بھی

بچانا چاہیے۔

③ بچیوں کو پانچ سال کی عمر سے ہی دوپٹے سمیت مکمل لباس کا عادی بنادینا چاہیے۔

④ لباس کے اثرات بھی دلوں پر پڑتے ہیں، اس لیے مسلمان کو اپنے بچوں کے لباس میں شرعی قوانین کا خیال رکھنا چاہیے۔

مجلس کے آداب

کوئی انسان تنہائی میں زندگی نہیں گزارتا۔ مہد سے لحد تک اسے دوسرے لوگوں سے ربط و ضبط کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لیے بہتر اور کامیاب زندگی میں انسان کے سماجی تعلقات بے حد اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ سماجی تعلقات میں مجلسی روابط کو خصوصیت حاصل ہے۔ اس لیے ماں باپ اور مربی حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کے دوران سماجی رکھ رکھاؤ اور مجلسی آداب کا درس دیں۔ اور بچہ ان آداب کا لحاظ رکھے۔

☆ مجلس میں جس سے ملے مصافحہ کرے

چھوٹا بچہ جب کسی سے مصافحہ کرتا ہے یا بڑی خواتین کے آگے اپنا سر کر دیتا ہے کہ وہ پیار سے ہاتھ رکھ دیں تو کتنا بھلا لگتا ہے؟

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان باہم ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔ (ابوداؤد)

☆ رسول اللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''کوئی بھی دو مسلمان ایسے نہیں ہیں، کہ آپس میں ایک دوسرے سے ملیں اور مصافحہ کریں مگر یہ کہ ان کے جدا ہونے سے قبل ہی اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔'' (ترمذی)

☆ حضرت عطا خراسانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: آپس میں مصافحہ کیا کرو، اس سے کینہ اور حسد دور ہوتا ہے اور ہدیہ دیا کرو، اس سے محبت پیدا

Marfat.com

ہوتی ہے اور عداوت ختم ہو جاتی ہے۔

☆ آنے والے کو چاہیے کہ جہاں مجلس ختم ہو، وہیں بیٹھ جائے

جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اس جگہ بیٹھ جاتے جہاں جگہ ہوتی تھی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ آنے والا عام آدمی ہو لیکن اگر آنے والا عالم یا ذی وجاہت ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ حاضرین یا گھر والے اس کو اس کے مناسب جگہ بٹھائیں۔ اس لیے بچوں کو سمجھائیں کہ کہیں بھی لوگوں کے درمیان میں نہ بیٹھیں۔

☆ مجلس میں اگر تین افراد ہوں، تو دو آدمیوں کو آپس میں سرگوشی نہیں کرنا چاہیے

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جب تم تین آدمی ہو، تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں، تاکہ اس کو تکلیف نہ ہو اور وہ بدگمانی میں مبتلا نہ ہو۔ (بخاری، مسلم)

اور بچوں کو بڑوں کے درمیان بغیر اجازت بولنا نہیں چاہیے۔

☆ مجلس کے کفارہ کی دُعا؟

حضورؐ جب مجلس سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو یہ پڑھتے:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ (حاکم)

''اے اللہ! آپ پاک ہیں اور میں آپ کی حمد بیان کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں آپ سے معافی چاہتا ہوں اور آپ کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔''

☆ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آج کل آپ ﷺ ایک ایسی دعا پڑھتے ہیں جو اس سے قبل نہیں پڑھتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دعا ان غلطیوں کا کفارہ ہے جو مجلس میں صادر ہو جاتی ہیں۔

مجلس کے جو آداب شرعیہ ہم نے بیان کیے ہیں ان پر اساتذہ و والدین کو خود عمل کرنا چاہیے اور بچوں کو بھی یہ آداب سکھانا چاہییں تاکہ وہ بھی معاشرتی زندگی اور لوگوں کے ساتھ معاملات میں

Marfat.com

ان کو اپنائیں۔

گفتگو کے آداب

معاشرتی آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مربی حضرات بچپن ہی سے اپنے بچوں کو بات چیت کرنے کے آداب سکھائیں اور جواب دینے کے اصول ذہن نشین کرائیں کہ بچوں کے لیے جہاں بولنا مناسب ہو وہاں بولیں اور جہاں خاموشی بہتر ہو وہاں چپ رہیں، اس سلسلے میں ذیل میں درج باتوں کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔

☆ فصاحت کے ساتھ گفتگو کرنا

فصاحت و بلاغت کے ساتھ گفتگو کرنا انسان کے لیے زیور ہے اور شیریں انداز گفتگو انسان کا جمال ہے۔ حضور ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: انسان کا جمال اس کی فصاحت و بلاغت ہے۔ (المستدرک للحاکم)

☆ بات ٹھہر ٹھہر کر اور واضح کرنا چاہیے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تم لوگوں کی طرح جلدی جلدی بات نہیں کرتے تھے بلکہ آپ ﷺ اس طرح گفتگو فرماتے تھے کہ اگر کوئی گفتگو کے الفاظ شمار کرنا چاہے تو شمار کر لے۔ (بخاری و مسلم)

اور اسماعیل اپنی روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی گفتگو ایسی صاف اور واضح ہوتی تھی کہ دلوں تک پہنچ جاتی تھی اور ابوداؤد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی گفتگو ایسی صاف اور واضح ہوتی تھی جسے ہر سننے والا سمجھ لیا کرتا تھا۔

☆ فصاحت و بلاغت میں زیادہ تکلف کی ممانعت

اور نبی کریم ایسی فصیح اور واضح گفتگو فرماتے جس میں نہ طوالت ہوتی نہ اختصار اور بہت زیادہ بات چیت نہ فرماتے اور منہ پھاڑ کر تکلف سے بات کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

Marfat.com

☆لوگوں کی سمجھ کے مطابق بات کرنا

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم انبیاء کی جماعت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے ان کی عقل اور سمجھ کے مطابق گفتگو کریں۔ (مسند دیلمی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفا روایت ہے کہ لوگوں سے ایسی باتیں کرو کہ جنہیں وہ سمجھتے اور جانتے ہوں۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلایا جائے۔ (بخاری)

☆ بات کرنے میں تمام حاضرین کی طرف توجہ

گفتگو کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ بات کرنے والا اپنی نظر اور توجہ تمام حاضرین کی طرف رکھے، تاکہ ان میں سے ہر فرد یہ محسوس کرے کہ وہ اسی سے مخاطب ہے یا اس سے خاص طور سے بات کر رہا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کا یہی دستور اور طریقہ تھا، جس سے ہر صحابی اپنے آپ کو حضور ﷺ کا خاص محبوب سمجھتا تھا۔

☆گفتگو کے درمیان خوش کلامی کرنا

گفتگو کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ گفتگو کے دوران اور اس کے بعد کسی قدر مزاح کی باتیں بھی کرے، تاکہ لوگ تنگ دل نہ ہوں اور آزردہ خاطر نہ ہو جائیں۔

مذاق کے آداب

اسلام اپنے شاندار بنیادی اصولوں کی وجہ سے مسلمانوں کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ وہ دوسروں سے مانوس ہوں اور دوسروں کو اپنے سے مانوس بنائیں۔ خوش اخلاقی، خوش طبعی، خندہ پیشانی والے، اچھے اوصاف کے مالک ہوں اور بہترین برتاؤ کرنے والے ہوں، تاکہ جب لوگ ان سے ملیں تو ان کی طرف راغب ہوں۔ مگر ہاں مذاق اور دل لگی میں بھی قواعد و آداب ہیں، جن کی رعایت لازم و ضروری ہے۔ وہ یہ ہیں:

☆ پہلی بات یہ ہے کہ مذاق میں اعتدال ہونا چاہیے، زیادہ ہنسی مذاق سے دل مردہ ہو جاتا ہے، عداوت اور دشمنی پیدا ہو جاتی ہے اور چھوٹا بڑے پر جری ہو جاتا ہے۔

☆ اسی طرح مذاق میں کسی کو تکلیف نہیں دینا چاہیے مذاق، گھر بار، رشتے داروں اور دوستوں کے ساتھ کیا جا سکتا ہے، لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ مذاق ایسا ہو جس سے کسی کو ایذا نہ پہنچے، نہ کسی مخلوق کی توہین و تذلیل ہوتی ہو اور نہ ہی وہ کسی کے غمگین کرنے کا ذریعہ ہو۔ نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کو ایسے مذاق سے منع فرماتے تھے جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔

ہمارے شہروں میں اپریل فول کی ایک عادت پھیل گئی ہے جو نہایت گندی اور ناپسندیدہ ہے، جسے ہم نے اہل مغرب سے لیا ہے۔ جس کا ہمارے بلند اسلامی اخلاق اور انداز سے کوئی تعلق نہیں اور بلاشبہ یہ ایک ایسا جھوٹ ہے، جو قطعاً حرام ہے، اس لیے اس کو ترک کر دینا چاہیے۔

مبارک باد دینے کے آداب

خوشی میں دوسروں کو مبارک باد دینا محبت کے وجود کی علامت ہے، اس لیے کوشش ہونی چاہیے کہ بچوں کو یہ عادت ڈالیں کہ اس کا کوئی دوست کلاس میں پاس ہو وہ اسے مبارک دے۔ کسی دوست کے والدین نے نیا مکان خریدا ہے آپ کا بچہ اپنے دوست کو مبارک دے۔ اس لیے کہ مسلمان کو مبارک باد پیش کرنا اور اس کو خوش کرنا اسلام کی نظر میں بہت بڑی نیکی ہے اور فرائض کے بعد اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل ہے، بلکہ مغفرت کا ذریعہ ہے اور جنت تک پہنچانے کا راستہ ہے۔

۱۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو خوش کرنے کے لیے اس طریقے سے ملتا ہے جو اسے پسند ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے خوش کر دیں گے۔ (معجم صغیر الامام طبرانی)

۲۔ نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسباب مغفرت میں سے یہ بھی ہے کہ تم مسلمان بھائی کو خوش کر دو۔ (معجم کبیر)

عیادت کے آداب

وہ اہم ترین معاشرتی آداب جن کی طرف مربیوں کو بہت توجہ دینی چاہیے اور اپنے بچوں کو ان کا عادی بنانا چاہیے ان میں سے بیمار کی عیادت کے آداب بھی ہیں، تاکہ بچے میں شروع ہی

سے دوسروں کے درد وغم میں شریک ہونے کی عادت پیدا ہو جائے۔ اس لیے اسلام نے بیمار کی عیادت کا حکم دیا ہے بلکہ اس کی عیادت کو مسلمان کا حق قرار دیا ہے۔

☆ الف۔ بیمار پرسی میں جلدی کرنا

حضور علیہ السلام ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا مَرِضَ فَعُدْہُ۔ ''جب وہ (مسلمان) بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیادت بیماری کی ابتدا ہی سے ہونی چاہیے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عیادت بیماری کے تین دن گزرنے کے بعد ہونا چاہیے۔ تو ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہو جائے گی کہ اگر مرض خطرناک ہو تو فوراً عیادت کرنی چاہیے اور اگر عام بیماری ہو تو تین دن کے بعد بھی کر سکتے ہیں۔

☆ ب۔ عیادت کے وقت میں کم بیٹھنا چاہیے

کوئی شخص عیادت کے لیے جائے اور اس کے دیر تک بیٹھنے سے ضرر کا اندیشہ ہو تو زیادہ نہ بیٹھے اور اگر مریض کو اس سے تسلی ہو اور اس کی باتوں سے مریض کا دل بہلتا ہو تو زیادہ دیر تک بیٹھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

☆ ج۔ بیمار کے اہل وعیال سے اس کا حال پوچھنا

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام ﷺ کے مرض وفات میں آپ ﷺ کے پاس سے تشریف لائے تو لوگوں نے سوال کیا کہ اے ابوالحسن! حضور ﷺ کی رات کیسی گزری؟ انہوں نے فرمایا:

اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰہِ بَارِئاً ''الحمدللہ وبصحت ہیں۔''

تعزیت کے آداب

وہ معاشرتی آداب جن کا مربیوں کو بچوں کی تربیت کے سلسلے میں اہتمام کرنا چاہیے ان میں

Marfat.com

سے تعزیت بھی ہے، اگر کسی کے عزیز کا انتقال ہو جائے یا کوئی عزیز ترین چیز گم ہو جائے تو اس پر تعزیت کرنی چاہیے۔

تعزیت کا مطلب یہ ہے کہ اچھے کلمات اور مسنون دعاؤں کے ذریعے میت کے پسماندگان کو اس طرح سے تسلی دے جس سے ان کا غم ہلکا ہو اور مصیبت کا تحمل آسان ہو جائے، لہٰذا تعزیت کرنا مستحب ہے خواہ وہ ذمی ہی کیوں نہ ہو۔

ا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی مومن ایسا نہیں، جو مصیبت کے موقع پر اپنے بھائی کی تعزیت کرے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے اعزاز و اکرام کی پوشاک پہنائیں گے۔ (ابن ماجہ)

۲۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مصیبت زدہ کی تعزیت کرتا ہے، اس کو بھی اس کے برابر اجر و ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی)

چھینک اور جمائی کے آداب

☆ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور یَرْحَمُکَ اللّٰہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے اور اس کا بھائی یا ساتھی اس کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہے تو اسے چاہیے کہ کہے یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت دے اور آپ کی حالت درست کرے۔ (بخاری)

☆ اگر چھینکنے والا الحمد للہ نہ کہے تو جواب نہ دیا جائے

اس لیے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو اس کو یَرْحَمُکَ اللّٰہُ سے جواب دو اور اگر وہ الحمد للہ نہ کہے تو اس کو چھینک کا جواب نہ دو۔

☆ چھینک کے وقت منہ پر ہاتھ رکھنا اور آواز کو پست کرنا چاہیے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب چھینک آتی تھی تو

Marfat.com

آپ ﷺ اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیا کرتے تھے، اور اس کے ذریعے آواز کو پست کر لیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

باادب بانصیب

گذشتہ اوراق میں لکھے گئے آداب درحقیقت حضور نبی کریم ﷺ کے مسنون اعمال اور آپ کی عادات مبارکہ اور خصائل شریفہ ہیں چاہیے کہ ہر مسلمان انہیں حرزِ جان بنالے۔ اس لیے کہ یہ آداب والدین و اساتذہ کے لیے بھی ہیں، بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ مربی حضرات اور بچوں کی مائیں ان آداب کا مطالعہ کر کے بچوں کے سامنے عملی نمونہ پیش کریں۔ ایک ایک ادب ایک ایک سنت ہے اور ہر سنت پر سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

اور جتنا دین کا علم والدین کو ہے ان کے لیے ضروری ہے کہ اسے اپنی اولاد میں عملاً منتقل کر دیں۔ (اللہ آپ کی اور ہماری مدد فرمائے۔ آمین)

Marfat.com

باب نمبر 9

جنسی ضروریات اوران کا شرعی حل

اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو علیحدہ علیحدہ خصوصیات دے کر بنایا ہے پھر دونوں کے درمیان تعلقات کی حدود متعین کر دی ہیں۔اور فرمایا ہے:

تِلۡکَ حُدُوۡدُ اللّٰہِ فَلَا تَعۡتَدُوۡھَا (سورۂ بقرہ)

''یہ اللہ کی حدود ہیں انہیں نہ پھلانگو!''

والدین واساتذہ نے جب سے اس تعلیم خاص پر توجہ کو خیر باد کہا ہے۔ادھر سے ہمارے ذرائع ابلاغ نے زہر اگلنا شروع کیا ہے۔غیرت کا جنازہ نکلتا جا رہا ہے۔بے حیائی فحاشی کا ایک دریا ہے جسے روکنے کے لیے تمام مربی حضرات کو ایک ہو کر بچوں کی آئندہ کھیپ پر سخت محنت کی ضرورت ہے۔جس کے ذریعہ برائی کے سیلاب کے سامنے پل باندھا جا سکے اور ہماری آئندہ نسل ایک صحتمند معاشرے میں سانس لے۔

آئندہ صفحات میں اس اہم معاشرتی مسئلے کے متعلق شرعی احکام لکھے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

دیکھنے کے احکام

1۔ محارم کی طرف دیکھنے کے احکام:

جن عورتوں سے نکاح کرنا انسان پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو انہیں مرد کے محارم کہا جاتا ہے، وہ مرد جن سے عورت کو ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو انہیں عورتوں کا محارم کہا جاتا ہے۔ تو اس لحاظ سے محارم میں یہ لوگ داخل ہیں:

ان خواتین کا تذکرہ جو ایک مسلمان بالغ لڑکے پر حرام ہیں یعنی ان عورتوں سے نکاح جائز نہیں ان کو دیکھنا اور ضروری بات بغیر پردے کے کرنا جائز ہے۔

☆ نسب کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتیں سات ہیں، ان سے نکاح جائز نہیں اور نہ ہی پردہ فرض ہے۔ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد پاک میں فرمایا ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ (النساء:۲۳)

”تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں۔“

☆ وہ عورتیں جو رشتہ ازدواج کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں، وہ چار ہیں:

والد کی بیوی، بیٹے کی بیوی، بیوی کی والدہ، بیوی کی بیٹی، یہ سب قرآن پاک سے ثابت ہے۔

☆ دودھ کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتیں یہ ہیں:

وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ (نساء:۲۳)

”اور (تم پر حرام کی گئیں) تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہاری وہ بہنیں جو دودھ شریک ہیں۔“

لہٰذا دودھ شریک بہن سے بھی پردہ نہیں ہے خلاصہ یہ ہے کہ جن عورتوں سے نکاح جائز ہے اپنے بالغ بچوں کو ان سے دور رکھیں اسی طرح جن لڑکوں سے آپ کی بیٹی کا نکاح ہو سکتا ہے ان

Marfat.com

سے پردہ کروانا یعنی وہ مرد آپ کی بیٹی کو نہ دیکھیں اور نہ ہی آپ کی موجودگی کے بغیر ان کا بات کرنا مناسب ہے ایسے لڑکوں کو دیکھنا بھی حرام ہے۔

2۔ جس سے شادی کرنے کا ارادہ ہو، اس کی طرف دیکھنے کے احکام

شریعت اسلامیہ نے شادی کرنے والے کو اپنی ہونے والی عورت کو دیکھنے کی اجازت دی ہے، اسی طرح لڑکی کو بھی اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنے ہونے والے شوہر کو دیکھ لے تا کہ وہ دونوں شریک حیات ایک دوسرے کو خوشدلی سے پسند کرلیں۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

☆ اُنظُر الیھَا فِانَّهُ اَحرٰی اَن یؤْدَم بَیْنَکُمَا (مسلم)

"اس کو دیکھ لو۔ اس لیے کہ اس کی وجہ سے تمہارے رشتہ ازدواج کو دوام ملے گا۔"

لیکن اس دیکھنے کے بھی آداب ہیں جن کی رعایت ضروری ہے، وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) اگر لڑکے کا کسی لڑکی سے نکاح کرنے کا پکا ارادہ ہو، تو اس کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھ سکتا ہے۔ صرف دیکھنا مقصد ہو تو حرام ہے۔

(۲) اگر ضرورت محسوس ہو تو اس لڑکی کی صورت کو اپنے ذہن میں رکھنے کے لیے اسی وقت میں کئی بار نظر ڈال سکتا ہے۔

(۳) لڑکی اور لڑکا دیکھنے اور شادی طے ہونے والی مجلس میں ایک دوسرے سے بات چیت بھی کر سکتے ہیں۔

(۴) ہاں لڑکی سے مصافحہ کرنے کی کسی صورت میں اجازت نہیں ہے، کیوں کہ شادی سے قبل وہ لڑکی اجنبی ہوتی ہے اور اجنبیہ سے مصافحہ کرنا حرام ہے۔

(۵) اسی طرح لڑکی کے کسی عزیز کے بغیر تنہائی میں دونوں کا اکٹھا ہونا بھی جائز نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ہی اس جانب بھی اشارہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آزاد خاندانوں میں آج کل جو عام رواج ہے کہ لڑکا اور لڑکی بغیر کسی قید و بند کے ملتے جلتے رہتے ہیں، جس کا جواز یہ بیان کیا جاتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی عادات و اخلاق سے واقف ہو جائیں تو یہ طریقہ اسلام

Marfat.com

کے بالکل خلاف ہے، اس لیے کہ اگر شادی طے نہ ہوئی تو پھر اس کا ضرر لڑکی کو خاص طور پر یہ پہنچے گا کہ لڑکی بدنام ہو جائے گی اور لوگ ایسی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے سے گریز کرنے لگیں گے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لڑکی بغیر شادی ہی کے بیٹھی رہ جائے گی۔

3۔ اجنبی عورت یعنی جن سے نکاح ہوسکتا ہے ان کی طرف دیکھنے کے احکام

اجنبی مرد وہ ہے، جس سے عورت کے لیے نکاح کرنا جائز ہو، جیسے کہ چچازاد بھائی، پھوپھی زاد، ماموں زاد بھائی، خالہ زاد بھائی اور بہن کا شوہر اور خالہ کا شوہر (مگر جبکہ بہن اور خالہ سے رشتۂ زوجیت ختم ہو چکا ہو پھر احکام مختلف ہیں)

اجنبی عورت وہ ہے جس سے نکاح کرنا درست ہو جیسے چچازاد بہن، پھوپھی زاد بہن، ماموں زاد بہن، وغیرہ۔ اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے کے حرام ہونے کی اصل دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ذیل ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ o وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (النور: ۳۰۔۳۱)

”آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بے شک اللہ کو سب خبر ہے جو لوگ کیا کرتے ہیں اور اسی طرح مسلمان عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔“

رسول اللہ ﷺ اللہ جل شانہ سے روایت کرتے ہیں کہ ”نگاہ بد شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو میرے ڈر سے اسے چھوڑ دے گا تو میں اس کے بدلے میں اس کے دل میں ایسا ایمان پیدا کروں گا، جس کی شیرینی وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔ (طبرانی، حاکم)

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کی نظر کسی عورت کے حسن و جمال پر پڑے اور پھر وہ اپنی نگاہ اس سے جھکا لے۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے ایسی عبادت کی توفیق دیتے

Marfat.com

ہیں جس کی حلاوت اسے اپنے دل میں محسوس ہوتی ہے۔ (احمد، طبرانی)

4۔ مسلمان بچہ اور جنسی جذبات

والدین اور اساتذہ پر اسلام نے جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بچے کو ان تمام چیزوں سے دور رکھے جو اس کے جنسی جذبات کو بھڑکانے اور اخلاق کے خراب کرنے کا ذریعہ بن سکیں اور یہ کام اس وقت سے شروع کر دینا چاہیے جب بچہ بالغ ہونے کی عمر کے قریب پہنچ جائے، اور یہ زمانہ نو یا دس سال کی عمر سے بالغ ہونے تک کا زمانہ ہے۔ اس لیے بچے کو نو ہی سال کی عمر کے بعد سے غیر محرم عورتوں کے پاس جانے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دس ذوالحجہ کو حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا تھا، اس وقت وہ قریب البلوغ تھے۔ حضرت فضل قبیلہ خثعم سے تعلق رکھنے والی ایک عورت کی طرف دیکھنے لگے جو نبی کریم ﷺ سے دینی امور میں کچھ پوچھ رہی تھی تو نبی کریم ﷺ نے حضرت فضل کی ٹھوڑی پکڑ کر ان کا چہرہ اس عورت کی طرف سے دوسری جانب پھیر دیا۔

اس باب میں مربی حضرات کی ذمہ داری دو باتوں میں منحصر ہے: اندرونی نگرانی اور بیرونی نگرانی۔

① اندرونی نگرانی

بچے کو خاص خاص اوقات میں گھر میں داخل نہ ہونے دینا (جس کا ذکر پہلے آچکا ہے)، بچے کو خوبصورت عورت کے پاس جانے سے روکنا، دس سال کی عمر کے بعد بہن یا بھائی کے بستر پر نہ سونے دینا، گھر میں ٹیلویژن وغیرہ یا اس کے علاوہ مخرب اخلاق ڈراموں کے دیکھنے سے منع کرنا، بچے کی ننگی تصاویر یا محرک جذبات کیسٹ رکھنے سے باز رکھنا، یہ سب مربی کی ذمہ داری ہے۔

② بیرونی نگرانی

سینما، تھیٹر اور ڈراموں سے جو جنسی جذبات کو برانگیختہ کرنے والے ہوں، ان سے روکنا۔ اسی طرح ان بازاری فتنہ سامانیوں اور عریاں لباسوں کو دیکھنے سے بھی باز رکھنا لازمی ہے جن کو دیکھ

Marfat.com

کر نوجوان اپنا دماغی استقلال اور ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہیں۔

اسی طرح مربی حضرات کے لیے ضروری ہے کہ غلط قسم کے ہوٹلوں کے فساد سے بچوں کو دور رکھیں، اس لیے کہ وہاں ایسے لوگ رہتے ہیں جن میں شرافت وغیرت اور حمیت نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی اور ایسی عورتیں جمع ہوتی ہیں جن کے دل میں حیا، پاکدامنی اور عزت وکرامت کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

یہ ایک ایسی متعدی بیماری ہے کہ جو مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کی وجہ سے ہمیں بھی لگ گئی ہے۔ چونکہ ہم نے اس مغربی تہذیب کے صرف ظاہر کو دیکھا اور باطن پر غور نہیں کیا۔ اس لیے اس مرض میں ہم بھی گرفتار ہو گئے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم اپنے وقت کو لغویات میں برباد اور زندگی کے قیمتی سرمایہ کو ضائع کر رہے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

5۔ بچے کے اخلاق درست کرنے کے وسائل

الف: اسلامی ذہن سازی:

اگر شروع ہی سے بچے کو ذہن نشین کرا دیا جائے کہ معاشرتی فساد اور اخلاقی بے راہ روی جو اسلامی معاشرے میں پھیلی ہوئی ہے، یہ یہودی، صیہونی، اور صلیبی واستعماری سازشوں کا ہی نتیجہ ہے، تو بچے کو اس کی حقیقت بخوبی سمجھ میں آ جائے گی جو اسے شہوات، ولذات میں پڑنے سے روک دے گی اور بہت سے فتنوں سے رکاوٹ بن جائے گی۔ اور وہ اپنی تعلیم وترقی پر خوب توجہ دے سکے گا۔

دین دشمن قوتیں چاہتی ہیں کہ شراب، جنسی ڈراموں، رسالوں، اخبارات، ریڈیو، ٹیلویژن کے پروگراموں، لادینی کتابوں اور اخلاق سوز قصے کہانیوں کے ذریعے اسلامی معاشرے کو ختم اور تباہ کر دیا جائے، اس لیے اے تربیت کرنے والو! آپ کا فرض یہ ہے کہ آپ اپنی اولاد اور جگر گوشوں میں دین کی صحیح سوچ اور سمجھ پیدا کریں، تا کہ وہ دشمنوں کے دام اور مکاروں کے جال سے واقف ہو جائیں۔

Marfat.com

ب۔ ڈرانا اور متنبہ کرنا:

بچے کو حرام سے روکنے اور فواحش سے باز رکھنے کے لیے یہ کامیاب ترین سلسلہ وذریعہ ہے، اس لیے کہ یہ بچے کے سامنے ان خطرات کی حقیقی صورت پیش کردے گا جو فواحش کے سیلاب میں بہنے اور آزادی کے جال میں پھنسنے کا لازمی اثر ہوتا ہے۔

6۔ بالغ ہونے سے پہلے اور بعد

ماں باپ اور اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ جب بچہ سمجھدار ہو جائے، تو اسے شرعی احکام سمجھائیں، جن کا تعلق فطری جذبات اور جنسی پختگی سے ہے، تعلیم دینے میں لڑکا اور لڑکی برابر ہیں، اس لیے کہ شرعا دونوں ہی مکلف ہیں۔

بچے کے بلوغ، احتلام اور غسل وغیرہ کے بہت سے احکام ومسائل ہیں جن کی شرعی احکام کے مطابق بچے کو تعلیم دینی چاہیے۔

7۔ شادی اور جنسی تعلقات

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کیا تو اس میں بہت سی خواہشات اور آرزوئیں اور ایسے جذبات بھی پیدا کیے جو انسان کی نسل کو باقی رکھنے کے لیے ضروری ہیں، اور ایسے احکام وقوانین نازل فرمائے جو ان کی بقا واستمرار کے ضامن ہیں۔ ان حقائق کا دو چیزوں سے تعلق ہے۔

(الف) جنس کے بارے میں اسلام کی رائے (ب) اللہ تعالیٰ نے شادی کا نظام کیوں قائم کیا؟

الف۔ اسلام نے شادی کا نظام مقرر کیا ہے یہ درحقیقت اس انسانی خواہش کی تکمیل ہے جو اس کو دوسری جنس کی طرف سے ہوا کرتی ہے۔ تاکہ انسان اس کے لیے صحیح راستے کے مطابق اپنے قدم اٹھائے جسے اسلام نے مقرر کیا ہے، اور وہ یقینا شادی کا راستہ ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ اٰيَاتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً (الروم:٢١)

Marfat.com

''اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں تا کہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت و ہمدردی پیدا ہو۔''

اس لیے ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ دین اسلام نے عبادت کے لیے فراغت اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے شادی سے اعراض کو حرام قرار دیا ہے، خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ مسلمان شادی پر قدرت رکھتا ہو اور ضرورت بھی محسوس کرے۔

چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رہبانیت کے بدلے ہمیں اچھا اور آسان مذہب ''دین اسلام'' عطاء فرمایا ہے۔

☆ نیز رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ مُوْسِرًا لِاَنْ يَّنْكِحَ ثُمَّ لَمْ يَنْكِحْ فَلَيْسَ مِنِّيْ

''یعنی جو شخص شادی کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور پھر وہ شادی نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اس بات کی بڑی دلیلیں ہیں کہ اسلام ایک دین فطرت ہے اور قیامت تک کے لیے ہمیشہ رہنے والا، ایک پیغام ہدایت ہے۔

اس لیے والدین کو حکم ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ (سورۂ نور)

اس آیت میں بالغ لڑکی کا نکاح کرنے کا حکم ہے اور لڑکے کا بھی کہ بروقت ان کی شادی کردی جائے۔

نیز اسلام نے جنس کے بارے میں جو صحیح اور سچا نظریہ پیش کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ جائز طریقے سے شہوت پوری کرنے اور شادی کے ذریعے جنسی خواہش پورا کرنے کو اسلام نے ان اعمال صالحہ میں شمار کیا ہے جن کا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اجر و ثواب کا مستحق بن جاتا ہے۔

اس سلسلے میں عورت سے خواہش پوری کرنے پر جو صدقہ کا ثواب ملتا ہے تو اس کا یہ بھی مفہوم نہیں ہے کہ انسان ہر وقت شہوت رانی ہی میں لگا رہے اور اپنے فرائض منصبی دینی تعلیم و تعلم اور جہاد فی سبیل

Marfat.com

اللہ اسلام کی نصرت اور اعلائے کلمۃ اللہ جیسے اہم کاموں سے غافل ہو جائے، اس لیے کہ اسلام نے ہمیں ایک ایسا متوازن طاقتور آدمی تیار کر کے دیا ہے، جو دنیوی زندگی میں ہر حقدار کو اس کا حق دے گا۔ اور ایک حق پر دوسرے کو غالب نہ کرے گا، نہ ایک فریضے کو دوسرے فریضے پر۔

اسی طرح نبی علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا، نماز اور جنازہ جب تیار ہو تو دیر نہ کرو اسی طرح فرمایا وَالْاَیِّمُ اِذَا وَجَدَتْ لَهَا كُفُوًا (یعنی بے نکاح لڑکے اور لڑکی کی شادی میں جب کوئی جوڑ مل جائے اس میں دیر نہ ہونی چاہیے۔ (ترمذی)

اور (باب الولیل فی النکاح مشکوٰۃ) میں یہاں تک ہے کہ بلوغت کے بعد بھی والدین نکاح نہ کریں اور ان کے بچے یا بچی گناہ میں ملوث ہو جائیں تو یہ گناہ باپ پر بھی ہوگا۔

Marfat.com

باب نمبر 10

جسمانی نشوونما

❁ بچوں کی جسمانی صحت پر اسلام نے بڑا زور دیا ہے۔ جہاد جیسی عظیم عبادت کے لیے گھوڑوں کی خوراک تک ثواب میں شامل ہوتی ہے، ایک مسلمان بچے کی تربیت جسمانی پر والدین کو کتنا اجر و ثواب ہے اس کا اندازہ تو روز قیامت ہی ہوگا۔

❁ خدماتِ انسانی اور علمی ضروریات کے علاوہ نماز، روزہ، حج اور دیگر تمام عبادات میں جسمانی صحت و تندرستی کو بڑا دخل ہے۔

❁ دودھ پلانے سے لے کر مکمل خوراک تک بچوں کی تندرستی اور ''جسمانی نشوونما'' والدین کے اہم فرائض میں سے ہیں۔

❁ ماں کے دودھ کی اہمیت پلانے کا طریقہ، غذاء کے لیے ہدایات، بیماریاں اور علاج۔

آئندہ صفحات میں ہم اس اہم کام کے مختلف پہلوؤں پر قرآن وحدیث اور ماہرین صحت کے مشوروں کی روشنی میں قارئین وقاریات کے لیے مفید تجاویز لکھ رہے ہیں۔

Marfat.com

جسمانی نشو ونما اسلامی فریضہ

یہ نظام اسلام ہے کہ اس کے احکام کی روشنی میں جو کام بھی کیا جائے وہ انسان کے لیے ثواب کے طور پر لکھ دیا جاتا ہے۔ اولاد کی ذمہ داریوں میں سے بڑی ذمہ داریاں جو اسلام نے تربیت کرنے والے والدین اور اساتذہ کو سونپی ہیں ان میں جسمانی تربیت کی ذمہ داری بھی ہے۔ تاکہ بچے جسمانی سلامتی اور صحت وتندرستی کے مالک ہوں۔ اکثر والدین اسے اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں لیکن بہت کم ہیں جو اسے حکم خداوندی سمجھ کر کرتے ہیں۔ اب آپ اپنی اس فریضے کے نکات کو سمجھ لیں:

☆ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

☆ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرۃ:۲۳۳)

''اور جس کا بچہ ہے (یعنی باپ) اس کے ذمے ہے ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا قاعدے کے موافق''

نیز حضور ﷺ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل وعیال پر خرچ کرنے اور فراخی کرنے سے مزید اجر وثواب ملتا ہے۔ اسی لیے اگر ان پر حیثیت کے مطابق خرچ نہ کرے، تو اسے گناہ ہوتا ہے، چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

☆ كفى بِالمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوْتُ (ابوداود)

''انسان کے گنہگار ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کر دے جن کے نان ونفقہ کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے۔''

اہل وعیال پر نفقہ اور خرچ میں یہ بھی شامل ہے کہ شوہر اپنی بیوی اور بچوں کے لیے صحیح اور مناسب غذا، قابلِ رہائش مکان اور قابلِ استعمال لباس مہیا کرے، تاکہ وہ لوگ بیمار نہ پڑ جائیں اور ان کے جسم وباؤں اور بیماریوں کا نشانہ نہ بنیں۔

☆ امام مسلم نے روایت کیا ہے:

دِيْنَارٌ اَنْفقت فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدِيْنَارٌ اَنْفقت فِي رَقَبَةٍ وَدِيْنَارٌ تصدقه به

Marfat.com

وَعَلٰی مِسْکِین ودینارٌ انفقتَ عَلٰی اھلِکَ اَعظَمُھا اَجرُ الَّذِیْ اَنْفَقْتَہ عَلٰی اَھْلِکَ

''ایک دینار وہ ہے جسے تم نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا اور ایک دینار وہ ہے جسے تم نے کسی غلام کے آزاد کرنے کے لیے خرچ کیا۔ اور ایک دینار وہ ہے جس کے ذریعہ تم نے غریب پر صدقہ کیا۔ ان سب میں زیادہ اجر وثواب والا وہ دینار ہے جسے تم نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا ہو۔'' (مسلم)

سب سے پہلی خوراک ''ماں کا دودھ''

اللہ تعالیٰ نے والدہ کے ذریعے بچے کو خوراک کا ایک کامل ترین نظام بنایا ہے تمام اطباء کے ہاں ماں کا دودھ سب سے مفید ہے۔ ماں کے لیے یہ بات احسن بھی ہے ممکن بھی ہے کہ اپنے بچے کو ایک وقت تک چھاتی سے دودھ پلاتی رہے جب تک اسے کوئی ناگزیر مسئلہ پیش نہ آئے۔ اگر کوئی مشکل پیش آئے تو بہت سے طریقے ہیں جنہیں اختیار کر کے وہ اسے حل کر سکتی ہے اور بچے کو دودھ پلانا جاری رکھ سکتی ہے۔ اس باب میں صحت مند طریقے سے بچے کو دودھ پلانے کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں، جن سے دودھ پلانے کے دوران پیدا ہونے والے عام مسائل حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ سب سے پہلے ہم قرآن سے مدد لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بچے کی جسمانی صحت کے لیے والدہ کا دودھ مفید قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالوالِدَاتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃَ (سورۂ بقرہ)

''اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلائیں اس کے لیے جو مدت رضاعت پوری کرنی چاہیں۔''

دودھ پلانے کی مدت

دنیا بھر میں جو قدیم ترین اور صحت مندانہ عادات اور رواج پائے جاتے ہیں، ماؤں کا بچوں

Marfat.com

کو اپنا دودھ پلانا، ان عادات اور رواجوں میں سے ایک ہے، لیکن چونکہ دنیا بدل رہی ہے اس لیے نئے معاشرے کی عورتوں کے ذہن میں اس کام کی نوعیت اور اہمیت کے حوالے سے بعض سوالات جنم لیتے ہیں۔ اس باب مین ایسے ہی سوالات کے جوابات فراہم کرنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ خواتین کو اپنے اور بچے کے اس خوشگوار اور عظیم تعلق کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے۔

امام ابوحنیفہؒ کے ہاں اس آیت کی روشنی میں مدتِ رضاعت دو سال ہی ہے، ایک آیت میں ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا کے الفاظ ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈھائی سال دودھ پلانا ضروری ہے، امام صاحبؒ دونوں آیات اور کئی احادیث کے مفہوم میں یکجائی پیدا کرنے کے لیے فرماتے ہیں کہ دودھ پلانے کی کامل مدت تو دو سال ہی ہے، لیکن کسی مجبوری کی وجہ سے اگر بچہ نہ چھوڑے تو ڈھائی سال تک پلانے کی آخری مدت ہے۔

فقہ حنفیہ کی یہی تو خاصیت ہے کہ اس میں تمام ممکنہ مسائل کا حل سامنے رکھا جاتا ہے اسی مسئلے میں غور کیجئے کہ حرمت رضاعت کا مسئلہ بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے کہ مدت رضاعت تو مذکورہ آیت کی بناء پر دو سال ہی ہے، لیکن اگر کوئی بچہ ڈھائی سال کی عمر سے پہلے تک کسی عورت کا دودھ پی لے تو بھی رضاعی بیٹے یا بیٹی کے احکام ثابت ہو جائیں گے اسی طرح فقہ حنفی کی رو سے دونوں آیات پر عمل ہو جاتا ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ ماؤں کا دودھ ہی بچوں کے لیے مفید ہے۔

ماں کے دودھ کی اہمیت:

''خواتین اسلامی انسائیکلوپیڈیا'' میں ہے:

- ماں کا دودھ وہ واحد مکمل غذا ہے، جو بچوں کو صحت مند اور طاقت ور بنا سکتی ہے۔
- ماں جب بچے کو اپنا دودھ پلاتی ہے تو اس عمل کے باعث، ماں کی بچہ دانی سے زچگی کے بعد جاری ہونے والے خون کو بند کرنے میں مدد ملتی ہے۔
- ماں کا دودھ مختلف بیماریوں اور انفیکشن سے بچے کی حفاظت کرتا ہے مثلاً ذیابیطس (شوگر)، سرطان، (کینسر)، اسہال (دست آنا) اور مونیا، ان بیماریوں کے خلاف ماں کے جسم

Marfat.com

میں جو دفاعی قوت پائی جاتی ہے، وہ ماں کے دودھ کے ذریعہ بچے کے جسم میں منتقل ہو جاتی ہے۔

۞ بچے کو اپنا دودھ پلانے کے باعث ماں خود کئی بیماریوں سے محفوظ رہتی ہے، مثلاً سرطان (کینسر)، اور ہڈیوں کا بے لچک ہو جانا (جو ذرا سی چوٹ لگنے سے ٹوٹ سکتی ہے، اسے ہڈیوں کی خستگی کہتے ہیں)۔

۞ ماں جس وقت بچے کو اپنا دودھ پلاتی ہے، اس وقت بچہ کے لیے دودھ ہمیشہ تیار رہتا ہے، یہ دودھ نہایت صاف ستھرا ہوتا ہے اور اس کا درجہ حرارت ہمیشہ مناسب رہتا ہے۔

۞ ماں بچے کو اپنا دودھ پلاتی ہے تو اس عمل سے ماں اور بچہ دونوں آپس میں قربت اور گہرا تعلق محسوس کرتے ہیں اور دونوں کو ایک تحفظ کا احساس رہتا ہے۔

۞ کچھ عورتیں بچے کو اپنا دودھ پلانے کے باعث، دوبارہ جلد حاملہ ہونے سے محفوظ رہتی ہیں۔

۞ اگر آپ اپنے بچے کو اس کی عمر کے پہلے چھ مہینوں میں ماں کے دودھ کے سوا کوئی غذا نہ دیں تو یہ سب سے بہتر ہوگا۔

۞ جو ادارے شیر خوار بچوں کے لیے مصنوعی دودھ تیار کرتے ہیں، ان کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ مائیں بچوں کو اپنا دودھ پلانے کے بجائے، ان اداروں کا تیار کیا ہوا مصنوعی دودھ پلائیں تا کہ یہ ادارے دولت کما سکیں۔ بوتل سے دودھ پلانا یا تیار شدہ دودھ (فارمولا) دینا اکثر نہایت غیر محفوظ ہوتا ہے۔ دنیا میں ایسے لاکھوں بچے غذا کی کمی کا شکار ہو جاتے ہیں، بیمار پڑ جاتے ہیں یا مر جاتے ہیں جنہیں بوتل سے دودھ پلایا گیا تھا یا ''فارمولا دودھ'' دیا گیا تھا۔

۞ فارمولے کے تحت تیار کیا گیا دودھ یا دیگر اقسام کے دودھ مثلاً ٹن میں محفوظ کیا گیا دودھ یا جانوروں کا دودھ، بیماریوں سے بچوں کی حفاظت نہیں کر سکتا۔

۞ جب بچے ماں کی چھاتی سے دودھ پیتے ہیں تو وہ چھاتی سے دودھ حاصل کرنے کے لیے اپنی زبان کو استعمال کرتے ہیں۔ یہ عمل ''دودھ چوسنا'' کہلاتا ہے۔ ماں کی چھاتی سے بچے کا دودھ چوسنا، کسی بوتل کے نپل سے بچے کے دودھ چوسنے سے بہت مختلف عمل ہے۔ جب بچے کو بوتل یا مصنوعی بھٹنی (ربڑ کی بھٹنی یا) کے ذریعے دودھ دیا جاتا ہے، تو یہ ممکن ہے کہ اس کی وجہ سے

Marfat.com

بچہ یہ بھول جائے کہ ماں کی چھاتی سے دودھ کس طرح چوسنا چاہیے کیونکہ بوتل، بچے کو دوسرے طریقے سے چوسنا سکھاتی ہے اور اگر بچہ ماں کی چھاتی سے بار بار دودھ نہیں پیئے گا تو ماں کے سینے میں دودھ بننے کا عمل رک جائے گا اور یوں بچے کو دودھ ملنا پوری طرح بند ہو جائے گا۔

۞ بوتل سے دودھ پلانے سے بہت زیادہ اخراجات ہوتے ہیں۔ ایک بچے کو اس کی عمر کے پہلے سال میں مصنوعی دودھ دینے کے لیے ۴۰ کلوگرام فارمولا پاؤڈر کی ضرورت پڑتی ہے۔ بچے کے ایک دن کی ضرورت کا فارمولا دودھ خریدنے اور پھر اسے تیار کرنے کے لیے پانی ابالنے (ایندھن کے خرچ) پر اتنی زیادہ رقم خرچ ہو سکتی ہے جو بعض اوقات کسی گھرانے کی ہفتے یا مہینے بھر تک کی کمائی سے زیادہ ہوتی ہے۔

اس صورتِ حال سے بچنے کے لیے کچھ والدین مصنوعی یا فارمولا دودھ کو کفایت سے خرچ کرنے کی کوشش میں کم پاؤڈر یا زیادہ پانی استعمال کرتے ہیں تاکہ دودھ دیر میں ختم ہو اس طرح بچہ غذا کی کمی کا شکار ہو جاتا ہے، اس کے جسم کے بڑھنے کی رفتار سست پڑ جاتی ہے اور وہ اکثر بیمار رہنے لگتا ہے۔

نوزائیدہ بچے کو دودھ پلانا

ماں کو چاہیے کہ زچگی کے بعد پہلے ہی گھنٹے میں بچے کو اپنا دودھ پلائے اس عمل کے باعث ماں کی بچہ دانی سے خون بہنا رک جائے گا اور بچہ دانی سکڑ کر معمول کی حالت میں آنے میں مدد ملے گی۔ جب ماں بچے کو اپنے سینے سے لپٹا لیتی ہے اور بچہ ماں کی چھاتی سے دودھ چوسنے لگتا ہے تو ماں کی چھاتی سے دودھ جاری ہونے میں مدد ملتی ہے۔

بچے کی پیدائش کے بعد دو یا تین دن تک ماں کی چھاتی سے زرد رنگ کا دودھ آتا ہے۔ یہ دودھ کلوسٹرم کہلاتا ہے۔ نوزائیدہ بچے کو زرد رنگ کے دودھ ہی کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اس دودھ میں وہ تمام غذائیت موجود ہوتی ہے جس کی کسی نوزائیدہ بچے کو ضرورت پڑتی ہے۔ کلوسٹرم ہی بچے کو بیماریوں سے بچاتا ہے۔ کلوسٹرم بچے کے حلق کو صاف ستھرا بھی رکھتا ہے، بچے کے حلق کو صاف رکھنے کے لیے جڑی بوٹیاں یا چائے استعمال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

Marfat.com

چھاتی سے دودھ کیسے پلائیں؟

بچے جب بھی بھوکے ہوتے ہیں، پیاس محسوس کرتے ہیں، بیماری کے خلاف مزاحمت کرتے ہیں، ان کا جسم بڑھ رہا ہوتا ہے یا پھر انہیں آرام کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ ماں کی چھاتی سے لگ کر دودھ پینا چاہتے ہیں چنانچہ اگر کبھی آپ کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ بچہ در حقیقت کیا چاہتا ہے تو بچے کو اپنا دودھ پلائیں۔

☆ بچے کو دونوں چھاتیوں سے دودھ پلائیں لیکن بچے کو پہلے ایک چھاتی کا دودھ ختم کر لینے دیں پھر اسے دوسری چھاتی کا دودھ دینا شروع کریں۔ بچہ جب چند منٹ تک ماں کا دودھ پیتا رہتا ہے تو ماں کی چھاتی سے پہلے کے مقابلے میں زیادہ سفید دودھ آنے لگتا ہے، اس دودھ میں ابتدا میں آنے والے دودھ کے مقابلے میں چکنائی کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ بچے کو اس چکنائی کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے یہ بات اہم ہے کہ بچے کو پہلے ایک چھاتی سے پورا دودھ پی لینے دیں پھر اسے دوسری چھاتی سے دودھ پلایا جائے۔ اگر چہ ایک بار میں صرف ایک چھاتی سے دودھ پیتا ہے تو اگلی مرتبہ اسے دوسری چھاتی سے دودھ پلائیں۔

☆ رات اور دن میں جب بھی آپ کا بچہ بھوکا ہو، اسے اپنا دودھ پلائیں۔ بہت سے نوزائیدہ بچے ہر تین گھنٹے بعد ماں کا دودھ پیتے ہیں۔ خصوصاً اپنی عمر کے ابتدائی چند مہینوں تک ان کا یہی معمول رہتا ہے۔ بچہ جتنی دیر تک ماں کا دودھ پینا چاہے اور جتنی بار پینا چاہے اسے دودھ پلائیں۔ بچہ آپ کا دودھ جتنا زیادہ پیئے گا، آپ کے سینے میں اتنا ہی زیادہ دودھ تیار ہوگا۔

ان دنوں میں بچے کو اناج، دلیہ، دیگر اقسام کے دودھ یا چینی ملا پانی دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں تک کہ گرم موسم میں بھی اس کی ضرورت نہیں۔ یہ چیزیں بچے کو دی جائیں گی تو وہ ماں کا دودھ پینا کم کر دے گا اس لیے عمر کے ابتدائی چار سے چھ مہینوں میں ایسا ہونا بچے کے لیے نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔ جو مائیں رات میں اپنے بچوں کو اپنے ساتھ سلاتی ہیں، وہ بچوں کو اپنا دودھ آسانی سے پلا سکتی ہیں۔

Marfat.com

بچے کے پیٹ سے ہوا باہر نکالنا (ڈکار دلانا)

کچھ بچے جب دودھ پیتے ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ کچھ ہوا بھی ان کے پیٹ میں چلی جاتی ہے، جس سے وہ بے چینی محسوس کرتے ہیں۔ آپ بچے کے پیٹ میں چلی جانے والی ہوا کو باہر نکال سکتی ہیں۔ اس غرض سے آپ بچے کو اپنے کندھے یا سینے سے لگالیں اور اس کی پیٹھ کو اپنے ہاتھ سے سہلائیں یا ہلکے ہلکے ملیں۔ یہ کام آپ بچے کو گود میں بٹھا کر یا لٹا کر بھی کر سکتی ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں آپ کسی بے چین یا معمول سے زیادہ چیخنے چلانے والے بچے کو آرام پہنچا سکتی ہیں۔

بچے کو کس طرح تھامیں؟

جب آپ بچے کو اپنا دودھ پلا رہی ہوں تو اس موقعے پر بچے کو تھامے رکھنے کی اہمیت ہے، تا کہ بچہ چھاتی سے دودھ آسانی کے ساتھ چوس اور نگل سکے۔ ماں کو بھی پر سکون اور آرام دہ حالت میں بیٹھنا یا لیٹنا چاہیے تا کہ اس کی چھاتیوں سے دودھ اچھی طرح رواں ہو سکے۔ بچے کو دودھ پلاتے ہوئے اپنے ہاتھ یا بازو سے، بچے کے سر کو تھامے رکھیں، بچے کا سر اور جسم بالکل سیدھ میں ہونے چاہییں۔ بچے کا منہ پوری طرح کھلنے کا انتظار کریں پھر بچے کو اپنی چھاتی کے قریب لائیں اور اپنی چھاتی کے نپل (بھٹنی) سے بچے کے نچلے ہونٹ کو گدگدائیں، تب بچے کو اپنی چھاتی سے لگالیں۔ جب بچہ اپنے منہ میں نپل پوری طرح لے لے تو اس کا منہ نپل اور چھاتی کے کچھ حصے سے پوری طرح بھر جانا چاہیے۔ اگر آپ کو بچے کو اپنا دودھ پلانے میں مشکل محسوس کر رہی ہیں تو کسی ایسی عورت کی مدد حاصل کریں جسے اس کام کا تجربہ ہو۔ اکثر صورتوں میں ایسی عورت، خاصی مدد دے سکتی ہے۔ کبھی کبھی یہ جاننے کے لیے مشق کی ضرورت پڑتی ہے کہ بچے کو دودھ پلانے کے موقع پر آپ کے لیے لیٹنے یا بیٹھنے کی سب سے بہتر حالت کون سی ہے۔ بحر حال کھڑے ہو کر پلانا شرعی و طبی لحاظ سے درست نہیں ہے، اس طرح بچہ بھی ٹھیک طریقے سے دودھ چوسنا مشق کے ذریعہ ہی سیکھے گا۔

سمجھ داری کی ضرورت ہے

ذیل میں وہ علامات درج کی جا رہی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے جس طرح دودھ

Marfat.com

پلاتے ہوئے بچے کو تھاما ہوا ہے یا بچے نے چھاتی کو جس قدر اپنے منہ میں لے رکھا ہے، اس میں کوئی غلطی یا خامی ہے۔

۞ اگر بچہ بے چین ہے، چیخ چلا رہا ہے یا دودھ نہیں پینا چاہتا تو ممکن ہے کہ وہ بے آرامی محسوس کر رہا ہو۔

۞ اگر بچے کا جسم، آپ کے جسم کے مقابل یا سامنے نہ ہو، مثلاً وہ اپنی پشت کے بل لیٹا ہوا ہو اور ماں کی چھاتی تک پہنچنے کے لیے اپنا سر موڑ رہا ہو۔

۞ اگر آپ دیکھیں کہ بچے کو دودھ پینے کے دوران آپ کی چھاتی کے نپل کے گرد کتھی حصہ (ہالہ پستان) بچے کے منہ سے باہر نظر آ رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ نپل کا کافی حصہ اس نے منہ میں نہیں لیا ہوا ہے۔

۞ اگر بچہ جلدی جلدی دودھ چوس رہا ہے اور دودھ چوسنے کی بلند آواز آ رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ بچے کو چھاتی کا کافی حصہ منہ میں لینے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ پہلے چند منٹ کے بعد بچے کو آہستہ رفتار سے اور پوری طرح چوس کر دودھ پینا چاہیے اور دودھ اچھی طرح نگلنا چاہیے۔

۞ اگر دودھ پلاتے ہوئے آپ کو تکلیف محسوس ہو یا نپل تڑک جانے کی شکایت ہو، تو ممکن ہے بچے کو سکھانا پڑے کہ وہ نپل کو ذرا اندر تک اپنے منہ میں لے۔

۞ ۞ ۞

Marfat.com

دودھ پلانے میں ماں کی غذا اور چند احتیاطیں

حمل اور زچگی سے پیدا ہونے والی کمزوری کو دور کرنے، بچے کی دیکھ بھال کرنے اور روزمرہ کے دیگر تمام کام انجام دینے کے لیے ماؤں کو اچھی غذا کی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے بچے کے والد پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ وہ بچے کی ماں کی خوراک کا خیال رکھے فرمایا:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ (سورۂ بقرہ)

''اور والد پر دودھ پلانے والیوں کی روزی کا انتظام لازم ہے۔''

انہیں ایسی غذا درکار ہوتی ہے جس میں پروٹین اور چکنائی کی مقدار زیادہ ہو جس میں پھل اور سبزیاں کثرت سے لی جائیں۔ ماؤں کو بہت سارا مشروب، صاف پانی، دودھ، جڑی بوٹیوں کی چائے اور پھلوں کے رس لینے کی بھی ضرورت ہوتی ہے، تاہم ماں اچھا کھائے اور پیئے اس کی چھاتیوں میں اچھا دودھ تیار ہوگا۔

اچھی صحت کے لیے کھانا:

چھاتی سے دودھ پلانے سے بیماریوں سے بچت بھی ہے اور رقم کی بچت ہوتی ہے۔ اگر ممکن ہو تو ماں کو چاہیے کہ اس بچت کا کچھ حصہ اپنی غذا کو بہتر بنانے کے لیے استعمال کرے۔ خصوصاً اپنے کھانوں میں زیادہ پروٹین والی غذائیں شامل کرے، مثلاً پھلیاں، گری والے میوے، انڈے، دودھ، دہی، پنیر، مچھلی یا گوشت۔

کچھ لوگوں کے خیال میں پہلی بار ماں بننے والی عورت کو بعض غذائیں نہیں کھانی چاہییں لیکن اگر ایک ماں متوازن غذا نہیں لیتی تو وہ غذائی کمی (ناقص غذائیت)، قلت خون (انیمیا) اور دیگر بیماریوں کا شکار ہوسکتی ہے۔ بعض اوقات کچھ عورتوں کو دودھ پلانے کے عرصے میں خصوصی غذائیں دی جاتی ہیں۔ یہ اچھا طریقہ ہے خصوصاً اگر غذائیں قوت بخش ہوں۔ ایک عورت کو زچگی کے بعد جلد صحت یاب ہونے اور طاقت حاصل کرنے میں اچھی غذاؤں سے مدد ملتی ہے۔

Marfat.com

اضافی غذا کی ضرورت

بعض حالات میں غذا پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت پڑتی ہے مثلاً:

- وہ دو چھوٹے بچوں کو اپنا دودھ پلا رہی ہو۔
- وہ ایک بچے کو دودھ پلا رہی ہے اور اس کے ساتھ وہ حاملہ بھی ہو۔
- اس کے بچوں کی پیدائش میں دو سال سے کم وقفہ ہو۔
- وہ بیمار یا کمزور ہو۔۔۔۔۔۔ان حالات میں۔۔۔۔۔۔

بھوک اور پیاس کو دور کرنے کے لیے خوب کھائیں۔ غیر ضروری دواؤں سے بچیں۔ کافی اور سوڈا پینے کے بجائے صاف اور سادہ پانی، پھلوں اور سبزیوں کے رس، دودھ اور جڑی بوٹیوں کی چائے زیادہ بہتر ہوتی ہے۔

بچوں کی پیدائش میں وقفہ

بچوں کی پیدائش میں وقفہ سے مراد یہ ہے کہ بچے کم از کم دو سال کے وقفے سے پیدا ہوں۔ وقفہ کا یہ انتظام قدرت نے خود اس طرح کیا ہے کہ حکم دیا گیا ہے کہ ''بچے کو دو سال پورے دودھ پلاؤ۔'' اس طرح عورت کے جسم کو اگلے حمل سے پہلے طاقت حاصل کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ کچھ عورتیں جب اپنے بچوں کو چھاتی سے دودھ پلاتی ہیں تو ان کے اگلے بچے مناسب وقفے سے پیدا ہوتے ہیں۔ غذاؤں کی بے ترتیبی سے کچھ عورتوں میں یہ وقفہ نہیں ہوتا۔

بچے کو دیگر غذائیں دینا

اگر بچہ ماں کا دودھ پی کر خوش نہیں دکھائی دیتا اور اس کی عمر چار سے چھ ماہ کے درمیان ہے تو اس کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ بچے کو ماں کا دودھ پینے کا زیادہ موقع دینا چاہیے تاکہ ماں کی چھاتیاں زیادہ دودھ تیار کر سکیں۔ ماں کو چاہیے کہ مزید پانچ دن تک بچہ جتنی مرتبہ دودھ پینا چاہے، اسے اپنا دودھ پلائے۔ اگر بچہ اب بھی ناخوش ہے، تو اس کو دیگر غذائیں بھی دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ٹھوس غذائیں

- جب اس کی عمر تقریباً چھ ماہ یا اس سے زیادہ ہو جائے۔
- وہ گھر کے لوگوں سے یا میز پر سے غذائیں جھپٹ کر لینا شروع کر دے۔
- وہ اپنے منہ سے غذا اپنی زبان کی مدد سے نہ نکالے۔

بچے کی عمر کے چھ ماہ اور ایک سال کے دوران، وہ جب بھی چاہے اسے اپنا دودھ پلائیں، چاہے وہ دوسری غذائیں کھا رہا ہو اسے تب بھی ماں کے دودھ کی اتنی ہی ضرورت ہے، جتنی کہ پہلے تھی۔ ابتدا میں ماں کا دودھ پلانے کے ساتھ دن میں دو یا تین مرتبہ دیگر غذائیں دیں۔ کسی نرم اور ہلکی غذا مثلاً دلیہ سے آغاز کریں!

بچے کو چار ماہ کا ہو جانے سے پہلے دیگر غذائیں نہ دیں۔ شروع میں ہر غذا کو بہت اچھی طرح کچل اور مسل کر دیں، یہاں تک کہ بچہ غذا کو چبانے کے قابل ہو جائے۔

☆ بچے کو غذا دینے کے لیے چمچ اور پیالہ استعمال کیا کریں۔

بچوں کو بار بار کھانے کی ضرورت پڑتی ہے یعنی کم سے کم دن میں تقریباً پانچ مرتبہ۔ روزانہ ان کی خوراک میں یہ غذائیں شامل ہونی چاہییں:

کوئی مرکزی غذا (دلیہ، مکئی، گندم، چاول، باجرہ، آلو، کساوا) اس کے ساتھ جسم کی نشوونما کرنے والی غذا شامل کی جائے (پھلیاں یا اچھی طرح پیسے گئے، گری والے میوے، انڈے، پنیر، گوشت یا مچھلی) چمک دار رنگت والی سبزیاں اور پھل توانائی والی غذا (اچھی طرح پیسے گئے گری والے میوے، چمچہ بھر تیل، مارجرین یا پکانے کی چکنائی) آپ کو پانچ مرتبہ کھانا پکانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ کچھ غذائیں ٹھنڈی حالت میں بھی ہلکے ناشتے کے طور پر دی جاسکتی ہیں۔

☆ اگر آپ کے لیے ممکن ہو تو بچے کی عمر دو سال ہو جانے تک اسے اپنا دودھ پلانا جاری رکھیں، چاہے آپ کا دوسرا بچہ ہو جائے۔ زیادہ تر بچے خود ماں کا دودھ آہستہ آہستہ چھوڑ دیتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک نئی غذا شامل کریں۔ بچہ اپنی عمر کے نو ماہ سے ایک سال کے عرصے میں زیادہ تر گھریلو غذائیں کھانے لگتا ہے، بشرطیکہ انہیں اچھی طرح کاٹ کر خوب باریک کر لیا گیا ہو، اور

Marfat.com

انہیں کھانا آسان ہو۔

☆ بچے کی عمر کے دوسرے سال میں ماں کا دودھ، بچے کو انفیکشن اور صحت کے دیگر مسائل سے محفوظ رکھتا ہے۔

جب ماں گھر سے باہر کام کرتی ہو

کچھ عورتیں گھروں سے دور جا کر کام کرتی ہیں۔ ایسی صورت میں ماں کے لیے مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ بچے کی عمر کے پہلے چھ ماہ میں اسے ماں کے دودھ کے سوا اور کوئی غذا نہ دے۔

گھر سے باہر جا کر کام کرنے والی عورتوں کو مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض اقسام کی ملازمتوں میں اجازت ہوتی ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو ابتدائی چند ماہ تک کام پر اپنے ساتھ لے آیا کریں۔ اس طرح ماؤں کے لیے اپنے بچوں کو دودھ پلانا آسان ہو جاتا ہے۔ اگر بچوں کی دیکھ بھال کی سہولت قریب ہی دستیاب ہے تو ماں اپنی ملازمت کے اوقات میں وقفوں کے دوران، اپنے بچے کو دودھ پلا سکتی ہے۔

ہاتھ کی مدد سے دودھ

اگر آپ کی چھاتیوں میں بہت زیادہ دودھ جمع ہو جائے تب بھی آپ کو ہاتھ سے دودھ نکالنے کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا بچہ کسی وجہ سے چھاتی سے دودھ نہ پی سکتا ہو اور آپ چاہتی ہوں کہ چھاتیوں میں دودھ بنتا رہے۔ ایسی صورت میں بھی آپ کو ہاتھ سے دودھ نکالنا ہوگا۔ آپ روزانہ دو یا تین مرتبہ اپنا دودھ ہاتھوں کی مدد سے نکال سکتی ہیں۔

① چوڑے منہ کے کسی جار یا بوتل اور اس کے ڈھکن کو صابن اور پانی کے ذریعے اچھی طرح دھوئیں اور کھنگالیں،، پھر انہیں خشک ہونے کے لیے دھوپ میں رکھ دیں، استعمال کرنے سے پہلے، ان میں ایسا کھولتا ہوا پانی ڈالیں جسے بیس منٹ تک ابالا گیا ہو۔ اس پانی کو جار یا بوتل میں چند منٹ تک رہنے دیں پھر پانی باہر پھینک دیں۔

② جار یا اپنی چھاتیوں کو چھونے سے پہلے، اپنے ہاتھ اچھی طرح دھولیں۔

Marfat.com

③ کسی الگ اور پرسکون جگہ بیٹھ جائیں۔ جب آپ اپنا دودھ نکالنے لگیں تو اپنے بچے کا تصور کریں۔ اس موقع پر صبر سے کام لیں اور پرسکون رہیں۔ یا اپنی انگلیوں کے سروں یا مٹھی کی مدد سے اپنی چھاتیوں کو اس طرح ہلکے ہلکے سہلائیں کہ انگلیوں یا مٹھی کی حرکت بھٹنیوں (نپل) کی جانب ہو۔

④ چھاتیوں سے دودھ نکالنے کے لیے اپنی انگلیوں اور انگوٹھے کو اپنی چھاتی کے سیاہ حصے (ہالہ) کے پچھلے سرے پر رکھیں اور انگلیوں اور انگوٹھے سے چھاتیوں کی طرف دبائیں اور بھٹنی کو نچوڑیں۔ (دودھ ہالہ کے پیچھے سے آتا ہے) پھر انگلیوں کو ڈھیلا چھوڑ دیں۔ اسی طرح چھاتیوں کو دبانے اور پھر انگلیوں کو ڈھیلا چھوڑنے کا عمل جاری رکھیں۔ اس دوران اپنی انگلیوں کو ہالہ کے گرد حرکت دیتی رہیں۔ آپ کو اس موقع پر کوئی درد محسوس نہیں ہونا چاہیے۔

دودھ کو کس طرح محفوظ کریں؟

اپنے دودھ کو کسی صاف اور بند برتن میں رکھیں۔ آپ اس جار میں بھی دودھ محفوظ کر سکتی ہیں جس کو دودھ نکالنے کے لیے استعمال کیا گیا ہو۔ دودھ کو سورج کی شعاعوں سے دور کسی ٹھنڈی جگہ رکھیں۔ یہ دودھ آٹھ گھنٹوں تک رکھا جا سکتا ہے یا پھر آپ دودھ کے بند برتن کو نم ریت میں دبا سکتی ہیں یا پھر اسے کسی ایسے کپڑے میں لپیٹ کر رکھیں جسے ہر وقت تر رکھا جاتا ہو۔ اس طرح دودھ کو بارہ گھنٹوں تک رکھا جا سکتا ہے۔ دودھ کا برتن کسی ٹھنڈی جگہ پر زیادہ دیر تک رکھا جا سکتا ہے، مثلاً پانی سے بھرے ہوئے مٹی کے کسی برتن میں۔

دودھ کو شیشے کے کسی جار میں ڈال کر فریج میں دو یا تین دن تک رکھا جا سکتا ہے۔ دودھ میں موجود کریم (چکنائی) الگ ہو جائے گی، اس لیے بچے کو دودھ دینے سے پہلے برتن کو اچھی طرح ہلا لیا کریں۔ اسے کسی گرم پانی میں رکھ کر ہلکے سے گرم کر لیں۔ یہ اطمینان کر لیں کہ دودھ بہت گرم نہیں ہے۔ اس کے لیے دودھ کے چند قطرے اپنے بازو پر ٹپکا کر دیکھیں۔

گرم بوتل کا طریقہ

اگر چھاتیاں دودھ سے بہت زیادہ بھری ہوئی ہوں یا ان میں تکلیف ہو تو یہ طریقہ بہتر

ہے۔اس طرح کی صورت حال، بچے کی پیدائش کے فوراً بعد پیش آسکتی ہے۔ جب کسی عورت کی بھٹنیاں (نپل) چیخ جاتی ہیں یا چھاتی کا انفیکشن ہو جاتا ہے۔

① شیشے کی ایسی بڑی بوتل کو دھو کر صاف کر لیں، جس کا منہ تین یا چار سینٹی میٹر چوڑا ہو۔ اس بوتل میں گرم پانی بھر لیں۔ پانی دھیرے دھیرے بھریں تا کہ بوتل چیخ نہ جائے، چند منٹ انتظار کریں پھر بوتل کا پانی اچھی طرح ہلا کر پھینک دیں۔

② بوتل کے منہ کو صاف اور ٹھنڈے پانی کی مدد سے ٹھنڈا کریں، تا کہ بوتل آپ کو جلا نہ دے۔

③ بوتل کے منہ کو اپنی بھٹنی (نپل) پر اس طرح جما دیں کہ گویا مہر بند ہو گئی ہو۔ اسی جگہ پر اسے کئی منٹ تک سختی سے تھامیں رہیں۔ جب یہ ٹھنڈی ہو گی تو اس میں آہستہ آہستہ دودھ آنا شروع ہو جائے گا۔

④ جب دودھ آہستہ آہستہ آنے لگے، تو اپنی چھاتی کے گرد بوتل کی گرفت کو ڈھیلا کرنے کے لیے، اپنی انگلیاں استعمال کریں۔

⑤ اگر دوسری چھاتی بھی دودھ بھر جانے کی وجہ سے دکھ ہی رہی ہو، تو اس کے ساتھ یہی عمل دہرائیں۔اب آپ بچے کو آرام اور سہولت کے ساتھ اپنا دودھ پلا سکتی ہیں۔

اگر ماں کا دودھ اچھا یا پورا نہ ہو

بہت سی عورتیں یہ سوچتی ہیں کہ بچے کے لیے ان کا دودھ پورا نہیں ہے، یہ خیال تقریباً ہر صورت میں غلط ہے۔ ان عورتوں کا دودھ ان کے بچوں کے لیے کافی ہو جاتا ہے جن کے پاس اپنے کھانے کے لیے کافی خوراک نہیں ہوتی۔ آپ کی چھاتیوں میں تیار ہونے والے دودھ کی مقدار کا انحصار اس بات پر ہے کہ آپ کا بچہ چھاتیوں سے دودھ کتنا زیادہ پیتا ہے۔ بچہ جتنی زیادہ دیر تک چھاتیوں سے دودھ چوسے گا، چھاتیاں اتنا ہی زیادہ دودھ تیار کریں گی۔ اگر آپ ایک بار اپنی چھاتی سے دودھ پلانے کے بجائے، بچے کو بوتل سے دودھ دے دیں تو آپ دیکھیں گی کہ اب آپ کی چھاتیوں میں دودھ کم تیار ہوگا۔

کافی مقدار میں دودھ حاصل ہو

۞ اس کا جسم ٹھیک طرح بڑھ رہا ہے اور وہ خوش اور صحت مند بھی دکھائی دے رہا ہے۔

۞ وہ ایک دن اور ایک رات میں چھ یا زیادہ مرتبہ پیشاب کرتا ہے اور ایک سے تین مرتبہ پاخانہ کر کے اپنا نائیپر خراب کرتا ہے۔ آپ یہ بات عام طور پر بچے کے پانچ دن کے ہو جانے کے بعد کہہ سکتے ہیں جب وہ پیشاب، پاخانہ باقاعدگی سے شروع کرتا ہے چونکہ ماں کا دودھ دیگر اقسام کے دودھ سے مختلف دکھائی دیتا ہے۔ اس لیے کچھ عورتوں کو یہ فکر ہو جاتی ہے کہ ماں کا دودھ اچھا نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ماں کا دودھ بچے کو ہر وہ شے فراہم کرتا ہے جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے۔

چند مشورے

جن کے ذریعے بچے کے لیے دودھ چوسنا آسان بنایا جا سکتا ہے:

۞ بچے کی پیدائش کے فوراً بعد اسے چھاتی سے دودھ پلانا شروع کر دیں، اس کا انتظار نہ کریں کہ آپ کی چھاتیاں بھری ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ یہ اطمینان کر لیں کہ آپ کا بچہ آپ کی چھاتی سے منہ بھر لیتا ہے۔

۞ اگر آپ کی چھاتیاں بہت بھر جائیں تو ہاتھ کی مدد سے کچھ دودھ نکال دیں، تا کہ چھاتیاں نرم ہو جائیں، اس طرح بچے کے لیے اپنے منہ میں چھاتی کا بڑا حصہ لینا آسان ہو جائے گا۔

۞ بچے کو اپنا دودھ پلانے سے پہلے اپنی بھٹنیوں کو ہلکے سے چھوئیں یا گھمائیں، انہیں نچوڑیں نہیں۔

۞ اپنی چھاتی کے گرد اپنے ہاتھ کا پیالہ سا بنا کر اسے پیچھے کی طرف دھکیلیں تا کہ آپ کی بھٹنی جس حد تک ممکن ہو سخت ہو کر باہر نکل سکے۔

بچے کو دودھ پینے کے لیے پوری چھاتی دیں، اس طرح بچے کو منہ میں چھاتی لینے میں مدد ملے گی۔

Marfat.com

دکھتی ہوئی یا چٹخی ہوئی بھٹنیاں

اگر بچے کو اپنا دودھ پلاتے ہوئے آپ کو تکلیف محسوس ہوتی ہے تو اس کا مطلب ہو سکتا ہے کہ بچہ دودھ پیتے ہوئے آپ کی چھاتی کا کافی حصہ اپنے منہ میں نہیں لے پا رہا ہے۔ اگر بچہ صرف بھٹنی کو چوستا ہے تو وہ جلدی دکھنے لگیں گی یا چٹخ جائیں گی۔ چٹخی ہوئی بھٹنی کی وجہ سے عورت میں انفیکشن آسانی سے ہو سکتی ہے۔ آپ اپنے بچے کو سکھا سکتی ہیں کہ وہ کس طرح چھاتی کا بڑا حصہ اپنے منہ میں لیا کرے۔ نیچے چند مشورے دیے گئے ہیں۔

روک تھام اور علاج

۞ بچے کو یقینی طور پر اس طرح تھامیں کہ وہ چھاتی کو منہ بھر کر لے سکے۔

۞ اپنی چھاتی کو بچے کے منہ سے باہر نہ کھینچیں۔ بچہ جتنی دیر تک دودھ پینا چاہتا ہے، اسے پلائیں۔ جب آپ ایسا کریں گی تو وہ خود ہی چھاتی چھوڑ دیا کرے گا۔ اگر آپ کو بچے کے سیر ہونے سے پہلے دودھ پلانے کا عمل روکنا ہو تو آپ بچے کی ٹھوڑی کو ہلکے سے کھینچیں یا اپنی کسی صاف انگلی کا سرا، بچے کے منہ میں نرمی سے داخل کر دیں۔

۞ بچے کو دودھ پلانے کے بعد دکھتی ہوئی بھٹنیوں پر اپنا ہی دودھ لگا لیں، اس طرح آرام محسوس ہوگا۔ جب بچہ دودھ پینا روک دے تو دودھ کے چند قطرے چھاتی سے نچوڑ لیں اور دکھتی ہوئی جگہوں پر اس دودھ کو مل لیں۔ اپنی چھاتیوں پر صابن یا کریم نہ لگائیں۔ آپ کا جسم ایک قدرتی تیل تیار کرتا ہے جو بھٹنیوں کو صاف اور نرم رکھتا ہے۔

۞ کھردرے یا چست لباس پہننے سے بچیں۔

۞ بھٹنیوں کے زخم بھرنے میں آسانی کے لیے اگر ممکن ہو تو اپنی چھاتیوں کو ہوا اور دھوپ میں کچھ دیر کے لیے کھلا رکھیں۔

۞ دونوں چھاتیوں سے دودھ پلاتی رہا کریں۔ اگر ایک بھٹنی دکھ رہی ہے یا چٹخ گئی ہے تو جس چھاتی میں تکلیف کم ہے، اس سے دودھ پلانا شروع کر دیں اور جب دوسری چھاتی سے دودھ

Marfat.com

آنے لگےتو اس سے دودھ پلانے لگیں۔

۞ اگر بچے کے دودھ چوستے ہوئے، آپ زیادہ درد محسوس کریں، تو ہاتھ کی مدد سے اپنا دودھ کسی پیالے میں نکال لیں اور اس پیالے یا چمچ کی مدد سے بچے کو یہ دودھ پلائیں۔ بھٹنی کا زخم دو دن میں بھر جانا چاہیے۔

چھاتیوں میں درد اور سوجن اور علاج :

جب چھاتیوں میں پہلی بار دودھ اترتا ہے تو اکثر چھاتیاں سوجی ہوئی اور سخت محسوس ہوتی ہیں۔ اس صورت میں بچے کے لیے دودھ چوسنا مشکل ہو جاتا ہے اور بھٹنیاں دکھنے لگتی ہیں۔ اگر آپ درد کی وجہ سے، چھاتی سے دودھ کم پلاتی ہیں تو آپ کی چھاتیوں میں دودھ کم بنے گا۔

۞ بچے کی پیدائش کے پہلے ہی گھنٹے میں بچے کو چھاتی سے دودھ پلانا شروع کر دیں۔

۞ بچے کو یقینی طور پر ٹھیک طریقے سے تھامیں۔

۞ بچے کو اکثر اپنا دودھ پلایا کریں۔ کم از کم ہر ایک سے تین گھنٹے بعد پلائیں اور دودھ دونوں چھاتیوں سے پلایا کریں۔ بچے کے قریب ہی سویا کریں۔ اس طرح آپ رات میں بچے کو آسانی سے دودھ پلا سکیں گی۔

۞ اگر بچہ اچھی طرح دودھ نہیں چوس سکتا، تو ہاتھ کی مدد سے اپنا دودھ نکال دیں، اتنا کہ آپ کی چھاتیاں نرم ہو جائیں۔ تب بچے کو دودھ پینے دیں۔

جڑواں بچے

بعض اوقات جڑواں بچوں میں سے کوئی ایک چھوٹا یا کمزور ہوتا ہے۔ یہ اطمینان کر لیں کہ دونوں میں سے ہر بچہ آپ کا اچھا خاصا دودھ پی لے۔ آپ کی چھاتیوں میں دونوں بچوں کے لیے کافی دودھ ہے۔

جب بچہ بیمار ہو

۞ اگر آپ کا بچہ بیمار ہو تو آپ اسے اپنا دودھ پلانا بند نہ کریں، اگر اسے ماں کا دودھ دیا

Marfat.com

جاتا رہا تو وہ جلد صحت یاب ہو جائے گا۔

۞ بچوں کے لیے اسہال (دست آنا) خاص طور پر خطرناک ہے۔ اس کے لیے اکثر کسی دوا کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن خصوصی دیکھ بھال لازمی ہے کیونکہ پانی کی کمی کی وجہ سے بچہ فوری طور پر مر سکتا ہے۔

۞ اسہال کی صورت میں بچے کو بار بار اپنا دودھ پلائیں اور اس کے علاوہ نمکول (او آر ایس) بھی دیتی رہیں۔

۞ اگر بچہ کمزور ہے تو اسے بار بار اپنا دودھ پلائیں۔ اگر بچہ اتنا کمزور ہے کہ خود دودھ نہیں چوس سکتا تو ہاتھ کی مدد سے اپنا دودھ نکالیں اور چمچے کے ذریعہ بچے کو پلائیں، بچے کو کسی ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔

۞ الٹی آنے کی صورت میں بچے کو تھوڑا تھوڑا دودھ بار بار دیتی رہیں اور ہر پانچ سے دس منٹ کے بعد چمچ کی مدد سے نمکول بھی پلاتی رہیں۔ اگر آپ کے لیے ممکن ہو تو کسی ڈاکٹر سے ملیں۔ جسم میں پانی کی کمی موت کا سبب بن سکتی ہے۔

جب ماں بیمار ہو

اگر کوئی ماں بیمار ہو تو بھی اسے اپنے بچے کو جلد ہی دیگر غذائیں دینے کے بجائے اپنا ہی دودھ پلانا چاہیے، اگر وہ ایسا کر سکے تو اس سے بہتر اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ کو تیز بخار ہے اور بہت زیادہ پسینہ آتا ہے تو ممکن ہے کہ آپ کے سینے میں کم دودھ تیار ہو۔ اس صورتحال میں آپ یہ تدابیر اختیار کریں:

۞ خوب سارے مشروبات پئیں۔

۞ بچے کو تھوڑی تھوڑی دیر میں اپنا دودھ پلاتی رہیں۔

۞ لیٹ کر بچے کو دودھ پلائیں۔

۞ ضرورت ہو تو اپنا دودھ ہاتھ کی مدد سے نکالیں، خود ایسا کرنے میں مشکل ہو تو کسی خاتون کی مدد حاصل کریں۔

Marfat.com

۞ اپنے بچے کو انفیکشن سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ اپنی چھاتیوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے، اپنے ہاتھ صابن اور پانی سے اچھی طرح دھولیا کریں۔ انفیکشن کی وجہ سے کوئی بھی بیماری ہو مثلاً ٹی بی، ٹائیفائیڈ، یا ہیضہ (کالر) تو اس کا فوراً علاج کروائیں۔

جب ماں کو دواؤں کی ضرورت ہو

زیادہ تر دوائیں بہت ہی کم مقدار میں، ماں کے دودھ تک پہنچتی ہیں، اس لیے یہ دوائیں بچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتیں۔ عام طور پر یہ بات بچے کے لیے زیادہ نقصان دہ ہے کہ اسے ماں کا دودھ ہی نہ دیا جائے۔ کچھ دوائیں ایسی ہیں جن کے ذیلی اثرات (سائیڈ افیکٹس) ہوتے ہیں۔

اگر کوئی شخص آپ کو کوئی دوا لینے کا مشورہ دے تو آپ اسے یاد دلا دیں کہ آپ اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہیں تا کہ کوئی محفوظ اور بے ضرر دوا آپ کو دی جاسکے۔

حالت حمل میں دودھ پلانا

۞ اگر بچے کو دودھ پلانے والی کوئی ماں حاملہ ہو جائے تو وہ بچے کو دودھ پلانا جاری رکھ سکتی ہے۔ چونکہ بچے کو دودھ پلانے اور حمل کے باعث، عورت کی توانائی کا بڑا حصہ خرچ ہو جاتا ہے، اس لیے ماں کو اچھی خوراک بڑی مقدار میں لینی چاہیے۔

۞ جب کسی عورت کے ہاں ایک بچے کی ولادت ہو جائے اور پہلے سے کوئی بچہ اس کا دودھ پی رہا ہو تو بڑے بچے کو دودھ پلاتے رہنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ چھوٹے بچے کو بڑے بچے سے پہلے دودھ پلا دینا چاہیے۔

۞ جب آپ حاملہ ہوں تو ان دنوں میں بچے کو دودھ پلانے میں کوئی حرج نہیں۔ کسی عورت کا ایک نوزائیدہ بچہ ہو اور ایک شیر خوار بچہ پہلے سے ہو تو دونوں کو ماں اپنا دودھ اکٹھے پلا سکتی ہے۔

جسمانی تربیت میں مفید تدابیر

① زہریلی الیکٹرانک چیزوں کو بند الماری میں رکھنا چاہیے۔ یا اونچی مناسب جگہ پر رکھیں۔

② جو دوائیں ضرورت سے زائد اور قابل استعمال ہوں ایک طرف اٹھا کر رکھنا چاہیے یا پھر

کسی کو دے دینا یا انہیں پھینک دینا چاہیے۔

③ چولہا جلانے کے آلات، گرم برتنوں اور کھانے پکانے کے سامان بچوں کی دسترس سے دور رکھنا چاہیے۔

④ دھاردار آلات مثلاً قینچیاں، چھریاں اور شیشے کے برتن بھی بچوں کی پہنچ سے دور رکھنے چاہییں۔

⑤ بچوں کو ایسے کھیل کود کی اجازت نہ دینا چاہیے جو خطرے کا سبب بن سکتے ہوں، جیسے رسی سے کھیلنا اور اس کو گردن کے ارد گرد لپیٹنا یا گلی ڈنڈا، گولیاں کھیلنا۔

⑥ ماں کو چاہیے کہ بچے کو دودھ پلا کر پستان اس کے منہ سے الگ کر دے، اس لیے کہ سننے میں آیا ہے کہ ماں سو گئی اور بچہ بھی پستان منہ میں لیے ہوئے سو گیا اور پھر ماں کے نیند میں جھکنے کی وجہ سے بچے کا دم گھٹ گیا۔

⑦ اوپر کی منزلوں کی کھڑکیاں صحیح و سالم ہونی چاہییں اور کھڑکیاں ایسی ہونی چاہئیں کہ جنہیں بچہ پھلانگ کر باہر نہ نکل سکے۔

⑧ مشینری اور میکانکی آلات اور بجلی کے سامان استعمال کرتے وقت ہوشیار رہنا چاہیے، خصوصاً کپڑے دھونے، قیمہ پیسنے اور کباب بنانے والی مشین وغیرہ کے استعمال کے وقت خاص توجہ اور احتیاط کی ضرورت ہے۔

⑨ گھر کے بیرونی دروازے کے بارے میں خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کھلا نہ رہ جائے کہ بچہ چپکے سے باہر نکل جائے اور ماں باپ کو پتا بھی نہ چلے اور باہر کوئی حادثہ پیش آ جائے یا گھر میں کوئی چور یا جانور وغیرہ داخل ہو جائے۔

⑩ دروازہ بند کرتے وقت خیال رکھنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ بچے نے انگلیاں رکھی ہوں اور دروازہ بند کرنے سے اس کی انگلیاں دب جائیں۔

بچوں کی جسمانی تربیت کے لیے یہ اہم احتیاطی تدابیر ہیں۔ اگر والدین اور مربیوں نے ان تعلیمات پر عمل کیا تو دیکھیں گے کہ ان کے بچے صحت مند اور صالح ہوں گے اور قوت کی نعمت سے مالا مال ہوں گے اگر ہم اسلام کے بتائے ہوئے ضابطے پر عمل پیرا ہوں گے تو ان شاء اللہ یقیناً ہمارا

Marfat.com

آج کا معاشرہ الحاد، آزادی اور جاہلیت کی تاریکیوں سے دور ہو کر ایمان کے نور، مکارم اخلاق اور اسلام کی ہدایت کی طرف منتقل ہوگا۔

وَمَا ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْز (فاطر:۱۷)

''اور یہ کام اللہ کے لیے کچھ مشکل بھی نہیں۔''

کھانے، پینے اور سونے میں طبی قواعد

کھانے کے سلسلے میں حضور اکرم ﷺ کی رہنمائی یہ ہے کہ پیٹ بھرنے سے بچا جائے اور ضرورت سے زائد کھانے پینے سے احتراز کیا جائے۔ پینے کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ تین سانس یا دو سانس میں پانی پینا چاہیے اور برتن میں سانس نہ لینا چاہیے۔ اور کھڑے ہو کر پانی (یا چائے وغیرہ) نہیں پینا چاہیے اور نہ ہی بچوں کو کھڑے ہو کر دودھ پلانا چاہیے۔

چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ کی طرح ایک سانس میں نہ پیو بلکہ دو تین سانسوں میں پانی پیا کرو۔ اور جب پانی پینا ہو تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو (یعنی بسم اللہ کہہ لیا کرو) اور جب پی چکو تو اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف بیان کرو (یعنی الحمد للہ کہو) (ترمذی)

نیز حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر ہرگز پانی نہ پیئے۔ اور جو بھول کر پی لے اسے چاہیے کہ قے کر دے۔ (مسلم)

سونے کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی یہ نصیحت ہے کہ انسان داہنی کروٹ پر لیٹے۔ اس لیے کہ بائیں کروٹ پر لیٹنا دل کو نقصان پہنچاتا ہے۔ بچے کو لٹانے میں بھی اس ہدایت کو سامنے رکھنا چاہیے۔

Marfat.com

متعدی امراض سے بچنا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ثقیف کے وفد میں ایک صاحب جذام (کوڑھ) کے مرض میں گرفتار تھے تو حضور ﷺ نے ان کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ:

☆ اِرْجِعُ فَقَد بَا یَعْنَاکَ (مسلم)

''تم واپس چلے جاؤ۔ ہم نے تمہیں بیعت کرلیا ہے۔''

☆ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فرمن المَجْذُوم فرارک مِنَ الاَسَدِ (بخاری)

''تم جزامی سے ایسے دور بھاگو جیسے کہ تم شیر سے دور بھاگتے ہو۔''

☆ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بیمار (متعدی امراض میں مبتلا) آدمی تندرست کے پاس نہ جائے۔

اس لیے مربیوں خصوصاً ماؤں کو چاہیے کہ اگر ان کی اولاد میں سے کوئی بچہ کسی متعدی مرض میں مبتلا ہو جائے تو اسے دوسرے بچوں سے الگ تھلگ اور دور رکھیں، تاکہ مرض پھیلنے نہ پائے۔ دیکھئے بدن کی نشوونما اور صحت کی حفاظت کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی یہ رہنمائی کس قدر اہم اور توجہ طلب ہے۔

مرض اور اس کا علاج

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لِکُلِّ دَاءٍ دواء فاذَا اَصابَ الدَّواءَ الداء برًا باذن اللّٰه عَز و جَلَّ (مسلم، احمد)

''ہر بیماری کی ایک دوا ہوتی ہے۔ چنانچہ جب بیماری کے مطابق دوا پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفاء حاصل ہو جاتی ہے۔''

اس لیے والدین اور مربیوں کو چاہیے کہ بچوں کی بیماری کی صورت میں ان کے علاج معالجہ کا خیال رکھیں، اس لیے کہ اسباب وسائل کا اختیار کرنا فطری تقاضوں اور اسلام کے بنیادی

اصولوں میں سے ہے۔ اس کی مزید تفصیل بچوں کی صحت اور بیماریوں کے عنوان سے اسی کتاب میں دی گئی ہے۔

نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِی الْاِسْلَامِ (ابن ماجہ)

"نہ خود نقصان اٹھاؤ، اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔"

اس قاعدے کی رو سے مربیوں اور خصوصاً ماؤں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ان طبی تعلیمات اور ہدایات کا پابند بنائیں، جو صحت کے لیے ضروری ہیں۔ چنانچہ کچا پھل کھانا جسم کو نقصان پہنچاتا ہے اور بیماری کا سبب ہے اس لیے مربیوں کا فریضہ ہے کہ اس سے ان کو منع کریں۔

☆ نیز چونکہ پھلوں اور سبزیوں کو دھوئے بغیر کھانا بیماری کا ذریعہ ہے، اس لیے تربیت کرنے والوں کا فریضہ ہے کہ وہ بچوں کو ہدایت کریں کہ وہ پھل اور سبزیاں دھو کر استعمال کریں۔

☆ اسی طرح کھانے پر کھانا یعنی پیٹ بھرا ہونے کے باوجود کھانا امراض معدہ کا سبب بنتا ہے، اس لیے بچوں کو اس بات کا عادی بنائیں کہ وہ صرف مخصوص اوقات ہی میں کھائیں۔

☆ اور چونکہ بغیر ہاتھ دھوئے کھانا مرض پھیلنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس لیے بچوں کو بتلائیں کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے اسلامی طریقے پر عمل کریں۔

☆ اور چونکہ کھانے میں پھونک مار کر ٹھنڈا کرنا جسمانی تکالیف کا سبب بنتا ہے اس لیے اس سے منع کرنا چاہیے۔ پس جب اسی طرح ماں طبی تعلیم پر عمل کرے گی تو بلاشک اولاد توانا و تندرست اور صحیح و سالم پرورش پائے گی۔

Marfat.com

ریاضت، ورزش اور شہسواری

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الْمُؤمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ، وَاَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْمُؤمِنِ الضَّعِیْفِ (مسلم)

''طاقتور مومن بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس مومن کے جو کمزور ہو۔''

اس لیے اسلام نے تیراکی اور تیراندازی اور گھڑ سواری سیکھنے کی دعوت دی ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

☆ عَلیکم بالرمی فانَّہٗ مِنْ خَیر لَھوِ کُم (طبرانی)

''تم تیراندازی سیکھو اس لیے کہ یہ تمہارے کھیل کود میں سے بہتر کھیل ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرمایا:

وَاَعِدُّوْ لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّۃٍ (سورۃ انفال:٦)

''اور تم ان کافروں کے لیے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو۔''

اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

☆ ثُم قَالَ اَلَا انَّ الْقُوۃ الرَّمْی اِلَا انَّ الْقُوۃ الرَّمْی (مسلم)

''سن لو! قوت تیراندازی ہے۔ سن لو! قوت تیراندازی ہے۔''

اسی طرح حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ریس، مسابقت اور مقابلہ سوائے اونٹوں اور گھوڑوں اور تیراندازی کے اور کسی چیز میں جائز نہیں اس لیے کہ جنگ و جہاد میں یہ مسابقت اور مقابلہ بیحد اثر انداز ہوتا ہے۔

اس سے آگے اور احادیث بھی آ رہی ہیں، جن میں گھڑ سواری اور تیراندازی جیسے کھیلوں کی ترغیب ہے۔ یہ آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانے کے وہ کھیل ہیں جو انسانی صحت کے لیے انتہائی مفید تھے ان کھیلوں کے تذکرے کا مقصد یہ ہے کہ ہر علاقے میں رائج ان ہی کھیلوں کی مسلمان بچوں کو اجازت دی جا سکتی ہے جن میں ورزش اور مقصدیت ہو۔ بے حیائی، فحاشی اور بے

پردگی نہ ہو اور نہ ہی کوئی غیر شرعی حرکت ہو اسی طرح کمپیوٹر اور دیگر ذرائع سے اسی طرح کے پروگرامز اور گیمیں وقت اور پیسہ کا ضیاع کا ذریعہ بنتی ہیں۔ والی بال، ہاکی میں ورزش ہے کرکٹ میں بہت کم ورزش ہے، ہمارے اس مؤقف کو سمجھنے کے لیے مزید چند احادیث طیبہ کا مطالہ مفید رہے گا۔

Marfat.com

صحت کا اہم اصول حقیقت پسندانہ زندگی

مندرجہ ذیل فرامین نبویہ ﷺ اس جانب رہنمائی کرتے ہیں:

❁ امام مسلم اپنی صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"احرِصْ علٰی مَا یَنْفَعُکَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَلَا تَعْجِزْ"

"ایسی چیزوں کے حریص بنو، جو تمہیں فائدہ پہنچانے والی ہوں اور اللہ سے مدد مانگتے رہو اور عاجز و درماندہ نہ بنو۔"

❁ طبرانی سند جید کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کُلُّ شَیْءٍ لَیْسَ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ فَھُوَ لَھْوٌ اَوْ سَھْوٌ اِلَّا اَرْبَعُ خِصَالٍ، مشی الرَّجل بَیْنَ الغَرَضَیْنِ، وَتَادِیْبُہٗ فَرَسَہٗ، وَمُلَاعبتہ اھلہ تعلیمُہُ السَّبَاحَۃ

"ہر وہ چیز جو اللہ کے ذکر میں سے نہ ہو، وہ کھیل کود یا غفلت ہے، سوائے چار چیزوں کے انسان کا (تیر اندازی کے) دو نشانوں کے درمیان چلنا، اور گھوڑے کو سدھانا اور اپنی بیوی سے دل لگی کرنا، اور تیرنا سیکھنا۔"

اور امام بخاری اپنی صحیح بخاری میں روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے تیر اندازی کے حلقوں کے پاس سے گزر رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے انہیں مزید ابھارا اور فرمایا:

❁ ارمُوا وانا مَعَکُم کُلّکُم"

"تم لوگ تیر اندازی کرتے رہو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔"

اور بخاری، مسلم میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہل حبشہ کو یہ اجازت دی کہ وہ آپ کی مسجد مبارک میں اپنے نیزوں کے ساتھ کھیلیں اور حضرت عائشہ ؓ کو یہ اجازت دی کہ وہ ان کے کھیل کو دیکھیں، اور آپ ان حبشی بچوں سے یہ کہہ رہے تھے:

Marfat.com

۞ ”دُونکمُ یا بَنِی رَفْدة“

”اے بنو رفدہ لے لو۔“

ابھی یہ اہل حبشہ مسجد میں اپنے نیزوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے سامنے کھیل ہی رہے تھے کہ حضرت عمرؓ تشریف لے آئے اور کنکر اٹھا کر ان کو مارنے لگے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”دَعْهُم یَا عُمَرُ“ .... ”اے عمر! ان کو چھوڑ دو“ کہ کھیلتے رہیں۔

یہ احادیث صحت مند کھیلوں کی طرف راہنمائی کر رہی ہیں تا کہ سستی اور کاہلی سے بچت ہو۔

بے راہ روی اور لاابالی پن سے بچائیے

مستعد اور چست بچہ اچھا بھی لگتا ہے اور ہر ایک کو اس کی ادائیں بھاتی ہیں اس لیے بچوں کو ذمہ دار با اصول اور ہر کام کو ہر وقت کرنے کا عادی بنائیے!

۞ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

احرِصْ عَلٰی مَا ینفعکَ واستَعِنْ بِاللّٰہِ وَلَا تُعجِزْ (مسلم)

”ایسی چیز کے حریص بنو جو تمہیں فائدہ پہنچانے والی ہو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہو اور عاجز و کاہل نہ بنو۔“

ایسی اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے عجز و کاہلی وغیرہ کی مذمت و قباحت ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے والدین کا فریضہ ہے کہ بچپن ہی سے بچوں کی دیکھ بھال رکھیں اور ان میں مردانگی، خودداری، رفعت اور اخلاق کی برتری اور اہمیت پیدا کریں، اسی طرح یہ بھی ان کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کو ہر اس چیز سے دور رکھیں جو ان کی مردانگی اور شخصیت کو تباہ کرنے والی ہوں۔

بچوں کی صحت کے چند اہم اصول

❶ عمدہ صحت بخش غذا ❷ صفائی ❸ بیماری سے بچاؤ کے ٹیکے

یہ تین اہم اور ضروری حفاظتی اقدامات ہیں جو بچوں کو تندرست رکھنے میں اور بیماریوں سے بچاتے ہیں۔

عمدہ، صحت بخش غذا

۞ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً (پ:۱۷)

''پاکیزہ کھاؤ اور اچھے عمل کرو''

طیب اور پاکیزہ کا پہلا درجہ ''رزق حلال'' ہے اس کے بعد سب سے زیادہ اہمیت اسی کھانے کو ہے، جو انسانی صحت کے لیے بھی مفید ہو۔ اس لیے ضروری ہے کہ بچوں کو جو بہترین غذا مل سکتی ہو، دی جائے، تاکہ وہ اچھی طرح بڑھیں اور بیمار نہ پڑیں۔

مختلف عمروں میں بچوں کے لیے بہترین غذائیں یہ ہیں۔

① پہلے چار سے چھ مہینے کی عمر تک ماں کا دودھ اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

② چھ مہینے سے ایک برس کی عمر تک ماں کا دودھ اور دوسری صحت بخش غذائیں، مثلاً ابلی ہوئی دالیں، کچلے ہوئے پھلیوں کے بیج، انڈے، گوشت، پھل اور سبزیاں پکا کر۔

③ ایک برس کی عمر کے بعد بچوں کو وہی غذا دیں جو بڑے کھاتے ہیں، لیکن کئی مرتبہ دیں اصلی غذا (چاول، مکئی، گندم، آلو) کے علاوہ لحمیات اور پروٹین والی غذائیں بھی کھلائیں۔

۞ سب سے بڑھ کر یہ کہ بچوں کو کافی غذا ملنی چاہیے۔

والدین کو چاہیے کہ بچوں میں ناقص غذائیت کی علامتیں دیکھتے رہیں اور اگر ایسی علامات ظاہر ہوں تو انہیں معالج سے یا کسی تجربہ کار دائی سے رجوع کرنا اور مشورہ لینا چاہیے۔

صفائی

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ ''پاکیزگی اور صفائی ایمان کا حصہ ہے (مشکوٰۃ)

صفائی کا اعلیٰ درجہ ہر نا پاکی حتیٰ کہ پیشاب کی چھینٹوں سے بھی پرہیز ہے، اس کے بعد ہر میل کچیل سے بچنا ہے۔ اگر گھر اور عورتیں صاف رہیں تو بچوں کے تندرست رہنے کا امکان زیادہ ہے۔ صفائی کے بارے میں جو رہنما اصول ہیں ان کی پیروی کیجئے، بچوں کو بھی ان پر عمل کرنا سکھایئے اور ان کی اہمیت سمجھایئے۔ یہاں سب سے زیادہ اہم رہنما اصول بتائے جاتے ہیں۔

۞ بچوں کو پابندی سے نہلایئے اور ان کے کپڑے بدلیے۔

۞ بچوں کو صبح جاگنے کے بعد، پاخانہ کرنے کے بعد اور کھانا کھانے یا کھانے کی چیزوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے صابن سے ہاتھ دھونا سکھایئے۔

۞ بیت الخلا صاف ستھرے روشن۔ ہوادار بنایئے اور بچوں کو اس کا استعمال سکھایئے۔

۞ ممکن ہو تو بچوں کو ننگے پاؤں نہ پھرنے دیں، انہیں چپل یا جوتے پہنائیں۔

مسواک

۞ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

۞ اَلسِّوَاکُ مَطْھَرَۃٌ لِلْفَمِ (مشکوٰۃ)

''مسواک منہ کے لیے پاکیزگی اور صفائی کا ذریعہ ہے۔

۞ بڑوں بچوں اور سب ہی افراد خانہ کے مفاد میں ہے کہ سب کے دانت صاف ہوں۔

۞ بچوں کو دانت برش سے صاف کرنا بھی سکھائیں لیکن مسواک مسنون بھی اور مفید بھی ہے اور ان کو بہت زیادہ مٹھائیاں، ٹافیاں اور ''کولا' مشروبات نہ دیں۔

۞ ان کے ناخن اچھی طرح کاٹیے۔

۞ بیمار بچوں کو اور ان بچوں کو جنہیں زخم، خارش، جوئیں یا داد ہو، انہیں دوسرے بچوں کے ساتھ نہ سونے دیں، نہ ان کے کپڑے اور تولیے استعمال کرنے دیں۔

۞ بچوں کی خارش، داد پیٹ کے کیڑوں اور دوسرے انفیکشنز کا جو دوسروں کو آسانی سے لگ جاتے ہیں جلد از جلد علاج کریں۔

Marfat.com

✿ بچوں کو گندی چیزیں منہ میں نہ رکھنے دیں، نہ بلیوں کو ان کا منہ چاٹنے دیں۔

✿ پینے کے لیے صرف خالص یا ابالا ہوا یا چھانا ہوا پانی استعمال کریں، دودھ پیتے اور بہت چھوٹے بچوں کے لیے یہ بات خاص طور پر ضروری ہے۔

✿ بچوں کو بوتل سے دودھ یا کوئی اور چیز نہ پلائیں، کیوں کہ بوتل کو صاف کرنا مشکل ہے اور اس سے بیماری پھیل سکتی ہے، بچوں کو چمچ اور پیالی سے کھلائیں اور پلائیں!

حفاظتی ٹیکے

ٹیکے بچوں کو بچپن کی خطرناک ترین بیماریوں، مثلاً کالی کھانسی، خناق (ڈپتھیریا)، تشنج یا جھٹکوں کی بیماری (Tetnus)، پولیو، خسرہ اور تپ دق سے محفوظ رکھتے ہیں۔

بچوں کو شروع کے چند مہینوں میں مختلف ٹیکے لگانے چاہییں۔ پولیو کا ٹیکہ (جو قطروں کی شکل میں پلایا جاتا ہے) ممکن ہو تو پیدا ہوتے ہی دیا جائے، لیکن دو ماہ کی عمر سے پہلے ہر حال میں لگا دیا جائے، کیونکہ بچوں کے فالج (پولیو) کا خطرہ ایک سال سے کم عمر کے بچوں کو سب سے زیادہ ہوتا ہے۔

اہم بات: مکمل حفاظت کے لیے ڈی پی ٹی کا ٹیکہ (خناق یعنی ڈپتھیریا، کالی کھانسی اور جھٹکوں کی بیماری یعنی ٹیٹنس کے لیے) تین ماہ تک، ہر ماہ اسی تاریخ کو لگانا ضروری ہے، پھر ایک برس بعد اسی تاریخ کو ایک ٹیکہ لگتا ہے۔

نوزائیدہ بچے کو جھٹکوں کی بیماری (ٹیٹنس) سے بچانے کے لیے ماں کو حمل کے زمانے میں بھی ایک ٹیکہ لگایا جائے۔ (معالج سے مشورہ ضروری ہے)

بچوں کی نشوونما اور صحت کا راستہ

تندرست بچہ برابر بڑھتا چلا جاتا ہے، اگر اسے اچھی صحت بخش غذا ملتی رہے تو کوئی شدید بیماری نہ ہو تو ہر مہینے بچہ کا وزن بڑھتا جاتا ہے۔

جو بچہ اچھی طرح بڑھ رہا ہو وہ صحت مند ہوتا ہے۔

✿ جس بچے کا اس کے ہم عمروں کے مقابلے میں وزن آہستہ آہستہ بڑھے یا وزن بڑھنا

Marfat.com

رک جائے یا وزن کم ہوتا جائے وہ تندرست نہیں ہوتا، ہوسکتا ہے کہ وہ کافی غذا نہ کھا رہا ہو یا اسے کوئی شدید قسم کی بیماری ہو یا وہ دونوں باتوں کا شکار ہو۔

۞ بچہ تندرست ہے یا نہیں اور اسے کافی صحت بخش غذا مل رہی ہے کہ نہیں؟ یہ جاننے کا ایک اچھا طریقہ یہ ہے کہ ہر ماہ وزن کیا جائے اور دیکھا جائے، اگر بچے کے وزن کا صحت کے چارٹ پر باضابطہ ریکارڈ رکھا جائے تو پتا چل سکتا ہے کہ اس کا وزن نارمل طریقہ سے بڑھ رہا ہے کہ نہیں۔

اگر صحیح طرح سے استعمال ہو تو یہ چارٹ ماؤں کو بتا دے گا کہ کب بچے کی نشوونما نارمل نہیں ہے، تاکہ وہ اس کے لیے وقت پر کوئی تدبیر کر سکیں۔ مثلاً وہ بچے کو زیادہ خوراک دے سکتے ہیں اور اگر بیماری ہو تو اس کا علاج کر سکتے ہیں۔

۞ اچھا یہ ہے کہ ماں پانچ برس سے کم عمر کے ہر بچے کے لیے ایک صحت کا چارٹ رکھے۔ اگر قریب ہی کوئی ہیلتھ سنٹر یا پانچ سال سے کم عمر بچوں کا شفا خانہ ہو تو ماں کو چاہیے کہ بچوں کو ہر مہینے وہاں لے جا کر ان کا وزن اور معائنہ کرائے۔ ڈاکٹر چارٹ اور اس کا استعمال سمجھا سکتا ہے۔

۞ یاد رکھیے! بچوں میں بیماری بہت جلد سنجیدہ رخ اختیار کر لیتی ہے، جو بیماری بڑے آدمی کو شدید نقصان پہنچانے یا مار ڈالنے میں ہفتے لیتی ہے، وہ چھوٹے بچے کو چند گھنٹوں میں مار سکتی ہے۔ لہٰذا یہ بہت ضروری ہے کہ بیماریوں کی ابتدائی نشانیوں اور علامتوں پر نظر رکھی جائے اور ان کی طرف فوراً توجہ کی جائے۔

ناقص غذائیت کا شکار بچے

بہت سے بچے اس لیے ناقص غذائیت کا شکار ہو جاتے ہیں کہ ان کو کافی مقدار میں غذا نہیں ملتی یا اگر وہ زیادہ تر ایسی غذائیں کھاتے ہیں، جن میں بہت سا پانی اور ریشہ ہوتا ہے، ان کو جسم کی ضرورت بھر توانائی والی غذا پہنچنے سے پہلے ان کا پیٹ بھر جاتا ہے۔ پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ بچوں کی غذا میں بعض اجزاء مثلاً وٹامن اے یا آیوڈین کی کمی ہوتی ہے۔ ناقص غذائیت سے بچوں میں کئی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں، اس لیے غذا پر مکمل توجہ ضروری ہے۔

Marfat.com

مراجع ومصادر

اس کتاب کی تدوین کے سلسلہ میں درج ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا:

(1) قرآن کریم۔
(2) صحیح بخاری شریف۔
(3) صحیح مسلم شریف۔
(4) سنن ترمذی۔
(5) سنن نسائی۔
(6) سنن ابی داؤد۔
(7) سنن ابن ماجہ۔
(8) طبرانی۔
(9) مسند احمد۔
(10) مستدرک حاکم۔
(11) صحیح ابن حبان۔
(12) ریاض الصالحین۔
(13) مشکوٰۃ۔
(14) فضائل اعمال۔
(15) فضائل صدقات۔
(16) خاندان کا اخلاق۔
(17) تحفۃ المولود۔
(18) خواتین کا اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔
(19) اسلام کا نظام عفت وعصمت۔
(20) مختلف نفسیاتی ماہرین کی کتابیں۔

Marfat.com

اللہ

تحفۃ الاطفال

مولانا حافظ محمد اسلم زاہد

اسلام میں بچوں کی تعلیم و تربیت پر ایک بہترین
کتاب اساتذہ اور والدین کے لئے یکساں مفید